

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188733

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 9225941 Accession No. 11625

Author سید نور علی محمد - ن

Title سید (15) طرح

This book should be returned on or before the date last marked below.

checked 1978

انکلی خلق عظیم

تذکرۃ المصطفیٰ

مصنف و مولف

جناب لوی سید نواب علی صاحب ضوی نیو تنوی ایم اے۔ ایس سی

پروفیسر ٹرورہ کلج صوبہ گجرات

922941

بار دوم

سب ایسے جناباں صاحب نیروایت حسین صاحب بی اے آنرینجی

بکث پوسٹ العلوم علی گڑھ

باہتمام محمد شمس الدین خان شندوانی

مطبع انسٹیٹیوٹ واقع علی گڑھ شمس الدین خان شندوانی

قیمت فی جلد (۳۰)

تعداد ایک ہزار

ہم سرت لست

موجودہ ڈیوٹی بکٹ پو علی گڑھ

خطبات احمدیہ اس میں ایک نیا چارہ بارہ خطبہ ہیں ویا چارہ میں پیش ہیں،
مذہب کیا چیز ہے؟ پتہ مذہب کے پرکھنے کا سچا اصول کیا ہے؟ اسلام صحیح طور پر کن احکام کا
مجموعہ ہے؟ ان کتابوں پر بحث جو عیسائیوں اور مسلمانوں نے آنحضرت کی زندگی کے حالات
پر لکھی ہیں۔ سر ولیم سیر کی کتاب لائف آف محمدؐ کا ذکر جس کے جواب میں یہ
کتاب لکھی گئی ہے۔ خطبہ اول۔ عرب کا جغرافیہ عرب کے قبائل اور مسلمانین پر محققانہ بحث
لفظہ سارا سن، کی تحقیق۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے حالات پر محققانہ بحثیں۔
حضرت ہاجرہ کی حریت پر بحث۔ خطبہ دوم عرب جاہلیت کی رسوم و عادات۔ بختی
حجر اسود اور خانہ کعبہ کا ذکر حج، زماہ جاہلیت میں رسوم از دواج خطبہ سوم۔
عرب جاہلیت کے ادیان پر بحث نہایت تفصیل سے اسلام کی مناسبت دیگر اہامی
مذہب خطبہ چہارم۔ اسلام انسان کے لئے رحمت اور تمام انبیاء کے مذاہب
پشت و پناہ ہے۔ اسلام تمدن کے موافق ہے۔ کثرت از دواج اور طلاق اور غلامی
پر محققانہ بحثیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے مذہب کو اسلام سے فائدہ پہنچا خطبہ پنجم
مسلمانوں کی مذہبی کتابوں پر محققانہ بحث خطبہ ششم۔ مذہبی روایتوں کے معتبر اور
غیر معتبر ہونے پر مدلل بحث۔ خطبہ ہفتم۔ قرآن مجید کی جمع و ترتیب اور نزول پر بحث
خطبہ ہشتم۔ خانہ کعبہ کی مفصل تاریخ۔ خطبہ نهم آنحضرت کے زب نامہ پر محققانہ بحث
شجرہ نسب آنحضرت مع شجرہ نسب مصنف کتاب خطبہ دہم۔ بشارات نسبت آنحضرت
جو توریت و انجیل میں ہیں خطبہ یازدہم۔ روایات شصت و دو اصول کی تحقیق۔
خطبہ ووازدہم۔ ولادت سے بارہ برس تک کے حالات۔۔۔

1978ء

فہرست کتاب تذکرۃ المصطفیٰ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ طبع اول	۱	۱۲	سفر شام	۳
۲	ثانی	۳	۱۳	اہل عرب کی تجارت	۱
۱	وہائے خلیل	۵	۱۴	بازارِ عکاظ	۲
۱	مذہبان کی فطرت میں داخل ہے۔	۵	۱۵	فجار کی چار خونخوار لڑائیاں	۳
۲	بنائے کعبہ ابراہیمی	۵	۱۶	مکہ کی حکومت کا طرز	۴
۳	عبد جاہلیت	۶	۱۸	سفر شام	۵
۴	عام الفیل	۷	۱۹	حضرت خدیجہ آپ کی خوبیوں پر شیفہ ہو کر عقد کرنے پر	۶
۵	حضرت عبد اللہ کی شادی	۸	۲۰	طیار ہوتی ہیں	۷
۲	وزیرِ تسمیم	۸	۲۱	عقد نکاح	۷
۱	علیمہ دانی	۹	۲۲	الامین	۸
۲	حضرت آمنہ و حضرت عبد اللہ کی وفات	۱۰	۲۳	انسانِ کامل	۱
۳	حضرت ابوطالب کی کفالت	۱۱	۲۴	حافظ الفضول	۲
۴	عبد جاہلیت کی تعلیم	۱۲	۲۵	آنحضرت جاہلانہ رسموں اور باطل معبودوں سے بیزاری	۳
۵	آنحضرت امی رہے	۱۳	۲۶	تعمیرِ قریش اور آنحضرت کی فرزانی	۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵	تھو میں آنحضرت کی فیاضی	۲۳	۷	سائنس دان زیادہ متقی ہو	۷
۶	علماءوں پر شفقت کرنے کا پہلا		۸	اگر آثار قدرت دیکھ کر سرسجدہ	
	عملی سبق	۲۵	۹	ہو جائے۔	۳۳
۷	زید بن حارث	۲۶	۱۰	کھلی کتاب ہے ”سچا سائنس	
۸	خطبات الامین	۲۶	۱۱	اور سچا مذہب تو ام بیانی ہیں	
۹	بجز آنحضرت کے کسی نبی کے حالات		۱۲	حریرت اسپنسر کی رائے	
۱۰	تاریخی طور پر ثابت نہیں ہوتے		۱۳	سائنس اور مذہب کے متعلق	۳۳
	کلام مجید زندہ معجزہ ہے	۲۷	۱۴	سچا سائنس اسلام کی تشہید	
۵	عنا حرا	۲۷	۱۵	کرتا ہے۔	
۱	سائنس کے مسائل خود ہی		۱۶	آنحضرت قوم کی خراب حالت	
۲	ماہ البحت ہیں	۲۸	۱۷	دیکھ کر غور فرماتے ہیں	
۳	عالم جسام کی نہایت عالم ارواح		۱۸	مراقبہ اور محاسبہ نجی اور پرائی	
	کی بدایت ہے		۱۹	روشنی واسطے سطر ۷	۳۵
۴	مدعیان سائنس نے حقیقت		۲۰	غائر جہاں میں نکتہ گزینی	۳۶
	حال کہاں تک دریافت کی	۲۹	۲۱	نزول وحی	
۵	اسرار قدرت کا غیبی لفافہ		۲۲	انسانی الفاظ اس کی پوری	
	سر غبر رہے گا	۳۰	۲۳	شرح نہیں کر سکتے (سطر ۲۱)	
۶	عالم غیب اور ملکوت کا عالم		۲۴	آگ کی مثال	۳۷
	آفتاب و ستاروں کا احوال سطر ۱	۳۱	۲۵	حقیقت وحی مکمل اور عملی	
			۲۶	کی رائیں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸	کوئی بزرگ روحانی ہارمونیوم ہے	۱۱	۱۱	قصص انبیاء کا حصہ جو کلام مجید	۵۹
۱۹	اور کوئی نورانی فوٹو گراف ہے	۱۲	۱۲	یہود کے مانتے ناطہ میں	۶۰
۲۰	کار لیل کی رائے آنحضرت کے متعلق	۱۳	۱۳	ایام اللہ عز و ربیب کے واسطے ہیں	۶۱
۲۱	آنحضرت گھر تشریف لائے ہیں اور حضرت خدیجہ شکیں دیتی ہیں	۱۴	۱۴	حضرت نوح کی تعلیم مذہب کیا ہے (سطر ۶)	۶۲
۲	در قد بن نوفل کی گواہی سلطان	۱۵	۱۵	میتھالوجی یعنی دیوالا کی ابتدا	۶۳
۳	منادی توحید	۱۶	۱۶	مذہب سائبین یعنی کواکب پرستی اور کلدانیان	۶۴
۴	آسمان اور نورانی اجرام	۱۷	۱۷	حضرت ابراہیم خلیل اللہ	۶۵
۵	مذہب کے ابتدائی بنذبات	۱۸	۱۸	بہت پرستی کی بُرائی	۶۶
۶	تجائیل کا احوال (سطر ۱۲)	۱۹	۱۹	حضرت ابراہیم اور اجرام فلکی	۶۷
۷	حضرت شیش اور خدا پرستی	۲۰	۲۰	دین خسیفی	۶۸
۸	حضرت ادریس	۲۱	۲۱	بہت شکنی	۶۹
۹	بہت پرستی کی ابتدا	۲۲	۲۲	ہجرت	۷۰
۱۰	حضرت نوح	۲۳	۲۳	انسانی قربانی موقوف	۷۱
۱۱	اُمّتِ نوح	۲۴	۲۴	قدیم مسریوں کے حالات	۷۲
۱۲	مشر لیا رڈ اور مینو کا قدیم مذہب	۲۵	۲۵	آن کا مذہب	۷۳
۱۳	سنگی کتب خانہ	۲۶	۲۶	حیوان پرستی	۷۴
۱۴	طوفان مالگیشہ تھا کہ اس ملک نہایت بڑا ہے	۲۷	۲۷		

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۷	حضرت موسیٰ	۷۱	۴۲	پوہس یعنی سینٹ پال اور	۷۲
۲۸	رفٹ نوٹ (مسئلہ حیات و زندگی)	۷۲	۴۳	اُس کی بدعتیں	۷۳
۲۹	تباہی بیت المقدس	۷۳	۴۴	دین عیسوی میں ابتدا ہی سے	۷۴
۳۰	خوس (کھنڈ) شاہ ایران	۷۴	۴۵	تقریر پڑ گیا	۷۵
۳۱	آریوں کا حال اور انکا مذہب	۷۵	۴۶	قسطنطین اعظم اور ناس کی کونسل	۷۶
۳۲	قدرت پرستی	۷۶	۴۷	تثلیث کا عقیدہ	۷۷
۳۳	عصہ کائنات میدان جنگ	۷۷	۴۸	دین عیسوی بڑو شمشیر پھیلا	۷۸
۳۴	اسپیتما زرتشترا، اور مزدیتا	۷۸	۴۹	جب تمام عالم میں توحید کے	۷۹
۳۵	مذہب	۷۹	۵۰	خیالات سلب ہو گئے اُس وقت	۸۰
۳۶	دیو پرست اور ارمزد پرست	۸۰	۵۱	آنحضرت تمام عالم کی ہدایت	۸۱
۳۷	کی جدائی (سطر)	۸۱	۵۲	کو مبعوث ہوئے	۸۲
۳۸	دیو پرست ہندوستان میں آئے	۸۲	۵۳	آنحضرت نے توحید کو کامل	۸۳
۳۹	عقلاے ہند نے روحانیت	۸۳	۵۴	کر کے راسخ کر دیا	۸۴
۴۰	کے اعلیٰ مدارج طے کئے	۸۴	۵۵	یہود اور نصاریٰ تشبہ اور	۸۵
۴۱	مزدیتا نی اور یہودی مذہب	۸۵	۵۶	حلول کے قابل تھے	۸۶
۴۲	مذہب یہودی میں خرابیاں	۸۶	۵۷	عقلاے ہند نے ”پریم بجا“	۸۷
۴۳	پیدا ہوئیں (سطر)	۸۷	۵۸	کی تشریح کرتے کرتے اُس کو	۸۸
۴۴	حضرت مسیح کی تعلیم بمقتصد	۸۸	۵۹	بالکل مطلق سمجھ لیا تھا	۸۹
۴۵	وقت محض سو فیاض تھی	۸۹	۶۰	گو تم بودھ نے دیوتاؤں کی نفی کی	۹۰
۴۶	حضرت شیخ دین کو نام چور گئے	۹۰	۶۱	مگر ایک ذات واحد کا اثبات کیا	۹۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۲	مسئلہ نزوان	۸۲	۳	قریش مکہ کی برہمی	۸۸
۵۱	حکماء یونان کے خیالات	۸۲	۴	حضرت ابوطالب کی حمایت (سطح ۱)	۸۹
	بھی عقلائے ہند کی طرح ناقص		۵	حضرت بلالؓ	۹۰
	ہے		۶	یا شر اور سمیٹہ کی شہادت	۹۱
۵۳	سورہ اخلاص اور توحید فی الذات		۷	مسلمانوں کا جہتہ کی طرف	
	توحید فی الصفات اور توحید		۸	ہجرت کرنا	
	فی العبادت		۹	سورہ نجم کے متعلق غلط فہمی	
۵۵	آنحضرتؐ نے توحید کامل کی		۱۰	جہتہ کی طرف دوبارہ ہجرت	۹۲
	تعلیم ایسی رائج کر دی کہ اب		۱۱	نجاشی اور حضرت جعفر طیارؓ	۹۳
	غیر قومیں بھی توحید کی مقرر نظر		۱۲	تصدیق نجاشی	۹۳
	آتی ہیں	۸۳		عتبہ بن ربیعہ کا آنحضرتؐ کو زیادہ	
۵۴	اسلامی توحید اور رسالت جزد		۱۳	لا بچ دینا اور آپؐ کا جواب	۹۴
	لائینک ہیں	۸۴		مشیر کین کی دھمکی حضرت ابوطالبؓ	
۵۵	فرانس کے مشہور فاضل نکاٹ		۱۴	کاتذبذب آنحضرتؐ کا استقلال	۹۵
	بہتری دی کا بہتری کی گواہی		۱۵	ایمان حضرت عمرؓ	۹۶
۵۶	ہومین اولین	۸۵	۱۶	ایمان حضرت عمرؓ	
۵۷	جسار اکبر	۸۶		قریش کا ترک برادری کرنا اور	
۱	دختر تسلیم			آنحضرتؐ اور آپؐ کے ہوا خواہوں	
۲	تبلیغ رسالت کی ابتدا (سطح ۲)	۸۷		کا شعب ابوطالب میں محصور	
				چھوٹا	۹۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۷	وفات حضرت ابوطالب و حضرت خدیجہ اوردان		۸	مدنیۃ الرسول	۱۱۳
۱۸	دو دنوں پر ریما رک	۹۸	۱	اولاد اسمعیل	=
۱۹	سورہ کوثر کی شان نزول	۱۰۰	۲	آؤس و خزرج	۱۱۴
۲۰	حضرت سوڈہ	۱۰۱	۳	پیشین گوئیاں (سطر ۹)	=
۲۱	سفر طائف اور ناکام واپس آنا	=	۴	ایمان عبداللہ ابن سلامؓ	۱۱۶
۲۲	چھ نیرہ بیوں کا ایمان لانا	۱۰۳	۵	بحالی چارہ	=
۲۳	بیعت عقبہ الاولیٰ	۱۰۴	۶	مسجد نبوی کی تعمیر	۱۱۷
۲۴	واقعہ معراج	۱۰۵	۷	اذان	=
۲۵	بیعت عقبہ ثانیہ	۱۰۶	۸	قریش - یہود اور منافقین	۱۱۸
۲۶	قریش کا قتل رسول پر آمادہ		۹	معادہ رسولؐ	۱۲۰
۲۷	ہو کر مکان کا گھیر لینا	۱۰۸	۱۰	”فار قلیط“ دنیا کو عدالت سے بھرنے آتا ہے	۱۲۲
۲۸	حضرت علی مرتضیٰ کی خدایت	۱۰۹	۹	جہاد اصغر	۱۲۳
۲۹	حضرت ابوبکر صدیق کی رفاقت	۱۱۰	۱	کفار قریش کی آمادگی	=
۳۰	اصحاب رسولؐ حضرت عیسیٰ کے حواری نہ تھے		۲	غزوہ ابوا - بواط - تنوان	۱۲۴
	غار ثور	=	۳	ذی العشرہ - سر یہ نخلہ	۱۲۵
	مدینہ میں ہجیر و عافیت تشریف		۴	قافلہ لوٹنے کا الزام محسن خلط ہے	۱۲۶
	لانا مسجد قبا	۱۱۷			

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۷۳	عمرہ العضا	۲۳	۱۷۷	غزوہ بدر الکبریٰ اس کے	۵
۱۷۵	سریہ موتہ	۲۴	۱۷۸	اسباب اور واقعات	۶
۱۷۷	فتح مکہ	۲۵	۱۷۹	غزوہ بنی قریظہ	۷
۱۸۳	سریہ خالہ	۲۶	۱۸۰	غزوہ قرقرہ اللہ	۸
۱۸۳	غزوہ حنین	۲۷	۱۸۱	ذی افر	۹
۱۸۷	قیدیوں کی "منا" ربانی	۲۸	۱۸۲	دعوت کا ایمان لانا	۱۰
۱۸۹	سریہ حضرت علی	۲۹	۱۸۳	قتل کعب بن اشرف	۱۱
۱۹۰	غزوہ تبوک	۳۰	۱۸۴	غزوہ اح	۱۲
۱۹۳	اہل طائف کا اطاعت قبول کرنا	۳۱	۱۸۵	غزوہ حمرار الاس	۱۳
۱۹۴	ایمان حبشی قاتل حضرت حمزہ	۳۲	۱۸۶	سریہ الرجیع	۱۴
۱۹۳	ایمان کعب بن زہیر	۳۳	۱۸۷	بیر معونہ	۱۵
۱۹۴	غزوات اور سرایا کے جوہر	۳۴	۱۸۸	غزوہ بنی النضیر	۱۶
۱۹۵	کا خلاصہ (سطر)	۳۵	۱۸۹	بدر الاخری	۱۷
۱۹۶	صرف چار سببے (سطر)	۳۶	۱۹۰	بنی المصطلق	۱۸
۱۹۷	جہاد پر ایک اجمالی نظر (سطر)	۳۷	۱۹۱	غزوہ خندق	۱۹
۱۹۸	تکمیل دین	۱۰	۱۹۲	بنی قریظہ	۲۰
۱۹۹	عبداللہ ابن ابی کامرنا اور	۱	۱۹۳	صلح حدیبیہ	۲۱
۲۰۰	منافقین کا سچے دل سے	۲	۱۹۴	آنحضرت کا بادشاہوں کے	۲۲
۲۰۱	ایمان لانا	۳	۱۹۵	نام نامے روانہ کرنا	۲۳
۲۰۲		۴	۱۹۶	غزوہ خیبر	۲۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲	مدینہ منورہ	۱۹۸	۷	حجۃ الوداع	۲۰۵
۳	سورہ برات	۱۹۹	۸	حقیقت اسلام	۲۰۷
۴	سورہ نصر کا نازل ہونا	=	۹	خاتم النبیین ہونے کی وجہ	۲۰۸
۵	عیسائیوں کا اعتراض کہ مدینہ میں آنحضرت عیش پرست ہو گئے		۱۰	علامت وصیتیں اور سفر	
	اس کا جواب	۲۰۰		آخرت (سطر)	۲۱۰
	بخران کے عیسائیوں سے مباہلہ		۱۱	خاتمہ کتاب	۲۱۲
۶	کرنے کا اعلان	۲۰۳	۱۲	تقریبات	۲۱۳ و ۲۱۴
			۱۳	قطعات تاریخ	۲۱۶

دیباجہ

زلافِ حمد و نعتِ اولیٰ ست بر خاکِ دہشتنا ✽ سجدے سے تو اس کروں دروے می تو اس گفتن
دنیا میں جس قدر مشہور و زاہب ہیں اُن کے پیشواؤں کے حالات اس طرح صاف صاف اور
تاریخی حیثیت سے ثابت نہیں ہوتے جس طرح ہمارے حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی مبارک زندگی کے حالات یگانہ اور بیگانہ دونوں پر مثل روز روشن کے ظاہر ہیں۔ پارسیوں کے
پیغمبر زرتشت، چینیوں کے مہاتما گوتم بودہ کے حالات پر اس طرح تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے کہ بعض
نے ان کے وجود ہی سے انکار کر دیا اور بعضوں نے افسانہ کے طور پر کچھ حالات بیان کئے۔ یہی حال زرتشت
مہندو کا ہے حضرت مسیح کی سیرت بھی رومیوں اور یونانیوں کی توہمات کے قالب میں دھلکی آئی ہے۔ ان
کے حالات اہل باطل اور روٹھے حملوں کے باعث مقدس صحیفوں کے بار بار ضائع ہو جانے سے غلط ملط
ہو گئے۔ مگر سیرتِ مصطفویٰ آفتاب کی طرح چمکی اور ہمیشہ چمکتی رہیگی۔ ہمنامی نہیں بلکہ یہ اسی
روشنی کا فیض ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل اور سلف صالحین کے حالات بھی ہم کو ان کی اصلی صورت
میں نظر آئے اور ہم ان کی عصمت اور تقویٰ پر ایمان لائے۔ مگر رفتہ رفتہ جب ہم میں تشریل شروع
ہوا اور ہماری آنکھوں پر جہالت کا پردہ پڑنے لگا ہم اس نور کی پہلی آب و تاب کو درجس نے
ہمارے بزرگانِ دین کے دیدہ دل کو منور کر دیا تھا۔ دینے سے محروم ہونے لگے۔ اور اب آج کل
ہندوستان میں ہماری یہ حالت نمود گئی ہے کہ ایک طرف چارے پر لے کر خیالات والے بھائی
مصل میلا میں ضعیف روایات ہی سننے پر قلعہ فلاتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے سنے
تعلیم یافتہ انگریزی خواں زمینسائی ضعیفین کی مینہی تپڑی سے فوج ہونے لگے۔ اس پر طرہ یہ

ہی کہ دونوں ذریعہ افراط و تفریط کے باعث ایک دوسرے سے بدظن نظر آتے ہیں۔

ان دونوں گروہوں کی کشمکش مدت سے میرے دل میں کانٹے کی طرح کھنکھاتی تھی۔ آخر میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنی بساط کے موافق ان دونوں کے اصلاح خیالات کے واسطے کوشش کروں اور حضرت رسول خدا کی مقدس زندگی کے حالات (جو ہر مومن کے واسطے دستور العمل ہیں) حتیٰ الوسع تحقیق کے ساتھ تحریر کروں۔ اگرچہ یہ کام نہایت دشوار نظر آتا تھا، مگر میں نے خدا پر بھروسہ کر کے دو برس کے عرصہ میں یہ کتاب کمال عرق ریزی سے نئے طرز پر تیار کی۔ اس میں دس حبیبت مضامین ہیں۔

دعائے خلیل اس مضمون میں بتائے کعبہ ابراہیمی اور ایام جاہلیت کے حالات کے بعد ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔

درتیم۔ اس میں ایام رضاء اور بچپن کے حالات تحریر ہیں۔
سفر شام۔ اس میں سفر کی ایک تمہید اٹھا کر عربوں کی تجارت اور بازار عکا کا ادوار فجار کی اڑائیوں کا حال اور مکہ کی جمہوری حکومت کا ذکر کر کے آنحضرت کا سفر شام اور بعد واپسی حضرت خدیجہ سے نکاح کی کیفیت بیان کی ہے۔

الامین۔ عقد کے بعد سے نزول وحی تک کے حالات بیان کر کے یہ دکھایا ہے کہ قبل نبوت قریش مکہ نے آپ کو ہمہ صفت موصوف و مکھک "الامین" کا لقب دیا۔

غار حرا۔ اس میں سائنس کے متعلق پہلے ایک تمہید اٹھا کر ملکوت کا عالم ثابت کیا ہے اس کے بعد آنحضرت کی خلوت گزینی کے حالات، نزول وحی اور یہ حقیقت وحی کا ذکر کیا ہے۔

مشادی توحید۔ اس مضمون میں مذہب کے ابتدائی جذبات کی شرح کی ہے۔ اور مختصر طور پر دنیا کے تمام مشہور مذاہب کا ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر قوم میں ہادی بھیجے جنہوں نے اپنے زمانے کے لحاظ سے حق خدمت ادا کیا مگر رفتہ رفتہ ان کی اصلی تعلیم غلط ملط ہو گئی اور خدا پرستی اور توحید کے خیالات سلب ہو گئے۔ آخر حق تعالیٰ نے حضرت خاتم النبیین کے ذریعہ سے توحید کامل

کی تعلیم دی۔ اس کے بعد توحید کامل کی شرح کی جو اس مسئلہ کے ذریعہ سے اسلام کی فضیلت ثابت کی جو۔

جہاد اکبر مخالفین اسلام کا یہ اعتراض ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا اس مضمون کے ذریعہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مکہ منظرہ میں تیرہ برس تک آنحضرتؐ طح طرح کی مصیبتیں سہکے اور اسلام کا وعظ لہر لہر کسی قسم کے جبر کے بہتوں کو دین حق میں داخل کر لیا۔ یہ مبارک گروہ ہمارے اور انصار کے لقب سے مشہور ہوا اور اسلام کو انھیں حامیان دین پر (جو ہر حال میں مستقل رہے) ناز ہے۔

مدینۃ الرسول۔ آنحضرتؐ کے متعلق تواریخ کی پیشین گوئیوں اور انصار مدینہ کے کیا ابتدائی حالات بیان کر چکے بعد یہ ظاہر کیا ہے کہ مدینہ میں ہجرت کر کے آنحضرتؐ نے اسلام کا وعظ بدستور جاری رکھا، لیکن قریش مکہ نے یہاں بھی چین لینے نہ دیا اور حملہ کرنے کی تیاری کر دی۔ ساتھ ہی یہود مدینہ نے از رو جسے آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہا۔ مجبوراً آنحضرتؐ نے اسلام اور اس کے پیروں کی حفاظت میں مردانہ و اقدام کیا۔ جہاد اصغر۔ اس مضمون میں تمام غزوات اور مسابا جملہ اوج کئے ہیں اور آخر میں ان تمام لڑائیوں کے وجوہات کا خلاصہ کر کے مخالفین کے اعتراضات کو رد کیا ہے۔

تکمیل دین۔ اس آخری مضمون میں جزیرہ نما عرب میں دین حق کے پھیل جانے کا ذکر کیا ہے۔ پھر اصول اسلام کا ایک مختصر مگر جامع اور مانع خاکہ کھینچ کر خاتمہ باخیر کیا ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب تمام مسلمانوں کو (خاص کر انگریزی خوانوں کو) جن کی اصلاح خیالات کے واسطے طرز زبان اور زبان کے لحاظ سے خاص طور پر التزام کیا ہے) فائدہ مند ثابت ہوگی۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد راقم کے حق میں دعائے نیر فرمائیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے حبیبؐ کے فیصل سے ہم سب کو توفیق خیر عطا فرمائے اور انجام بخیر کرے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک

نواب علی عفی عنہ
بڑودہ۔ محلہ ناگولہ

دیباچہ طبع ثانی

سنے اور پڑانے تعلیم یافتہ طبقوں میں چونکہ یہ کتاب یکساں طور پر مقبول ہوئی ہے، اس لئے شائقین کے بڑھے ہوئے اصرار سے یہ دوسرا ڈیشن پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں چند مفید حواشی کا اور اضافہ کر دیا ہے۔ اور قصہ بھیرار امبھوپا یہ تحقیق کو نہیں پہنچا خارج کر دیا ہے

آر د میں اس مقدس موضوع پر اکثر کتابیں موجود ہیں اور اب عنقریب علامہ شبلی مغفور کی آخری معرکہ الآرا اگر افسوس نامی تمام تصنیف یعنی سیرت نبوی شائع ہونے والی ہے۔ اس لئے اس طبع ثانی کی بس اسی قدر غایت ہے کہ ذکر حبیب جس قدر بھی دھرا یا جائے فردوس محوش ہے۔

یک قصہ پیش منیت غم عشق دیں عجب
کز ہر کسے کہ می شنوم ناکر رہت

نواب علی عفی عنہ

(پڑودہ)

۲۹ راج ۱۹۱۵ء

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے خلیلؑ

مذہب انسان کی
فطرت میں داخل ہے

حق تعالیٰ نے روزِ قیامت میں جب تمام نبی آدم کی ارواح سے سوال کیا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ (کیوں نہیں) غور سے دیکھئے تو ہوا
تمہارا پروردگار نہیں ہوں) جہنم میں ہمزبان ہو کر عرض کیا بلی (کیوں نہیں) غور سے دیکھئے تو ہوا
سوال و جواب کے لطیف پرانے میں فطرت انسانی کے متعلق ایک باریک نمکتہ ہے۔ کچھ شک نہیں کہ ایک
زبردست مگر نامعلوم ہستی کا یقین انسان کے دل میں اس وقت سے پیدا ہوا ہے جب اس نے اس
عالم رنگ بومیں قدم رکھا ہے۔ زمانہ کی ترقی کے ساتھ علمی تحقیقات کا دائرہ جس قدر وسیع ہو رہا ہے
یہ قرآنی نمکتہ ذہن نشین ہوتا جاتا ہے۔ مشہور متشرق کس مولر لکھتا ہے: "ہمارے مسلمان نے خدا کے سامنے
اس وقت سر جھکایا تھا جب وہ خدا کا نام بھی نہ کر سکتے تھے، جہاں خدا (یعنی بت) اس حالت کے بعد
اس طرح پیدا ہوئے کہ اصلی فطرت مثالی صورت کے پردہ میں چھپ گئی، اسی فطرت اصلی کی طرف
"دائرہ کلاسیاں" کے ایک برگزیدہ آدمی نے سماجی خداؤں کے پوجنے والوں کو متوجہ کر کے کائنات
الْخَلْقِ کا نفوذ مارا تھا مگر اس کی قوم نے نہ مانا۔ آخر مجبور ہو کر مہاجرت اختیار کی اور ملکوں ملکوں
پھر پھر جبلِ فاران کے میدان میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے ساتھ سب پہلے رب الازباب کی
عبادت کے واسطے ایک بے چہمت کی چار دیواری کھینچی اور درگاہِ الہی میں یوں عرض کیا: "اے سب
پائے والے میں نے اپنی اولاد کو اس تپتے ہوئے خشک میدان میں بسایا ہے تاکہ وہ تجھی کو یاد کرتے
رہیں۔ ان کے چھلنے پھلنے کے لئے تیری ایک نظر کافی ہے۔ اے چاروں طرف موجود معبود

۱۷ سورۃ اعراف پارہ نم ۳

۵۷ فاران سے کہہ کا ہمارا لوہے دیکھو قرین کتاب پنجم باب ۳۲ آیت ۲ اور کتاب مبعوث باب ۳ آیت ۳-۱۲

میں نے خاص تیرے لئے یہ چار دیواری بنائی ہے تو اسے قبول کر۔ میری اولاد کو اپنی عبادت کی توفیق دے اور اس نسل سے ایک ایسا شخص پیدا کر جو انہیں تیری طرف بلاے اور دلوں کو پاک صاف کر کے نور سے معمور کر دے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد اولاد سمعیلؑ خوب بھلی بھولی اور حجاز عرب میں جا بجا آباد ہو گئی۔ عبادت خانہ جو تعمیر کیا تھا اس کا نام "بیت ایل" یعنی خدا کا گھر رکھا گیا مگر رفتہ رفتہ اصل حضرت مثالی صورت کے پردہ میں چھپ گئی۔ بیت اللہ بیت اضم ہو کر تین سو تھکے مور توں کا مندر بن گیا بیچ میں ان کا مہادیو نبیل عقیق سسج کا ترشا ہوا، اس پاس چاندی سونے کے دوبارہ نکلے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی مور میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سمعیلؑ کی تصویریں اور ایک کونے میں سنگ اسود۔ سال میں ایک مرتبہ ذی الحجہ میں تمام عرب لوگ آکر مکہ میں جمع ہوتے تھے اور ان کا दर्شن کرتے تھے۔ پھر سب ایک ساتھ ننگے ہو کر سات مرتبہ پکیران کرتے تھے اور چٹھا کر چٹھا کر اور پر شا دلے کر اپنے اپنے گھروں کی راہ لیتے تھے۔

اسی حالت سے مدین گزر گئیں اور جبکہ غیر قومیں دینی اور دنیوی ترقی میں مشغول تھیں اہل عرب غفلت اور جہالت کی نیندیں لے رہے تھے۔ عجم نے شانہ نشاہی کا ڈھکا بجا دیا تھا۔ فرش کاویانی کی چمک دور دور پہنچی تھی۔ فرکیانی کا گھر گھر چا تھا۔ روم کا عقاب جاہ و جلال کے آسمان پر اڑ رہا تھا۔ یونان نے علم و حکمت کے دریا بہا دیے تھے۔ ہندوستان نے فضل و کمال کے خزانے کا منہ کھول دیا تھا۔ یروشلم نے خداوندیہواہ کے خاص بندوں کو ایہ ناز بنا دیا تھا۔ یہ سب کچھ مہر ہا تھا مگر عرب کی وہی حالت تھی۔ نہ یہاں صنعت و حرفت کے کاخانے تھے نہ علم و حکمت کی درسگاہیں۔ تہذیب کو سول و درستی۔ تمدن کا سایہ بھی نہیں پڑا تھا۔ جہالت اور نفسانیت کا دور دورہ تھا۔ قتل و غوغا کا بازار گرم تھا۔ لڑائیوں کے وجوہات بھی عجیب ہوتے تھے۔ ایک نے کہا ہم بڑے دوسرے نے کہا ہم۔ چلو لڑائی چھڑ گئی اور قبیلوں کے قبیلے کٹ مرے۔ کسی نے گھوڑا دو

۱۰ سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ واذ ذریع ابراہیم علیہ السلام من البيت و اسمعیل اللہ

میں کچھ شرارت کی کسی کا اونٹ کسی کھیت میں چلا گیا بجے مدتوں کی چھٹی۔ پھر ایک قوم کے خون و دوسری قوم کے ذمہ چلے آتے تھے اور شیپوں تک ہلا لیا جاتا تھا۔ جہاں یہ بے امنی ہو وہاں ترنی کیسی؟ کیسی بھردی کیسا اتفاق۔ قسوت اس درخڑ بھگئی تھی کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔ نفس پرستی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی مدخل کو اپنے تصرف میں لایا کرتا تھا۔ زنا کا بازار گرم تھا۔ شراب کے در چلتے تھے۔ قمار بازی کا چرچا تھا۔ گانے بجانے کا مشغلہ ہوتا تھا۔ قنینہ (یعنی کنبوں) کے جھنڈی دار بھی ان شرمناک ہوسبازیوں کے چپکے تھے جہاں امیر شریف علانیہ جاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ انسان ان کی صحبت میں علم مجلس سیکھ جاتا ہے آدمیت اور زندہ دلی آجاتی ہے۔ چال چلن ایسا بگڑا تھا۔ مذہب اور بھی اتر تھا۔ رسم و رواج کے پابند پرانی لکیر کے فقیر تھے۔ ہم خیال نے عجب عجب باطل معبودوں کو گرہ لیا تھا۔ ان کا خدا عیالدار تھا فرشتے اس کی بیٹیاں تھیں جن کا نخال جنوں میں تھا۔ عجب انصاف تھا خود تو لڑکیوں کے باپ بننا ذلت سمجھتے تھے مگر اس واجب العزت کے واسطے کچھ معیوب نہ تھا اپنے ہاتھ سے تابنے اور تھر کی موتیں بناتے تھے اور پھر خود ہی ان کو سجدہ کرتے تھے۔ ان کے سامنے ناپیتے کو دتے تھے نذر و نیاز چڑھاتے تھے اور ان کو جذالی کا رخانہ کا ندبڑ اور منتظم سمجھتے تھے۔ ان کا مقولہ تھا کہ ہم ان کی عبادت و تقرب الہی کی غرض سے کرتے ہیں۔ انھیں کی شفاعت سے ہماری نجات ہوگی۔ انھیں تو ہات سے ان میں عجب غریب جا ملانہ رسمیں پیدا ہو گئی تھیں مگر کبھی یہ دعویٰ تھا کہ ہم ابراہیمی دین کے پیرو ہیں۔

آخر جاہلیت کے دور ختم ہونے کا وقت آ پہنچا۔ پانچویں صدی عیسوی میں نسل انجیل کے ایک معزز خاندان فریث کو مکہ میں پورا اقتدار حاصل ہوا اور شہر کی حکومت اور کعبہ کی تولیت ہاتھ میں آگئی۔ اسی خاندان سے ہاشم کے اکوٹے بیٹے شیبہ المعروف بہ عبد المطلب کے زمانہ میں حبشیوں نے یمن سے مکہ پر حملہ کیا اور ان کے عیسائی سردار ابرہہ الاشرم نے ہاتھیوں کو لیکر خانہ کعبہ کے مسمار کرنے کا قصد کیا۔ مگر فاران کے پہاڑ سے خدا سے واحد کا جلال نکپنے والا تھا یہ روسیہ یا ج

عام الفیل

کائے کائے چلتے ہوئے پہاڑوں پر چڑھ کر آئے تھے کیا کر سکتے تھے۔ بلائے آسمانی سے خود ہی تباہ ہو گئے۔
 یہ اصحاب ائیل کا واقعہ ششمہ عیسوی میں ہوا۔ ۱۰۰۰ عیسوی کی مناسبت سے قریش نے اس سال کا
 نام "عام ائیل" رکھا اور کچھ عرصہ تک بعد کے واقعات اسی سن کے حساب سے شمار کرنے لگے۔
 حضرت عبدالملک کی اولاد میں خدا نے بڑی برکت دی۔ ان کی اٹھارہ اولادیں ہوئیں۔
 چھ بیٹیاں اور بارہ بیٹے جن میں خاص خاص حسب ذیل تھے۔ عبدالغری الحطاب بہ ابولہب عبدمنہ
 الملعب بہ حضرت ابوطالب حضرت عباس حضرت حمزہ اور حضرت عبداللہ۔

حضرت عبداللہ کی
 شادی

حضرت عبداللہ کی شادی بنی زہرہ کے خاندان میں حضرت آمنہ بنت وہب سے ہوئی۔ یہ عقد
 نہایت مبارک ثابت ہوا کیونکہ واقعہ اصحاب ائیل کے پچیس دن کے بعد ۱۲ ربیع الاول دو شنبہ کے
 دن پہلے آمنہ سے دعائے خلیل کا ظہور ہوا یعنی نور محمدی نے مجسم ہو کر ظلمت کدہ عالم میں
 قدم رکھا۔ خوب سے

پیش از ہمہ شاہان غیور آمدہ
 ہر چہ کہ آخر زلفیور آمدہ
 لئے ختم رسل قرب تو معلوم شد
 دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ
 خاندانہ کی مورثا، بس رخصت۔ بت شکن خلیل کا پوتہ لجاۃ الحق و زہق الباطل کی
 منادی کے ساتھ آپہنچا! مدائن کے شاندار ایوان کے سرنگھٹا کنگرو، سنو تھارے تاجدار
 یکے با دیگر تھوڑے ہی عرصہ میں مٹ جائیں گے اور آنکھ کے سر ہو جائیں گے!! وہ دیکھو
 نور انہی کچنے لگا۔ حقیقت کا دیباچہ گہ کا اور داغ عالم سرسبز ہو جائے گا!!

تہیہ

تہیہ کا داغ بھی کس قیامت کا داغ ہے کہ عمر بھر بنیں مٹنا۔ معصوم بچے کی بساط ہی کیا اس
 یہ غم کا پہاڑ کون ایسا ہے جو اس بھولی غناک صورت کو دیکھ کر تڑپ نہ جائے۔ تہہ کا دل کیوں نہ
 اس کے رونے سے شق ہوتا ہے ہر اس ماں باپ زیادہ چاہنے والے کا عرش اگر مل جائے

کیا شک ہے۔

قریش مکہ اصحاب اہل بیت کی بلا سے نجات پاکر مٹاش بنشاش نظر آتے ہیں مجنلوں میں خوب چل پھل ہے۔ جسے دیکھتے رہنگ رلیاں منار ہا ہے۔ مگر حضرت آمنہ شمع کی طرح گریاں بھی ہیں اور خنداں بھی پیارے شوہر کے انتقال سے جنہیں ابھی پچیسواں سال تھا اور جو اپنے اکلوتے بیٹے کی موہنی صورت دیکھنے بھی نہ پائے کلیجہ مسوس کر رہ گئی ہیں۔ مگر جس وقت اپنے مصوم بچے کی جولی صورت کو جس کی پیشانی پر خدا کا نور چمک رہا ہو دیکھتی ہیں دل کی کلی کھل جاتی ہے پھر جس وقت اس کی تیری کا خیال آجاتا ہے یحییٰ ہو جاتی ہیں اور دل ہی دل میں روتی ہیں کہ اب اس کا والی وارث کون ہے۔ مگر وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اپنے بندوں کا پالنے والا ماں باپ سے زیادہ مہربان خوب جانتا تھا کہ یہ غنچہ شگفتہ ہو کر اپنی بھینی بھینی خوشبو سے باغ عالم کو معطر کر دے گا۔

حلیہ دہائی

قریش میں دستور تھا کہ اپنے بچوں کو دایہوں کے سپرد کرتے تھے جو بچہ اسے سال میں دو مرتبہ مکہ آتی تھیں اور بچوں کو اپنے اپنے قبیلوں میں لیجا کر پرورش کرتی تھیں اور دودھ پلانے کی مدت پوری ہونے پر والدین کے حوالے کر کے انعام اکرام لیکر خوش خوش واپس جاتی تھیں۔ معمول کے موافق اس سال بھی دایاں آئیں اور گھروں میں جا جا کر بچوں کو بانٹ لیا۔ مگر حضرت آمنہ کے یہاں کون اتنا یتیم کی پرورش میں نفع کی کیا امید تھی۔ مگر یہ کون جانتا تھا کہ یہ معصوم وہ یتیم جو جسکی قیمت دی خوب جانتا ہو جس کے دست غیب میں زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں ہیں۔ یہ دولت نبی سے کے قبیلے کی ایک غریب بدوی عورت کے نصیب کی تھی جس کا نام حلیمہ تھا۔ اس خوش نصیب کو جب کوئی نہ ملا خالی ہاتھ گھر جانا گوارا نہوا۔ حضرت آمنہ کے گھر آئی اور اس یتیم کو گود میں اٹھالیا اور پیار کرتی ہوئی اپنے شوہر کے پاس قافلے میں لے آئی۔

حلیہ کو جس وقت سے یہ خدا داد دولت ملی مگر بھگ گیا۔ رحمت اپنے سامنے میں برکت کو ستارہ لائی اور نعمت کا دسترخوان چن دیا۔ وسعت کا دروازہ کھل گیا اور سعادت نے مبارک باد دی اور ان قدموں کی برکت سے نعمتوں کا بہن برس گیا۔

جب رضاعت کی مدت پوری ہوئی علیمہ کو کئے آکا پڑا۔ گردل کسی طرح سے نہیں چاہتا تھا کہ اُس پیارے معصوم کو جد لکرے۔ خدا نے آپ کی صورت ہی ایسی دلکش بنائی تھی کہ جس نے ایک نظر دیکھا اور صل علی، پڑھنے لگا۔ راستہ بھر علیمہ ہی دعا مانگتی آئی کہ اُمّی یہ لعل بے بہا مجھ سے ابھی نہ چھینے۔ کچھ دن تو اور اس پارہ جگر کو کیلجے سے لٹکائے ہوں علیمہ نے یہ الفاظ کچھ ایسے درد اور بے بسی سے ادا کئے کہ اُس کی دعا قبول ہو گئی۔ انسان جب ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے۔ اسباب کا سنا ٹوٹ جاتا ہے عقل کی طاقت جواب دیتی ہے۔ نا اُمید می دل پر چھا جاتی ہے اُس وقت قلب بس اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جو اسباب کا مسببِ عقول کا خالق اور مضطر کی دعا کا مجیب ہے۔

علیمہ مکہ چھوٹی اور حضرت آمنہ کے گھر گئی کہ اس امانت الہی کو سوپ دے مگر کس طرح۔ اُس ایسے ہی پس منظر کے وقت نقد جان سپرد کرتے ہیں حضرت آمنہ نے دایہ کی یہ محبت دیکھ کر اور بیٹہ نہ کر کہ لکڑی آب و ہوا اس وقت خراب ہے اپنے دل پر جبر کر کے کچھ دن اور اپنے نورِ نظر کی ممانعت کر کے راکر نامناسب جانا علیمہ اجازت پا کر پھولی نہ سہانی اور سہنی خوشی اس روح رواں کو جس کی جان کی قسم خالق اس وجہ نے کھائی ہے پھر ساتھ لیکر گھر آئی اور گویا دوبارہ زندگی پائی پانچ برس کے سن تک وہ نور مجسم علیمہ کے گھر کا چراغ رہا جس کی روشنی سے آنکھوں کو نور اور سینہ کو ضرور ملتا تھا۔ آخر وہ دن آگیا جب علیمہ کو اس جان عزیز کی بدائی گوارا ہی کرنا پڑی اور حضرت آمنہ کی رشتاقی آنکھیں اپنے قرۃ العین کے دیدار سے روشن ہو گئیں۔ ماں کی محبت کا کیا پوچھنا جو چین ماں کی گود میں ملتا ہے اُس پر دنیا کی تمام راحتیں قربان۔ دامنِ ماد و خدا کی رحمت کا ساہبان ہے۔ اس کی الفت کا جوشِ خالی کا نبات کے حکیم و رحیم ہونے کی سچی دلیل ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جس کے شکر بجالانے کے صلے میں جنت نصیب ہوتی ہے۔ بیشک بہشت ماں کے قدم کے نیچے ہے۔

ایک ہی سال گزرنے پایا تھا کہ اُس معصوم پردہ دہری اور سخت مصیبت ٹوٹ پڑی۔ حضرت آمنہ اپنے بخت جگر کو لیکر اپنے عزیزوں سے ملے کہہ کر سے قریب گئیں ایک مہینہ رہ کر

حضرت آمنہ اور حضرت
عبدالعلیٰ کی وفات

واپس آ رہی تھیں کہ مقام ابوالیس رطت فرمائی۔ اللہ اللہ اس مقدس شہیم کی اس وقت کیا حالت ہوگی
بس وہی سمجھ سکتے ہیں جنھیں اس لاد اور دوسے آشنا ہونا پڑا ہی۔ انھیں کے شکستہ دلوں سے فَا لَمَّا
اَلْبَيْتِمْ فَلَا تَهْجُرْکِی دِل ہلا دینے والی تفسیر سننا چاہیے۔ حضرت عبدالمطلب نے جس وقت یہ جاننا
حادثہ شناسنایت معلوم ہوئے۔ اس معصوم شہیم کو کیلجے سے لگایا اور نہایت شفقت سے پرورش کرنے
لگے۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ہر گھڑی دُجوئی کی فکر میں رہتے تھے جو انفرگ بیٹے کا نام
نشان میں یہی ایک معصوم تھا جس کے سر سے پچپن ہی میں ماں باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ اب جو کچھ
تھی جد امجد ہی کی شفقت تھی مگر وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ رہی۔ ابھی نویں ہی برس میں نام خدا
قدم رکھا تھا کہ دادا نے بھی سفر آخرت اختیار کیا اور داغ پر داغ نصیب ہوا وہ پاک دل شکستہ
تھامی اور بھی چور ہو گیا۔

حضرت عبداللطیف کی وفات کے بعد وصیت کے موافق حضرت ابوطالب اس وصیت کی پرورش
کے فیصل ہوئے۔ ایک دو حقیقی چچا ہونے کی محبت و دوسرے وصیت کی تعمیل اور تیسرے واجب الرسم
بجسے کے پسندیدہ حرکات و سکنات کے اثر نے ان کو ہمہ تن اس کا ورثہ میں مصروف کر دیا۔ مگر اس
زمانہ میں پڑھنے لکھنے کا چرچا عرب میں بہت ہی کم تھا۔ شہسواری نیزہ بازی شعر و شاعری کا
مشغلہ رہتا تھا۔ ایک دوسرے پر فخر کرنے کی غرض سے اپنے خاندان کے شجرے اور کارنامے یاد کئے
جاتے تھے۔ خوابوں کے تفسیر دینے اور ستاروں کی چال سے غیب کا حال بتانے کا بھی چرچا تھا اور اس
طرح علم انسا کے ساتھ کائنات کا بھی زور تھا حضرت ابوطالب نے اپنے تیسرے بھتیجے کی پرورش بہت شفقت
سے کی مگر لکھنا پڑھنا کیا ہو سکتا تھا۔ ان پڑھ و قوم میں نشو و نما ہوئی تھی لیکن اگر اس مقدس تیم کی
تعلیم نہ ہوتی کیا برج تھا۔ عالم الغیب کتاب عالم انکھوں کے سامنے کھول دی تھی۔ طلب سلیم مطالعہ
میں مشغول تھا اور سیدہ علم لدنی سے معمور۔

جلد سورۃ العنکبوت میں عن نقالی ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَا كُنْتُ بِمَنْزِلِ مَنْ يَكْتُبُ كِتَابًا وَلَا يَخْطُوهُ بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ اِذَا لَا رَأْيَ الْمُبْطِلُونَ (اور نہ تمنا تو پڑھنا پہلے اس سے کتاب پڑھ کر کھنکھاتا تو نے اپنے اپنے جاننے والے کے لئے ہوئے)۔

سفر شام

دنیا بھی عجب کارواں سزا ہی جہاں قافلوں کی ہر وقت آمد و رفت لگی رہتی ہے۔ اس کے دونوں در کسی گھڑی بند نہیں ہوتے۔ ملک عدم سے آنے والے جب چاہتے ہیں منہ اٹھائے بے کال چلے آتے ہیں۔ اور اسی طرح شہر خموشاں کو جانے والے جب دم ابھالے پھندے آنکھ بند کر کے چل کھڑے ہوئے کچھ روک ٹوک نہیں۔ قافلے والے بھی عجب لوگ ہیں کہ نہ اپنا حال بیان کرتے ہیں نہ اپنے ملک کی کیفیت۔ آنے والوں سے پوچھتے کیوں جناب کہاں سے آنا ہوا؟ اسم شریف؟ مناج مبارک؟ مگر حضرت کا مزاج ہی نہیں ملتا۔ کچھ جواب ہی نہیں دیتے۔ بلکہ ہلک کر رو رہے ہیں خدا جانے کس کی یاد تازہ پاتی ہے۔ جانے والوں سے اگر دریافت کیجئے قبلہ کدھر کا غم ہو کس نے طلب فرمایا ہے؟ ہم کبھی تشریف لائے گا؟ مگر مدے برنخواست گویا دیواروں سے باتیں کر رہے ہیں۔ خیر یہ لوگ نہ بتائیں نہ سہی مگر تارنے والے تازہ جاتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو یہ لوگ خود ہی نہیں جانتے کہیں کیا۔ آنے والے خود فراموش کیا بتائیں مگر انداز کے دیتا ہے کہ ع

عدم سے جانب ہتی تلاش ید میں آئے

جانے والے دم بخود کہ معاملہ کیا ہے مگر بیچارے حق بجانب ہے

کس نہشت کہ منزل لگہ مقصود کجاست ایں قدر بہت کہ بانگِ جر سے می آید

ملک عدم اور شہر خموشاں کا کچا چٹھا اگر معلوم نہوا نہ سہی یہ دنیا کا دائرہ عاقبت اندیشوں کے نزدیک تجارت کی منڈی منور ہے جہاں فانی اور باقی دونوں قسم کا بوپار ہوتا ہے۔ کھوٹا اور کھرا مال ساتھ ساتھ بچتا ہے مگر اس کی پہچان آسان نہیں کسی کو نفسِ امارہ کا دلال، متلعغ غرق و لا کر ٹھکا دیتا ہے اور حسیۃ الدنیا والآخرۃ کا مصداق بنا دیتا ہے اور کسی کو عقلِ معاد کی ساکھ حیاتِ طیبۃ سے مالا مال کر دیتی ہے جس کے سبب **وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقٰی** کی بشارت ملتی ہے

لہ ظہیرِ حیاتِ طیبۃ دُپارہ ۱۴ سورہ نمل ۱۷ یعنی آخرت دنیا سے کہیں تیز اور زیادہ پامدار ہے سورہ مائدہ

اہل عرب کی
تجارت

اہل عرب نے دنیا کی اس تجارتی منڈی میں جہنیت سے بہت کم فروغ حاصل کیا تھا۔ ان کا لین دین محدود تھا۔ ”شداد کی جنت“ کی سرزمین سے ادیم اور برد طائف اور نخلہ سے غلہ اور میوے ارض نہام اور میدان نجد سے سنار اذخر اور بخور یہ سب چیزیں اونٹوں پر لدر لدر ملک شام کو جاتی تھیں، جہاں سے روم اور عجم کے تھیں ریشمی کپڑے عمدہ عمدہ ظروف اور نادر ہشیا لائی جاتی تھیں۔ شہر مکہ مذہبی اور تجارتی دونوں حیثیت سے مرکز تھا۔ قافلوں کی آمد و رفت اسی طرف سے ہوتی تھی یہاں کے باشندے خود بڑے بڑے تاجر تھے۔ ان کے کارندے دور دور پھرتے تھے اور ان کا گھر بھر دیتے تھے خشکی کے سفر میں یہ لوگ بہت مشاق تھے مگر سمندر کے نام سے کانپتے تھے۔ مشہور سیاح مصر عروا بن العاص نے سمندر کی عجیب و غریب تعریف جس سے فاضل عربی طبائع کی جھلک پائی جاتی ہے بیان کی ہے کہ ”سمندر ایک بڑا بھاری حیوان ہے جس پر احمق آدمی اسی طرح سوار ہو کر چلے ہیں جس طرح لکڑی کے بڑے کندوں پر کیڑے“ ان کا سمندر کو چھو کر تھار گستان تھا جس میں باد صحر کے طوفان قیامت بپا کرتے تھے ریگ رواں کے بھنور ہلاک کرتے تھے۔ ان کا جہاز ان کا پیارا اونٹ تھا جو اس ہولناک متلاطم سمندر میں ان کے واسطے سفینہ نجات تھا اسی کی پشت پر ان کو سیر کرنا پڑتا تھا (الاحزض کے عجائبات نظر آتے تھے اور اسی کے سہارے پر ان کا بیڑا پار لگتا تھا۔

اس محدود بیرونی تجارت کے علاوہ ملک میں چار بڑے بازار تھے عکاظہ، ذوالحجاز، مجنہ اور جاشہ جس میں سب سے زیادہ شور و سوز تھا جو نخلہ اور طائف کے درمیان فتن کے بق و دق میدان میں ذلیقہ کی پہلی سے بیسویں تاریخ تک لگا رہتا تھا۔ یہ گویا عجب کا اگلیا تھا۔ ایک طرف لین دین ہوتا تھا، ایک طرف کھیل تماشے، شاعری کو لطیف فن میں نام پیدا کرنے والے اپنا زور سخن ہمیں دکھاتے تھے جس کے واسطے یہاں شور و مرجا بلند ہوا اس کی سارے ملک میں ہجوم مچ گئی۔ جس نے یہاں ٹھوکر کھائی وہ گویا گناہی کے گڈھے میں گر گیا۔ یہاں ہر بواہوس کا سن پڑتا تھا۔

قدیم یونانیوں میں ایک مشہور سالانہ میلہ ہوتا تھا جہاں ہر فن کے لوگ جمع ہو کر اپنے اپنے جوہر دکھاتے تھے ۱۲

بازار عکاظہ

نہ تھا بلکہ صرف مد اہل نظر کی آبرو ہوتی تھی۔ اسی سبب ان کا نام اب تک مشہور ہے۔ یہ لوگ
و جدائی کینیتوں کے سچے معترف تھے۔ ان کی مدح اور ذم ایک مصفا آئینہ تھا جس میں حسن و قبح کا پورا
عکس صاف نظر آتا تھا۔ ان کے معرکہ آرا رجز، دلدلا زمرنیہ، بلند اور پر مٹنے قصیدے سچی شاعری
کی جتنی جاگتی تصویریں ہیں بسبب معلقہ جن پر قبولیت عام کی مہر لگ گئی تھی آسمان سخن کے
سید سارے تھے جو بس اسی وقت غروب ہوئے جب ایسا آفتاب عالیا طلوع ہوا جس کا نور
تَنَزَّلَ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ کی روشن آیت سے چمکتا ہے۔

غرض کہ ایک طرف شعرا کا بازار گرم رہتا تھا اور ایک طرف کامنوں کا ہنگامہ بپا ہوتا تھا
ایک اپنی مقفلے نظیں سن کر خوشی اور غم کا سین کھینچ دیتا تھا اور دوسرا اپنی مسجع عبارتیں پڑھ کر امید
اور بیم کا موقع پیش کر دیتا تھا۔ کسی طرف گانے بجانے کی محفلیں آراستہ ہوتی تھیں جہاں لولیانِ عمر
اور مرد و شانِ روم اپنے عیش پرست ملکوں کی تہذیب کا سین کھینچ دیتی تھیں۔ کہیں عشق کے مانیلا
دیوانا کے پوجاری بتان سنگ ل کی پرستش کرتے تھے اور کہیں عقل کے اندھے پتھر کی مورتوں کو
سجدہ کرتے تھے۔ بازار کیا تھا ایک طوفان تھا جہاں ان بدستوں کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ خون کی ندیاں
بہ جاتی تھیں۔ اگرچہ یہ مجمع شہر حرام میں ہوتا تھا جس میں جنگ و جدال کی سخت ممانعت تھی لیکن چونکہ
طبیعتیں جنگ جو واقع ہوتی تھیں بات بات پر بگڑ جاتے تھے۔ انکی زبانیں ان کے قابو میں نہ تھیں
جس کے زخم ایسے گہرے ہوتے تھے کہ بھرا ناکھل تھا جی جیسے

جراحات السنن لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

نیزے کے زخم بھرتے ہیں مگر زبان کے زخم نہیں بھرتے۔

فجاری کی چاروغوار لڑائیاں جو اس بازارِ عکاظ میں ہوئیں اسی زبان کی بدولت تھیں پڑیں
اور بنی کنانہ ایک جانب تھے اور بنی ہوازن دوسرے جانب۔

پہلی لڑائی بس اس بات پر ہوئی کہ بدینِ موثر غفاری نے اس بازار میں ایک محفل ترتیب

لے جس کو پردہ کار علم نے چھٹا مارا۔ سورہ واقعہ پارہ ۷

فجاری کی چاروغوار
لڑائیاں

دی جس میں اپنے قبیلے کے کارنامے بڑے فخر کے ساتھ بیان کرنا شروع کئے۔ ایشائے تقریب میں اس نے جوش میں آکر اپنا ایک پاؤں پھیلا دیا اور پکار کر کہا اَنَا اعزُّ الْعَرَبِ جس کو اس میں شک ہو وہ میرے سامنے آئے اور میرے اس پاؤں پر تلوار مارے۔ اس تفاخر کو سن کر ایک مہملے بہادار کو تاب نہ رہی جھٹ اپنی جگہ سے کود کر اس کے زانو پر تلوار مار کر زخمی کر دیا۔ اس پر بدر کے غریزہ جو تاروں کی طرح اس کے گرد تھے مارنے والے پر ٹوٹ پڑے اور اس کو پارہ پارہ کر ڈالا مقتول کی قوم پستکدغاریوں پر پڑھ دوڑی پھر کیا تھا جس کا جس سے سلسلہ تھا وہ دوڑ پڑا اور سخت محرکہ موہنزاروں کا کھیت ہمالیہ بازار خون سے لالہ زار ہو گیا۔

دوسری لڑائی یوں ہوئی کہ ایک عورت بنی عامر کی اسی بازار میں بیٹھی تھی۔ ایک توشی جو ان نے اس سے دل لگی کی۔ بیچاری عورت نے اپنی قوم کو پکارا۔ بنی عامر بتیار لیکر دوڑ پڑے اس جوان نے جب یہ رنگ دیکھا سمجھا کہ اب جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ جھٹ اپنی قوم کو آواز دی اور آٹا فانا دونوں گردہ رفع شر کے عوض دست و گریبان ہو کر تلوار سے لڑنے لگے اور جانسی غریزہ جس اس بازار میں مفت کھونے لگے۔

تیسری لڑائی کی وجہ یہ ہوئی کہ بنی کنانہ کا ایک مرد بنی عامر کے ایک شخص کا قصداً تھا مگر کسی طرح ادا نہیں کرتا تھا۔ آخر اس بازار میں عامری نے مقروض کو سخت پکڑا اور گالی گلوں پہونے لگی۔ بہت بڑھتے یہ نوبت پہونچی کہ دونوں آدمیوں کی قومیں آپس میں گتھ گتھیں اور جی تو کر لیں جب بیشا رجانون کی نقدی خوب کھو چکے تب عبد اللہ بن جدعان جو اس وقت قریش کا سردار تھا سامنے آیا اور قرضہ اپنے ذمے اُتار کر جنگ کا خاتمہ کیا۔

چوتھی لڑائی اس بنا پر ہوئی کہ نعمان بن منذر بادشاہ حیرہ جو ساسانی سلطنت کے سایہ میں سرسبز ہوا تھا ہر سال تجارت کی غرض سے اپنا کارواں کسی مقتدر سردار عرب کی حمایت میں اس بازار میں بھیجا کرتا تھا۔ ایک سال قافلہ کی روانگی کے وقت اس کے دربار میں کنانہ کی قوم کا ایک شخص براض نام اور ہوازن کے قبیلے کا ایک آدمی سمسی عدو الرجال دونوں موجود

تھے۔ براض نے کہا کہ میں بنی کنانہ کا ذمہ دار ہوں کہ اس کا ررواں کو امن و امان کے ساتھ گزرجانے دینگے، بادشاہ نے کہا کہ مجھے ایسا شخص چاہئے جو اہل نجد اور باشندگان تہامہ دونوں کا ذمہ دار ہو۔ اس پر عودہ بول اٹھا کہ حاکم کی خاطر سے میں دونوں قوموں کا ذمہ لیتا ہوں۔ براض نے اپنی کسرشان کے لحاظ سے عودہ سے پوچھا کہ کیا تو میری قوم کا بھی جو تہامہ میں آباد ہے ذمہ لیتا ہے۔ عودہ نے مفاخرت کے طور پر جوابے یا کیوں نہیں بلکہ اہل باد یہ کا بھی ذمہ دار ہوں۔ براض اب بدل لینے کے جوش میں کارواں کے پیچھے پیچھے چلا اور تاک میں لگا تھا کہ موقع پا کر اپنے ذلیل کرنے والے کو خاک میں ملادے۔ ایک منزل میں عودہ شراب پیکر غافل ہو گیا۔ براض موقع پا کر اس کے سر پر تلوار لیکر پہنچ گیا۔ عودہ نے یہ حال دیکھ کر قسم دلائی کہ مجھے چھوڑ دے میں نے صرف غلطی سے وہ بات کہہ دی تھی اب میری خطا معاف کر۔ مگر براض نے ایک نہ مافی اور اس کا سر کاٹ ڈالا۔ یہ خرب بازار عکا ظ میں پہنچی ہوا زن پوش میں اٹھ کھڑے ہوئے اور بنی کنانہ پر چڑھ دوڑے۔ بنی کنانہ بھی کسی سے دبے والے تھے لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے اور ان کے ساتھ قومی حمیت کے لحاظ سے شریک ہو گئے اور پچھ دن تک سخت معرکہ رہا۔ ایک خون کے عوض جس کا بدلہ قصاص بادت سے لے سکتے تھے ہزاروں آدمی جہالت کے ہاتھوں تلوار کے گھاٹ اتر گئے اور کسی نے اُن کی گرا ایک چودہ برس کے ”دراہ نیم ماہ“ نے جو آئندہ رحۃ للعالمین کے پیارے لقب سے دنیا میں مشہور ہونے والا تھا۔ آپ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ اس بازار میں تشریف لائے تھے اور اس خونخوار معرکہ کو دیکھ کر عرب کی اتر حالت سے متاثر ہوئے۔

عبدالمطلب کی وفات کے بعد مکہ کی امارت بنی ہاشم کے ہاتھوں سے بھٹکر انکی بنی اعمام اور دوسرے قبیلہ کے گروہوں میں منتقل ہو گئی تھی۔ قصی بن کلاب قریشی کی اولاد سے دئل سردار منتخب ہوتے تھے جن کو ”شریف“ کا لقب ملتا تھا۔ سردار وہی لوگ ہوتے تھے جن کا ان کے گروہ میں عمار اور اقتدار کے لحاظ سے زیادہ خیال کیا جاتا تھا۔ اس منتخب جماعت کے فرائض ہر ایک

کو کی حکومت کا طرز

لے ماخوذ از تذکرۃ الخوہن

کے واسطے جدا گانہ تھے۔

رفادہ۔ یعنی صدقات سے حاجت مندوں کی امداد۔ یہ خدمت حضرت ابوطالبؑ کے سپرد تھی۔
وسیت۔ یعنی خوں بہا۔ اس کا انتظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حضرت ابو بکرؓ کے سپرد تھا۔

سقاہ۔ یعنی چاہ زمزم کی تولیت۔ یہ خدمت حضرت عباسؓ عم رسول اللہؐ کے سپرد تھی
لوا۔ یعنی علم ہزاری۔ اس کا تعلق حضرت ابوسفیانؓ سے تھا۔
سفارت۔ یعنی خارجی اور باہمی تھینوں کا فیصل کرنا۔ یہ کام حضرت عمرؓ کے سپرد تھا۔
جسابہ۔ یعنی خانہ کعبہ کی کنجیوں کی دار ونگی۔ یہ خدمت فتح مکہ کے وقت حضرت عثمانؓ بن طلحہ کے سپرد تھی اور اسی خاندان میں رہی۔

ازلام۔ یعنی تیروں سے فال نکالنا جس کسی کو کچھ مهم پیش آتی خادم ازلام کے پاس
 سود ہم لیکر جاتا اور اپنی حاجت بیان کرتا۔ خادم سات بے پر کے تیروں کے
 ذریعہ سے سہل بہت کا نام لیکر فال دیکھ دیتا۔ یہ کام بنی امیہ کی سپرد تھا۔ وغیرہ
 عبدالمطلبؑ کے بعد ان کی اولاد کا وہ اقتدار نہ رہا جو ان کی حیات میں تھا۔ ایک تو بنی ہاشم کی
 فیاضی اور سخاوت مشہور تھی دوسرے سقاہ اور رفادہ کی ایسی خدمات تھیں جن میں غریبوں
 مسکینوں زائرین اور مسافروں کی خدمت کرنا پڑتی تھی خلیقی مروت اور فراخ حوصلگی کے باعث
 آمدنی سے زائد خرچ ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ حضرت ابوطالبؑ کو عسرت محسوس ہونے لگی۔ آب زر
 پرست طبعیت ان سے کھینچے گیجیں اور بنی امیہ کی جو پہلے سے بنی ہاشم کے رقیب تھے بن آئی
 حضرت ابوطالبؑ کو دقتوں سے سامنا پڑنے لگا، مگر اپنے قیمتی بھتیجے کی دیکھائی میں کسی نہ کی بیڑ
 برس اسی طرح گزر گئے۔ اس درمیان میں اس برگزیدہ الہی نے اپنے اوصاف حمیدہ سے پگھلاؤ
 بیگانے سب کے دلوں میں گھر کر لیا۔ آپ کے تقویٰ و طہارت نے لوگوں کو گرویدہ کر لیا اور ہر شخص
 یہی کہنے لگا کہ جس کسی کو جو ان صلح دیکھنا ہو وہ ابن عبد اللہؐ کو دیکھے۔

حضرت ابوطالب نے آپ کو اب تجارت میں لگانا چاہا مگر سرمایہ کی کمی سے متفکر تھے کہ خیال آیا کہ اس شہر میں ایک متمول شریف بیوہ متدین آدمیوں کو اپنا مال دیکر تجارت کرنے کو بھیجا کرتی ہے جو کچھ نفع ہو اس میں نصف نصف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا تذکرہ آپ سے کیا۔ آپ آمادہ ہو گئے اور حضرت خدیجہ بنت خویلد سے اپنا عندیہ ظاہر کیا۔ ان نے بکھرتی بی بی نے جنس سرکا احدیت سے ام المومنین کا لقب ملنے والا تھا بطیب خاطر قبول کیا اور مال تجارت حاضر کر کے اپنے غلام میرہ کو آپ کے ہمراہ کر دیا۔

سفر شام

یہ پہلا موقع تھا کہ آپ سفر کو نکلے۔ قدرت کی کتاب آنکھوں کے سامنے مکمل گئی اور دیدہ خدا میں نے امرض اللہ و سعۃ لکے نورانی تحریر جو خط غبار میں لکھی ہوئی تھی ملاحظہ فرمائی وہ رات کا سفر جس میں ستاروں کی قیامت تک پلنے والی گھڑی وقت بتانے کو پیش نظر رہتی تھی وہ ساربانوں کی خوش آہنگ صدی جو اونٹوں کو مست کر کے شکل آسان کر دیتی تھی وہ چاندنی رات کی بہاریں وہ نسیم سحر کی مستانہ ادائیں وہ پیدہ صبح کی ہلکی ہلکی روشنی وہ مناظروں عرب کی مشرق میں جلد سے رونمائی وہ فن و دق میدان وہ چکدار رگیستان وہ سراب کے دھوکے بازیاں وہ ام غیلان کی بے مریاں وہ دوپہر کی گرمی سے سجا بچکا وہ دونوں وقتوں کا ملنا اور گلابی شوق کا پھولنا ایسا نظارہ تھا جس نے آنکھوں آنکھوں میں بہت کچھ کندھا اور جلوہ قدرت کا تماشا دکھادیا۔ خوب ۵

لے تماشہ گاہ عالم رو سے تو

تو کجا بہر متاشا میروی

الغرض آپ نے اس کام کو ایسی عمدگی سے سر انجام دیا کہ لوگوں میں آپ کی اخلاقی خوبیوں کے

۱۵ قصہ ہجر ازب اور آنحضرت ابوطالب کے ہمراہ شام کو جانا بخاری اور سلم میں مذکور نہیں ہے

اس نے چہ نے اس کا بے خاج کر دیا جو ترمذی اور بعض محدثین نے اگرچہ یہ روایت نقل کی ہے لیکن وہ معتبر نہیں ہے

کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ابوطالب نے آنحضرت کو ابو کثر اور ہلال کے ہمراہ شام سے واپس کر دیا حالانکہ ہلال اس وقت

ہجری میں نہیں ہوئے تھے اور ابو کثر و ہلال آنحضرت سے چھوٹے تھے ۱۲

ساتھ دنیاوی معاملات میں لیاقت اور خوش سلیقگی کی ثبوت ہو گئی۔ آپ کے تقویٰ اور طہارت کے ساتھ دیانت اور امانت کی تعریف ہونے لگی اور سب وقت کی جگہاں سے دیکھنے لگے۔ بیشک آپ کی ذات بابرکات ہمہ صفت موصوف تھی۔ انسانی کمالات کے آپ جامع تھے۔ دنیا میں رہ کر خلقِ خدا سے کچھ کام نہ رکھنا اور اپنے قہر کی خیر منانا ہمت والوں کا کام نہیں اور اسی طرح دنیا کے کجیزوں میں بچیں جانا اور سامانِ معاد کی کچھ فکر نہ کرنا عاقبت اندیشوں کا شیوہ نہیں بلکہ اس گہرے دریا میں بچاؤ کر کسی کو سہارا دینا کسی کو ابھارنا کسی کو ہمت دلانا اور کسی کو ساتھ کھینچ کر اُس پار پہنچانا اعلیٰ درجے کی شتاوری ہے۔ ایسا پرک کون ہو سکتا ہے۔ بس وہی جس نے معرفت کے بحرِ ناپیدائنا میں غوطے لگا کر مدِ صراطِ مستقیم، کا انمول موتی نکال لیا ہو۔ جس نے غانی لذتوں پر مٹ جانے والوں کو خیر الزادۃ للتقویٰ کی دعوت دی ہو اور ساتھ ہی خشک مزاج زاهدوں کو لا رِہْبَانِیَّةَ فِی الْاَسْوَءِ کَاصْلَا سے عام دیا ہو۔ جس نے ایک طرف بندگانِ خدا کو اَلْکَاسِیْبِ حَلِیْبِ اللہ کے راستہ پر لگا کر اہلِ حلال کے دروازے کھول دیئے ہوں اور دوسری طرف طالبانِ مولا کو عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَالْبِیْہِ اَنْیْسِ کی سخت گھاٹی سے پار کر کے رضا و تسلیم کے دارالامن میں پہنچا دیا ہو بیشک ایسی معیت بس آپ ہی کی ذات مقدس میں تھی صحیح ہے ۵

انچہ خواہاں ہمہ دارند تو تہنا داری

غرضکہ شام میں آپ نے مالِ تجارت فروخت کر کے بہت کچھ نفع کمایا اور جلد واپس تشریف لائے۔ جس سفر کی ابتدا اور انتہا نیک ہوتی ہے بیشک وسیلہٴ نفع موتا ہے۔ دوسرے کا وقت

۱۵ پر ہیزگاری سے عہدہ توڑ ہے ۱۱

۱۶ اسلام میں رہبانیت (جوگ) نہیں

۱۷ پیشہ ور خدا کا دوست ہے ۱۲

۱۸ اسی پر بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع ہے ۱۱

حضرت خدیجہؓ کی
خوبوں پر پیشینہ
ہو کر وعدہ کرنے پر
طیلا رہتی ہیں

تھا وہ چمکتا ہوا آفتاب جس پر خدا کی رحمت سایہ کئے ہوئے تھی اپنے وطن واپس آ رہا تھا۔ اُس وقت حضرت خدیجہؓ چند عورتوں کے ساتھ اپنے بالا خانے پر جلوہ فرما تھیں۔ اس نئی تجارت کے تذکرہ ہو رہے تھے اور آپ ہی کا ذکر خیر تھا کہ ناگاہ آپ کا ناظر آیا حضرت خدیجہؓ نہایت خوش ہوئیں پھر جس وقت کامیابی سفر اور نفع کثیر کا حال سنا کمالِ محظوظ ہوئیں اور ساتھ ہی میسرہ کی زبانی آپ کی کفایتِ شکاری، امانت داری، خلق و مروت، جفا کشی اور پاکیزہ روی کی تعریف و تکرار آپ کی گردیدہ ہو گئیں۔ قریش کے سرداروں نے لاکھ چاہا کہ ان شریف مقول بیوہ سے عقد کریں مگر آپ کی نظریں ایک نہ بچا۔ آپ کی جو ہر شناس نگاہ نے اُس دُرِ قیم کو پرکھ لیا اور دل میں ٹھان لی کہ بس اسی کو جس کی ظاہری اور باطنی آب و تاب و دیدہ و دل کو روشن کرتی ہے اپنا سرتاج بنانا چاہئے۔ چنانچہ نفیسہ بنتِ مینہ کو آپ کے حضور میں بھیجا کہ آپ کا عندیہ دریافت کریں۔ نفیسہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور دریافت کیا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے۔ اس شاہ کو نہیں نے جواب دیا کہ میرے پاس ساز و سامان کچھ نہیں۔ نفیسہ نے جواب دیا کہ اگر کوئی شریف خیم مالدار عورت اپنا جان و مال نذر کرے پھر بھی آپ کو کچھ عذر ہوگا۔ اس مجبوسہ دو جہاں نے فرمایا ایسا کون ہے۔ نفیسہ نے کہا میں خدیجہؓ بنتِ خویلد کو راضی کرتی ہوں حضرت خدیجہؓ نے جس وقت بحالِ نابوشِ مسرت سے باغِ باغ ہو گئیں اور قبول کر لیا۔ عقد کی تاریخ متعین ہوئی۔ ابوطالب، عباس اور حمزہ رضی اللہ عنہم اس حبیبِ الہی کو اپنے ساتھ لیکے لے گئے۔ حضرت ابوطالب نے اور آدھ سے درقہ بن نوفل حضرت خدیجہؓ کے بچازاد بھائی نے خطبہ پڑھا اور سارے بارہ اوقیہ سونا مسندہا۔ نکاح ہو گیا اور ہر طرف خوشی کی دھوم مچی۔

الامین

یونان کے مشہور حکیم ارسطوؒ کا قول ہے کہ انسان مدنی بطبع پیدا کیا گیا ہے بیشک

۱۰ ۱/۲ اوقیہ سونے کی نیت الامین سے ملتا ہے جو کہ درجہ امتیاز ہے ۱۱

انسان کامل

عقول عشرہ کے خالق نے اس کے خیمہ میں جو ہر انسانیت داخل کر دیا ہے۔ اس کی صورت واجب الوجود نے اپنی عظیم المثال صورت پر بنائی ہے اور تَفَكُّتٌ فِیْہِمْ سُرُوحِی کے خلعت سرفراز کیا ہے اسی واسطے جس وقت پیشگاہ قدم سے عالم حدوث میں قدم رکھتا ہے خلیفۃ اللہ ہو کر آتا ہے۔ اس کے عالم صغیر میں تکوین و ایجاد کے عجائبات بھرے ہوئے ہیں۔ اگرچہ عناصر کی چار دیواری میں اس کا نفس ناطقہ محصور ہے مگر اس کی سیر و سیاحت کے واسطے راستہ کھلا ہوا ہے۔ اس کے لئے ایک طرف ترقی کا زینہ لگا ہے کہ اگر محبت باندھے تو توفیق کی مضبوط نورانی رستی کا سراپا کر بام آسمان پر پہنچ جاتا ہے اور دوسری طرف تنزل کی کڑی لگی ہے کہ اگر شیطانیت نے زور باندھا تو ضلالت کے آگے پہنچنے کی گندھی کھول دی اور یہ ناعاقبت اندیش لذت کھلتا ہوا سر کے بل تحت الثریٰ میں گر پڑا۔ ایک طرف عقل کا اشتراقی حکمت الہی کی تعلیم دیتا ہے اور دوسری طرف اپنی جان پر ظلم کرنے والا نفس شیطانی شگفتہ سے سیکر کر تباہ کرتا ہے۔ آہ کیا نازک معاملہ ہے غضب کی کشمکش ہے قیامت کا سامنا ہے الہی تیری پناہ کیا دشوار راہ ہے کیسی کٹھن منزل ہے۔ کیسا خطرناک سفر ہے۔ بہاروں کے پتے پانی، عقلا حیران، حکما پریشان، علما لرزان ۛ

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنین حاکی
کجا و اندھ حال ماسبکساران سا حلما

ایسی حالت میں جبکہ دنیا کے عین میں بھول کم اور کانٹے بہت ہیں مرغبان مرغ زندگی بسر کرنا آسان نہیں۔ اس دریا میں جبکہ سب ایک ہی عمر رواں کی کشتی میں سوار ہیں ایک ہی بادبان نفس پر بھروسہ ہے اور آخر ایک ہی طوفان خفا سے کشتی کا غرق ہونا ہے آپس کی کشمکش و جھجھکیاں کی صحبت، حادثوں کے تغیروں اور مصیبتوں کے چکولوں میں صابر و شاکر رہنا اور ہنسی خوشی کاٹ دینا بڑے طرف والوں کا کام ہے۔ واقعی حسن معاشرت عجب جوہر ہے یہی حکمت الہی کی روح ہے۔ تہذیب اخلاق کے ساتھ مذہب منزل اہدیاست مدن میں پورا آترنا کامل عمل کا کام ہے محبت یہ ہے ۛ

عالم و عابد و سونے و چاندی کے مال پر غرور نہ کرنا
ایسا عالم ربانی وہی ہو سکتا ہے جس کو حکیم مطلق نے ”سخیو گئیو“ عطا فرمایا ہو۔ جسے
معلم الاسلام نے ہشیار کی حقیقت آنکھوں سے دکھادی ہو اور جس کے سامنے مذنیۃ الحکما کا معلم
اول فضل کتب ہو جس نے عرب کی ایسی جاہل قوم کو ”حکیم الامت“ بنادیا ہو۔ بیشک آپ کی
ذات مقدس حجۃ اللہ ہے۔ آپ کی پاک زندگی اول سے آخر تک بتا رہی ہے کہ انسان کامل
یہی ہیں۔

حضرت خدیجہ جس وقت سے آپ کے جالہ نکاح میں آئیں اپنا سارا مال نقد اور جنس آپ کے
سامنے حاضر کر دیا اور سرداران قریش کو بلا کر شاہ کیا کہ اب یہ چیزیں حضور ہی کی ہیں آپ کو
اختیار ہے جس طرح چاہیں صرف کریں یہ آپ کی کمال امانت داری کا صلہ تھا کہ مالک حقیقی نے
فایز البالی عطاردی - اس مبارک عقد کے چند روز بعد اپنے اپنی کوشش سے قریش کے مختلف
قبائل کو جن کے جمہوری انتظام میں حضرت عبدالمطلب کے انتقال سے خلل آگیا تھا باہم متفق کر کے
امانت مظلوم پر آمادہ کیا۔ اس تحریک کا سبب یوں ہوا کہ ایک شخص سسی زبید مکہ میں تجارت کا
مال لیکر آیا۔ عاصم بن وائل نے جو ایک شورہ پشت امیر تھا اس کا مال خرید لیا مگر ایک جہنم دیا
اور گھر سے نکلوا دیا۔ پھر اس قریشی جماعت کے پاس جن کے سپرد پر دیسیوں کا انتظام تھا
روتا پٹیا گیا اور اپنا قصہ بیان کیا مگر ان نا انصافوں نے عاصم کے مقابلہ میں اس غریب کی ایک
نہ سنی مجبور ہو کر زبید جبل اوقیس پر چڑھ گیا اور جس وقت کہ دالے کعبہ کا طواف کرنے آئے
ہر ہر قبیلے کا نام لیکر فریاد کیا اور پردہ لبو میں اپنا دکھار دیا۔ حاضرین پر بڑا اثر پڑا اور
سب عبد اللہ بن جدعان کے دار میں جمع ہوئے۔ یہ سنکر وہ بنی نفع انسان کا سچا خیر خواہ خود مع
تہام بنی ہاشم کے اس گھر میں تشریف فرما ہوا اور سب قبیلوں نے مل کر قسم کھائی کہ ہم مظلوموں
کی مدد کرنے کے مسافروں کی حمایت کریں گے اور کسی کی حق تلفی نہ کرنے دیں گے۔ اس قسم کا نام طعنہ
رکھا گیا جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قدیم زمانے میں جرم کی قوم کے تین شخصوں نے باہم مل کر مظلوم

حلف الفضل

کی اعانت پر قسم کھائی تھی اُن تینوں جو انہم اتفاق سے فضل تھا اس لئے ان کے ایک ہی نام کے لحاظ سے حلف الہضول کہتے گئے۔ غرض کہ قریشیوں کے اس باہمی حلف سے شہر کی بد امنی ٹل گئی اور مسافروں اور غریبوں کو ظالموں سے نجات مل گئی۔ جس کسی نے وحالی وی معاً قسم کھانے والے بد کرنے کو دوڑ پڑتے تھے اور اس کی حمایت میں جان لٹا دیتے تھے۔ یہ ٹٹا خلفاء راشدین کے مبارک عہد تک باقی رہا آخر نبی امیہ کے زمانے میں جب عہد جاہلیت کا مرض پھر عود کر آیا تھا ظالموں نے اس کو توڑ ڈالا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ اس رحمت عالمیان نے قریشیوں کو اس نیک کام پر آمادہ کیا اور اُس میں شرکت کی ورنہ نزول وحی تک جس کے بعد برکات اسلام نے عالم کو معمور کر دیا اپنے کبھی ان کی جاہلانہ رسموں اور باطل معبودوں کے توبہ داروں میں شرکت نہ کی۔ مکہ کا شہر آشوب اس زمانہ میں بلا کا تھا۔ حرم کی پاک زمین خرابائیوں کی بدستوں سے خراب ہو رہی تھی اور خانہ خدا گویا میخانہ تھا۔ سب ہی موتے تھے مگر ایک باخبر صاف طینت دور سے اس تماشے کو دیکھ کر ان کی حالت پر افسوس کرتا تھا۔ وہ ساغر چشم جو بی عافان سے چھلکتے تھے وہ شیشہ دل جس میں شراب پھور جھلکتی تھی دونوں بھرتے تھے۔ ایک آنسوؤں سے دوسرا درد سے۔ کہاں کی مسرت کیسی شرکت مگر ضرورتاً سب کمال خلق سے ملنا مصیبتوں میں کام آنا اور پھر باہم بے ہمہ۔ ظاہریش شمع کی طرح محفل کی رونق مگر باطن میں ”نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ“ سے ہر دم لوگی ہوئی۔ بینک خلوت و راجن کے یہی معنی ہیں۔ لوگوں سے الگ کسی گوشہ میں ٹھیکر آگہ بند کر لیا جھگلوں اور پہاڑوں میں سب چھوڑ چھاڑ کر جو گہوں اور راہبوں کی طرح بیٹھ رہنا اس قدر مشکل نہیں ہے جقدر کہ عالم رنگ و بو میں رہ کر اشد ہی کے رنگ میں رنگ جانا اور ”اَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صُنْفَةً“ انہیں مردان خدا کی یہ شان ہے کہ ”رَجُلًا لَا تَلْمِزُهُمْ خِلَافَةٌ“

لے اور کون اچھا ہے اللہ کے رنگ سے (سورہ بقرہ پارہ ۱۴)

۱۵ ایسے جو انہم جن کو سوداگری اور بیع اللہ کی یاد سے کھیل میں نہیں ڈالتی (سورہ نور پارہ ۱۸)

آنحضرت جاہلانہ رسموں اور باطل معبودوں سے بیزار رہے

وَلَا يَبْعَثْ كُنْ ذِكْرًا لِلَّهِ انھیں کے قلوب مشکوٰۃ دین میں انھیں کی ارجح نور علی نور

مردان خدا خدا نہ باشند

لیکن ز خدا جدا نہ باشند

غافلکہ اسی حالت سے دس برس اور گزر گئے اور آپ کا سن شریف پینتیس برس کا ہوا۔ اس وقت مکہ میں ایک اور تھنہ پیش ہوا جس کو اگر آپ کی عقل سلیم فیعل نہ کرتی تو زمین حرم ہزاروں آدمیوں کے خون سے لال ہو جاتی یہ واقعہ یوں ہوا کہ کعبہ شریف کی عمارت منہم ہو چلی تھی تو شیخ نے اس کی تعمیر شروع کی۔ اس مذہبی کام میں سب قبیلوں نے شرکت کی اور کام ختم ہو گیا۔ صرف حجر اسود رکھنے کے واسطے مباحثہ ہونے لگا۔ ہر شخص ہی کہتا تھا کہ مجھے یہ نخر حاصل ہوا اور میرے ہی محلہ کی طرف اس کا رخ رہے۔ آخر یہ قرار پایا کہ علی الصبح جو شخص پہلے حرم میں داخل ہو اسی کی رائے پر عمل کیا جاوے۔ دوسرے دن فجر کو سب پہلے آپ تشریف لائے اور یہ مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر پھیلا دی اور حجر اسود کو ہاتھ میں ڈال کر ہر قبیلے کے سردار سے فرمایا کہ چادر کے کنارے تمام رہے پھر خود حجر اسود کو دست مبارک میں لیکر نصب کر دیا۔ اس طرح یہ جھگڑا اٹھ ہوا اور بات بات پر کٹ مرنے والے تڑیشیوں کا ہر شخص راضی ہو گیا اور خوش خوش گھر آیا اور آپ کی فرزانگی اور صلہ پسندی کی ہر جگہ تعریف ہونے لگی۔

معرزہ پیش اور
تھنہ کی
فرزانگی

انھیں ایام میں ملک میں سخت قحط پڑا۔ باشندگان مکہ نہایت پریشان ہوئے ہزاروں جانیں بے آب و دانہ ضائع ہونے لگیں۔ کوئی کسی کو پوچھتا نہ تھا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی تھی اس نفسی نفسی کے قیامت خیز زمانے میں رحمۃ للعالمین نے جو میدان حشر میں اُسی اُمتی بکار لگایا لوگوں کی ہمدردی اور اعانت اس درجہ کی کہ ہر ایک کے دل سے دعا نکلتی تھی۔ حضرت خدیجہ نے اپنے مال پر آپ کو پورا اختیار دیدیا تھا اپنے اس کو ایسی تجارت میں لگایا جس کا بیعانہ بہشت ہے اور رضائے خدا قیامت ہے۔ عزیز، قریب، یمین، بسکین، مسافر سب اس چشمہ فیض سے

نقطہ میں حضرت
کی نیاسی

سیراب ہونے لگے بیشک نیرات سے مال بڑھتا ہے برکت خود اپنا دست شفقت پھیرتی ہے۔
 کفایت خود انتظام کرتی ہے۔ رحمت چہرہ چاڑھ کر نازل ہوتی ہے اور سال بھر میں سحی کی فراخ دستی
 اور بخیل کی تنگ چنپی برابر ہو جاتی ہے۔ یہ عجب حساب ہے کہ بڑے بڑے سیاق و سباق جانتے والے
 چکراتے ہیں مگر فرض کے سچے محاسب سمجھ سکتے ہیں کہ یہ صرف اپنی ہی بھول ہے در نہ دیوانہ امت
 میں ایک کی جگہ دس لکھتے ہیں اور سات سو لکھ دینے میں بندہ نہیں پھر جمع خرچ میں اپنا فاضل
 کیونکر نہ نکلتے۔

غرض کہ اس قحط کے زمانے میں آپ کی داد و تحش نے بہنوں کی جان بچالی حضرت خدیجہ
 جنہیں آپ کی صحبت بابرکت میں ایثار کا سبق ملا تھا اس کا رخیر میں معین ہو گئیں اور بہت سے
 بندگان خدا کی مصیبت کٹ گئی۔ حضرت ابوطالب انہیں ایام میں خرچ کی طرف سے تنگ ہو گئے
 تھے ازل و عیال کے باعث معارف بڑھ گئے تھے یہ حال دیکھ کر آپ نے حضرت علی ابن ابی طالب
 کو جو اس وقت بہت ہی صنیعین تھے اپنی کفالت میں لے لیا اور اپنے چچا حضرت عباس سے
 سفارش کی کہ حضرت ابوطالب کے دوسرے بیٹے حضرت جعفر کو اپنی کفالت میں لے لیں۔ اس طرح
 حضرت ابوطالب کا بار ہلکا ہو گیا۔

غلاموں پر شفقت کرنا
 پہلا عملی سبق

انہیں دنوں میں آپ نے لوگوں کو غلاموں پر شفقت کرنے کا پہلا عملی سبق دیا جس سے بڑے
 والوں کے دلوں پر آپ کی محبت کا نقش بن گیا۔ حکیم بن خرام حضرت خدیجہ کے بھتیجے نے ایک بونہا
 لڑکے کو جسے اس کے قبیلے کے دشمن گرفتار کر کے بیچنے لائے تھے بازار عکاظ میں چار سو درہم کے
 عوض مول لیا اور اپنی چچی کے نذر کیا۔ حضرت خدیجہ نے اس لڑکے کو آپ کی خدمت میں دیا۔ آپ نے
 اس کو اس شفقت سے پرورش کیا اور غلام اور مالک خادم اور محمد دوم کا فرق ایسا ملایا کہ
 لوگ کہتے تھے کہ یہ غلام کیوں ہے آپ کا بیٹا ہے۔ یہی غلام ہے جس کا شمار مومنین اولین میں
 کیا جاتا ہے اور جس نے آئندہ ہمدانی سبیل امن میں اپنی جان قربان کر دی اور زندہ جاوید ہو گیا۔
 حضرت زید بن حارث انہیں بزرگوار کا نام تھا۔ باپ نے جس وقت سنا کہ بیٹے کو غلاموں کی طرح ڈالا

زید بن حارث

ہے کہ آیا اور یہ سنکر کہ آنحضرت نے اس کو آزاد کر دیا ہے اور کمال شفقت سے پیش آرہے ہیں خوش ہو کر حاضر ہوا اور بیٹے سے گھر چلنے کے واسطے کہا مگر وہ سچا مذاقی جس کا دل بندہ کرم ہو چکا تھا جس کو آپ کے وسیع اخلاق نے مول لے لیا تھا کسی طرح رفاقت چھوڑنے پر آمادہ نہوا۔ سچ ہے احسان عجب سکھ ہے کہ ہر وقت ہر جگہ چلتا ہے۔ اس میں نہ کبھی تہ گستا ہے نہ کبھی باہر ہوتا ہے۔ جو ہر جان جس کی قیمت قارون کے خزانے سے بھی او انہیں ہو سکتی اسی سکھ رواں سے مول لے سکتے ہیں۔ جانی دشمن کے قلب کو کشتہ کرنا اسی کی خاصیت ہے۔ اسی کی دھیمی دھیمی آواز سے دوستوں کے دل خالص ہو جاتے ہیں واقعی اکسیر اگر ہے تو یہی ہے۔ غرض کہ آنحضرت کا زمانہ شباب انھیں سامعی جمیلہ اور اکتساب حسات میں صرف ہوا آپ کے محامد اور اوصاف نے آپ کو ہر لغز بنادیا اور قوم نے آپ کی خوبیوں پر شیفہ ہو کر آپ کو اپنا خطاب عطا کیا جو اس وقت تک کسی کو نہیں ملا تھا الامین اب اعلیٰ اور قابل قدر خطاب تھا جسے قوم کے ہر فرد بشیر نے ہمہ داز ہو کر دیا تھا۔ بکیوں کا سارا آپ ہی کی ذات تھی۔ غریب محتاج آپ ہی کا منہ تکتے تھے۔ بیوہ اور یتیم کی دغا جس آپ ہی سے بندھتی تھی مظلوم اور مصیبت زدہ آپ ہی کی پناہ ڈھونڈتے تھے امیر اور شریف۔ رئیس اور حاکم سب ہی کو آپ پر بھروسہ تھا۔ ہر ایک کی نظر آپ ہی پر پڑتی تھی۔ جدھر آپ نکل گئے جیسا خنہ لوگوں کی زبانوں سے جاء الامین جاء الامین نکل جاتا تھا۔ واقعی کائنات کے شاہنشاہ نے خلعت رسالت عطا کرنے سے پیشتر آپ کو آپ ہی کے قوم کے ہاتھوں سے ایسا تمغہ پہنایا تھا کہ دوسری قومیں اگر ذرا بھی انصاف کی نظر سے دیکھیں تو سمجھ سکتی ہیں کہ ایسا بزرگ کہاں تک صادق ہو سکتا ہے۔ جو لوگ آپ کے پورے پورے حالات سے واقف تھے جن کے سامنے آپکا نشوونما ہوا وہ سب آپ کی خوبیوں کے شیفہ تھے پھر جنہوں نے آپ کو نہیں دیکھا اور بائیں بنائے گئے ان کا فیصلہ اہل انصاف ہی کرینگے۔ آپ کی پاک زندگی کے حالات انہیں من الشمس ہیں۔ دنیا میں کسی قوم کی ہادی کے حالات اس طرح پورے پورے معلوم نہیں ہیں جس طرح اس

خطاب الامین

جو آنحضرت کے کسی
بنی کے حالات
تاریخی طور پر بتا
نہیں ہوتے

خاتم الانبیاء کے جنود کے ہمتا اور اقدار فنانے کا جامہ پہنے ہیں۔ پارسوں کے دشمن و حریف
نظر آتے ہیں۔ انبیاء بنی اسرائیل تحریف کے قاتل ہیں مگر اس بنی امی کی سیرت مصرع
آفتاب آمد دلیل آفتاب

کلام مجید زندہ معجزہ

کی مصداق ہے۔ آپ کے حالات ایسی کتاب میں درج ہیں جو قیامت تک زمانے کی دست برد سے محفوظ
ریگی۔ جس کا خدا خود حافظ ہے۔ سینہ مسلم اس کا مصفا و حوق ہے۔ قلب مومن کی طاہر لوح پر اسکی
پاکیزہ عبارت نور کی تحریر سے مرقوم ہے۔ واقعی عالم بینی اس کتاب کی انہی حفاظت کی کہ صدیاں
گزر گئیں اور گذر جائیگی ہزاروں انقلاب ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ لاکھوں دشمنوں نے اس کے ٹکڑے
کی کوشش کی اور کرتے رہیں گے مگر یہ آسمانی صیغہ جیسا تھا ویسا ہی ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ جب تک دماغ کی
مشین چلتی ہے حافظہ کا ثاب جابا ہے اور دم بدم شہم اپنا کام کرتے ہیں تب تک اس کی اشاعت نام
برابر جاری رہیگی۔ اور ناظرین محو رہیں گے اہلی اعجاز اسی کو کہتے ہیں۔ اگلے زمانے میں اگر مردے زندہ
ہو گئے۔ آفتاب چلتے چلتے ٹک گیا۔ زہرہ آسمان پر پہنچ کر تار انگلی اور ایسے ہی عجیب و غریب کرشمے
دوران کار تماشے ہوتے رہے ہوا کریں اب تو کچھ بھی نہیں اور ہمارے کس کام کے۔ ہمارے پاس
کلام الہی زندہ معجزہ ہے جس کے سامنے سب بچ ہیں۔ اسی کے جان بخش الفاظ سے مردہ دل نش
ہوئے اور زندہ ہوتے رہیں گے۔ اس کے حقائق اور اس کے معارف کے انوار نے زمین کو روشن
کر کے آسمان بنا دیا اور عالم بالا کی سیر دکھا کر حجابات اٹھا دیئے اور انسان کو ایک ستارہ بنا دینا
کیا معنی عرفان الہی کے آسمان کا آفتاب بنا دیا اللہم ارحمنا بالقرآن العظیم ^{حفظہ}
لی اِمَامًا و نُوْرًا و بُھَا نًا۔

غایہ

زمانہ حال کے مادہ پرست مٹا کسی بات کو جتنیک مشاہدہ سے ثابت نہو نہیں مانتے تنیک
یہ طریق استدلال مفید نہیں کے غبار اودھو بڑے میں رہ کر مہاسی کی دار دے بیوشی

سوں ٹکڑا آسمان کے جگمگاتے ہوئے محل کا خوب دیکھ سکتے ہیں اسی کی خوردبین کے ذریعہ سے عالمِ جسام کا نظارہ کر سکتے ہیں زمانے کی ترقی کے ساتھ انسانی دماغ میں رد و برز قوت آتی جاتی ہے پہلے اگر یہ منکھاتا ہوا عجبہ اجزاء تھا عبابِ ات کو دن کرنے والی برقی روشنی ہزاروں بار بھی کیا معلوم کہ آسمان میں چمکتی لگانے والی سائنس کے آتش نشینے اس دماغ دار دماغ کی پاپوش میں آفتاب کی کرن لگا دیں بیشک طبیعیات کی عقیدہ خاتون برق و باد کے گھوڑے پر سوار خوب ہی طرار سے بھرتی ہزاروں بال کی کھال ٹخنوں بائیں ہاتھ کا کیسل بھیجی ہے۔ اس کی طبیعت اری وحدت پسندی، سلیقہ شکاری اور دشمنی سنے ویرانہ دنیا میں سونے کے محل کھڑے کر دیئے صحرا سے جہاں کو باغ ارم بنا دیا اور سرسے عالم کو ایسا سج دیا ہے کہ اب یہاں سے جانے کو جی نہیں چاہتا۔ وطن کی یاد بھلا دی ہزاروں بالکل جو کر لیا ہے۔ اب اسی کے سُن و زنا فرزند کے شیدائی ہیں۔ اسی کی مستانہ آواؤں کے دیوانے میں اور اسی کی ہر آن پر مرتے ہیں مگر آہ ۵

دیکھ لیتی جس شوخ کی نخوت کیا رنگ اس کی ہر بات پر ہم نام خدا کہتے ہیں ہماری محبت بڑھتی جاتی رد و برز محسوسات کے پندے میں پھنستے جاتے ہیں عالمِ مادی سے امتزاج ہو جاتا ہے اور اس قدر غلو ہو گیا کہ سمجھتے ہیں کہ جس مسئلے کی سائنس تصدیق نہ کرے باطل ہے حالانکہ سائنس کے مسائل خود ہی مابہ البحث ہیں اور تحقیق کے محتاج۔ اس کا دہرہ محدود ہے اور حسیات کا بہر نہیں ہو سکتا مشاہدہ اور تجربہ اس کا پرکار ہے جس سے دائرے کی وسعت معلوم ہو سکتی ہے عالمِ مادی اس کا مہموم نقطہ ہے جس کی حرکت سے ہزاروں خطوط کھینچ کر عجیب و غریب شکلیں بن گئی ہیں اس کے معجزات اس میں غلطیاں چھپاں ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے یہی ہرگز ”ایمان قدر خویش شناس“، روحانیت کا مقام محمود اس کی سرحد سے کوسوں دور ہے۔ عالمِ اجسام کی نہایت عالمِ ارواح کی بدایت ہے۔ دونوں کے ڈانڈے ملے ہوئے ہیں مگر نظام جدا گانہ اور حواس کا سفلی کا نظام ہے اور ہر قلب سلیم کا علوی انتظام ہے۔ یہاں موالید ثلاثہ پر بحث ہے اشیاء کی حقیقت دریافت ہوتی ہے۔ عناصر اور ذرات کی تقسیم اور تجربی ہو رہی ہے۔ گری، روشنی، حرکت، اور طاقت کے مشکل اور پیچیدہ مسائل حل ہو رہے ہیں

انسان کے سائنس خودی
مابہ بحث ہیں

عالمِ اجسام کی نہایت عالمِ ارواح
کی بدایت ہے

ہیں حیرت انگیز ایجاد اور اختراع کے انجن چل رہے ہیں۔ عقل کی دُورین عجائبات کا عالم دکھا رہی ہے اور
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے تارے تو رلائینگے۔ گرداں سب ان پر سر کے سوج رہے ہیں ہم کیا
ہیں۔ کہاں سے آئے۔ کیوں آئے۔ کہاں جائینگے۔ حیرت سے حواس بختہ۔ غور و فکر سے چور چور۔
دہشت سے عرق عرق۔ منہ پر ہوا لیاں اُڑتی ہیں۔ آنکھیں بند۔ زبان خشک لیکن افسوس ہزاروں
طلبگار اس بحر متوج میں جس کا ایک کنارہ ازل دوسرا اب ہر دو گئے اور حقیقت کا پتہ نہ چلا کر چھ
بھی جس وقت شوق سے ان مردانِ خدا نے جان ہی بحس پاکبازی سے اُنھوں نے بسری کہ عساکہ
ذکر خیران کا قاتی ما اس بات پر شاہد ہے کہ اُنھوں نے زندگی کا فرض دیکھا سچی خوشی اُنھیں حاصل
ہوئی اور ان کا انجام بخیر ہوا۔ بینک عاقبت متقیوں کے واسطے ہے۔ سُن مال اُنہیں کو حاصل ہے۔
زندگی کا سرستہ راز انسانی بساط کے موافق اُنھیں کے دیدہ دل کے سامنے کھل گیا ہے اور عالمِ شہ
میں ہر عالم غیب کا یقین اُنھیں کو حاصل ہے۔ ظاہر میں اگرچہ عالم غیب کو محض دہم و خیال کا جوا لنگاہ
سمجھتے ہیں۔ طبعی اگرچہ مابعد الطبیعات کو بچوں کی کہانیاں جانتے ہیں مگر دیکھنا ہے کہ خود ان میں
نے کہاں تک حقیقت حال دریافت کر لی ہے۔ مادہ احمی کو ہر ذرے بسط کا مشاہدہ کس خوردبین سے
ہوا ہے ان کے اجزائی جن کے اُتعل سے تنوعات کا ظہور ہوا کیا اصلیت ہر ذرات بسط کی ازل حرکات
کا کس طرح احساس ہوا۔ قانونِ قدرت کس کونسل میں وضع کیے گئے۔ اُس کونسل کی کیا حقیقت ہے
اور خود یہ تو ان کیونکر عا رہی ہیں۔ پتھر کی پیدائش نشوونما اور تربیت کیونکر ہوئی۔ کشتِ اجسام
کی اصلیت کیا ہے۔ غرض کہ ایک نہیں سیکڑوں ایسے اسرار میں بنکو فلسفہ اور طبعیات کا ماہر نفس الامر
میں سمجھ کے اور نہ سمجھ سکتے ہیں حقیقتِ شایا کا علم تو ہر کتنا اب تک یہ بھی معلوم نہوا کہ داغِ ہستی
کی کیا کیفیت ہے شایا کا اور اک بذریعہ حواس کیونکر ہوتا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ وجودِ خارجی
ہی یا ذہنی۔ حیات اور عقل کی اصلیت کیا ہے ایسے بہتے لایعل مسائل ہیں جسے طبعیات کی کتابیں
بھری ہیں۔ جن کے جتنے جوابات دیئے گئے تھے غشی اور قیاسی ہیں۔ کیوں نہیں ۵
بروئے عالم خود میں کہ زچشم من تو راز این نہ نہان ست نہاں خواہر بود۔

دعیان میں نے کہا کہ
حقیقتِ عالم ریخت کی

اگر حکمائے اولین اور آخرین سب یکجا ہوں۔ تھیں دمقرطیس نے لیکر ل: ڈارون، ہیکلی اسپنسر
 ہیکل و جتقداران کے بعد مشہور پیدائش ہونگے سب جمع ہو کر قدر کے پوشیدہ راز اور اشیاء کی حقیقت
 کماحقہ دریافت کر لیں ممکن نہیں۔ بیون نے کمال انصاف پسندی سے کیا خوب کہا کہ ”بائیں جہد
 جہد اور ترقی مجھے تو این قدرت کی ابجد خوانی بھی ابھی نہیں آئی اور میں مثل اُس بچے کے ہوں جو
 سمندر کے کنارے پر پڑا ہوا ہیکلی ریت میں ہاتھ پیر پٹتا ہے۔“ واقعی تو این قدرت کی پوری ماہیت
 اس زندگی میں دریافت ہوتی نظر نہیں آتی۔ سائنس نے اسبابِ علل اور فعل اور انفعال کی تحقیق میں
 بہت کچھ قابل قدر کوشش کی اور کرتی رہے گی مگر اسرار قدرت کا غیبی لغافہ سرسبز رہے گا۔ اس کی
 مہر اُسی دن ٹوٹے گی جب ہمارا نقش بر آب خاکی کرہ گردش کرتے کرتے کسی دہراستار سے
 ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیگا۔ اور سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائیگا۔ ہمارا خاکی وجود جس کے اجزاء
 مادی معلوم نہیں ہو سکتی کسی اور رنگ میں جلوہ گر ہوگا۔ خواہ خیمہ میں اور خواہ اضافہ ہو جائیں گے
 دماغ کی اور ہی ترکیب ہوگی اور وہ عالم ہی زلال ہوگا اُس وقت ”تو تھی یا تھہ بند“ کو مشہور مثل کے خلاف
 ادراک کی لذتیں مزہ چکھائیں گی اور معلوم ہو جائیگا کہ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُوْثِقُونَ
 بِالْغَيْبِ كَمَا مَعْنٰی تھے اور جو لوگ غیب پر ایمان لائے ان کی کیا حالت ہے۔ ایمان بالغیب کے
 یہ معنی نہیں کہ عالم غیب کے متعلق سب نقلی روایتیں بچوں دچا مان لی جائیں اور عقل کو دخل بھی نہ
 اور تحقیق کا دروازہ محدود ہو جائے بلکہ یہ معنی ہیں کہ فطرت کے سرستہ راز اور اس کی پوشیدہ
 قوتیں یعنی ملکوت کا عالم تسلیم کیا جائے اور عالم الغیب کے درسِ حجاب قدرت میں زانوئے ادب تہ کیا
 جائے تو این قدرت پر شوق سے بحث ہو۔ اسباب و افعال کی تحقیق کی جائے۔ عالم مادی میں
 حیرت انگیز ایجاد و اختراع ہوں۔ مخلوقات کا ذخیرہ روز بروز بڑھتا جائے یہ سب کچھ ہو مگر سارا
 ہی زبان اور دل سے سُبْحَانَكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعْلَمُ لَنَا اَلَا مَا عَلَّمْتَنَا کی تصدیق ہوتی رہے۔

اسرار قدرت کا غیبی
 لغافہ سرسبز رہے گا

عالم غیب اور ملکوت
 عالم

۱۷ انگلستان کی انیسویں صدی کے مشہور سائنس دان کا قول ہے کہ انسان پتھر تیز رہا مسئلہ اتھاق کے
 موافق رفتہ رفتہ موجودہ صورتِ محال کی ۱۲۷۵۰۰ سال پہلے ہو گیا تو نے دہراہ الم سورہ بقرہ

انسان کے معلوماتِ حقیقت وسیع ہو جاتے ہیں۔ دماغی قوتیں اپنا زور دکھانے لگتی ہیں اور علوم و فنون میں مہارت ہو جاتی ہے اس وقت عموماً نشہ کمال بخود کر دیتا ہے اور اس قدر بخود می میں اپنی ہستی بھول جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفہ اور سائنس کے ماہر چونکہ اپنے فضل و کمال کے باعث خود کو کائناتِ ترقی کے نشہ نشین پر پاتے ہیں زیادہ تر خضوع و خشوع سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں حالانکہ ان سے بھلا ہستی موہوم اور عجائباتِ قدرت کا سمجھنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ وہ علمِ الافلاک کا دل پر غفلت اور جبروت کا نقش بٹھا دینا وہ علمِ معدنیات، نباتات اور حیواناتِ کمالِ قدرت اور حکمت کی تصویر کھینچنا اور جلال و جمال کے مظاہر آنکھوں سے دکھانا ایسے معارف ہیں جن کا جاننے والا بیسیاستہ کہہ اُٹھیں گے

چہ باشد آن سخا ز خود کہ بند و ایں نگار
یہ اندھیری راتوں میں چمکتے ہوئے بینا رہ چھوٹے چھوٹے تارے جو دیکھنے میں ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کسی مغل میں کروڑوں چراغ روشن کر دیئے گئے ہیں یا کسی شوخ طناز نے تپنہیلی اور سیلے کے پھول بکیر دیئے ہیں۔ یہ گھٹنے بڑھنے والا دغدار چاند جو کبھی مہوشوں کے ابرو سے خمدار کی طرح اور کبھی اُن کی زلفِ عتیرین کے واسطے شانہ کی طرح اور کبھی حُسنِ خود میں کے لیے صاف شفاف گول آئینہ کی طرح نمایاں ہوتا ہے۔ یہ عالم کو روشن کر دینے والا آفتاب جو کبھی حُسنِ اسرار کا ہر کہ مجال نہیں کوئی بیابانہ آنکھ ملا سکے غرض کہ یہ تمام فلکی اجرام سائنس سے نادائق کی نگاہ میں یاد و بد تو تا ہیں یا حیویتی بڑی چمکتی ہوئی چیزیں ہیں حالانکہ ماہرِ طبیعیات کے نزدیک نورانی اجرام حیرت انگیز عظیم ہٹان کرے ہیں کہ عقل حیران ہے۔ یہ آفتاب جو ہمیں نہری گیند کی طرح نظر آتا ہے اس کا چرم ہماری وسیع زمین کے چرم سے بارہ لاکھ اسیٹھ ہزار سات سو گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر آٹھ لاکھ بانوسے ہزار پانچ سو اسی میل اور محیط چھتیس لاکھ اسیٹھ ہزار پانچ سو میل ہے۔ تھوڑی سی دیر کے واسطے آنکھ بند کر کے اگر کوئی شخص خیال کرے کہ یہ فاصلہ کس قدر ہوا تو معلوم ہو جائے کہ اس سے اسیر خیال بھی ان اعداد کے اندازے سے قاصر ہے اب اگر حرارتِ آفتاب کی طرف خیال کیا

جائے تو جب زمین پر گرمیوں میں دوپہر کے وقت چھپ نہیں سہی جاتی اور صحرا بے افریقہ میں تو وہ شدت ہو کہ الامان گویا آتشیں ہندو لہریں لے رہا ہے جب زمین سے نو کروڑ میل دور ہوتا ہے یہ حال ہو تو خود جرم آفتاب کی کیا حالت ہوگی جو حرارت زمین تک پہنچتی ہو وہ دو اور آفتابیں کروڑوں لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ ہو اور اگر کل حرارت آفتاب جمع کی جائے تو وہ اتنی مقدار برف کے پگھلانے کے لیے کافی ہو سکتی ہے جس سے تمام روئے زمین چھپ جائے اور اُس برف کی موٹائی گیارہ میل کی ہو۔ عیناً ذرا باندھ یہ کس کا جگر ہو کہ اس حرارت کا اندازہ کر سکے جب ہزاروں اجرام سماوی میں سے ایک جرم کی یہ کیفیت ہے پھر اس مع لگا عالم نام کی جس کی صفت $\text{تَطْلُعُ عَلَى الْاَفْقِ}$ ہو کیا حالت ہوگی۔ $\text{اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ النَّاٰرِ}$ ۔

ثوابت اور تیاروں کے بھی اسی طرح حیرت انگیز حالات ہیں۔ دیکھنے میں تو بہت ہی چھوٹے چھوٹے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں ہماری زمین سے بہت بڑے ہیں۔ ان میں سے بعض ہم سے قریب ہیں اور بعض لاکھوں میل کے فاصلے پر۔ بعض کا دن اور سال ہمارے دن اور سال سے چھوٹا ہے اور بعض کا بہت بڑا حتیٰ کہ نسل کا ایک سال ہمارے یہاں کے انیس سال کے برابر اور یورین کا چار اسی سال کے برابر ہے۔ بعض کا ایک سو چونتیس اور چند کو سال کے برابر۔ بعض ستارے بہت ہی جلد حرکت کرتے ہیں جتنی کہ مشتری کی چال میں ہزار میل فی گھنٹہ ہے پس جتنی دیر میں انسان ایک تہہ سانس لیتا ہے وہ نو میل چلا جاتا ہے اور اس کی محوری گردش کے لحاظ سے اس کے اجزائے سطحیہ کی حرکت کی سرعت چار سو سرٹھ میل ہے۔ ان میں سے بعض کا نور سُرخ بعض کا زرد بعض کا سفید بعض کا اُصلی ہے جیسے آفتاب ثوابت کا اور بعض کا اکتسابی جیسے چاند اور تیاروں کا۔ ان میں سے بعض میں بالکل حرارت نہیں اور بعض میں کچھ انتہائیں بعض ثوابت بطور خود اپنے عالم کے آفتاب

ہیں اور شمعوں کھلتے ہیں وہ اپنی جگہ پر ثابت نہیں جیسا کہ ان کے نام سے شہہ ہوتا ہے بلکہ بات صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے چونکہ بہت ہی فاصلہ پر واقع ہیں اس لئے ہم کو ان کی حرکت کا پتہ صرف اُس وقت لگ سکتا ہے جبکہ صدیوں کی صدیاں گزر جائیں اس لئے ان کی دوری کی نسبت وہی باقی رہتی ہے جو پہلے تھی۔ ان میں سے بعض آفتاب کے دور میں اور یوں فوٹو ماں کی دوری بڑھتی جاتی ہے اور بعض اُن سے قریب ہیں اور اسی طرح نزدیک ہوتے جاتے ہیں بعض کی حالت بدلتی رہتی ہے کبھی تو ان کی روشنی بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے بعض ان میں دقتی ہوتے ہیں یعنی وہ ایک مخصوص زمانے میں ظاہر ہوتے ہیں اور پھر چھپ جاتے ہیں بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کا نور ہم تک برسوں کے بعد بھی کہ سیکیڑوں برس گزر جانے پر پہنچ سکتا ہے اور یہ تمام نورانی اجرام نہایت ہی انضباط اور استحکام کے ساتھ اپنے برجوں اور منزلوں میں طبع طرح کی گردشوں اور حرکتوں کے ساتھ چل رہے ہیں جن سے اوقات اور فصلیں مضبوط رہتی ہیں۔ پھر ان میں وہ قریب موجود ہے کہ عقل حیران ہے باوجود ان سب باتوں کے ان میں حیوانات نباتات اور معدنیات کے منافع بھی موجود ہیں جن کی پرورش ان کے انوار کی حرکت سے ہوتی ہے۔

سائنس دان زیادہ
مشتی ہے کہ آواز فضا
دیکھ کر مسرور ہو جائے

کبھی کتابچہ پڑھائیں
اور سچا مذہب تو ہم پہنچائیں

غرض کہ سائنس جاننے والا زیادہ متقی ہے کہ ان آثار عظمت و جلال اور قدرت و کمال کو جو کائنات میں عیاں ہیں دیکھ کر سرسبز ہو جائے۔ مذہب کے حامی اگر سائنس کو اپنا مخالف سمجھیں تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اُس مذہب کی بنیاد استحکام نہیں اور اسی طرح اگر سائنس کے پیرو تھے مذہب کو مخالف سمجھیں تو یقین کرنا چاہئے کہ انہوں نے سچا سائنس نہیں سیکھا۔ انگلستان کا مشہور سائنس دان کپلن اپنے لکچر دے کے سلسلے کے اختتام پر کیا خوب کتا ہے ”سچا سائنس اور سچا مذہب تو ہم بھائی ہیں۔ ان کی باہمی جدائی یقیناً دونوں کی موت ہے۔ سائنس میں جس قدر ذہنی ہی روح ہوگی ٹھیک اسی نسبت سے وہ ترقی کرے گا اور جہاں تک سائنس کی گہرائی اور معنوی پر مذہب کی بنیاد قائم ہوگی ٹھیک اسی مناسبت سے مذہب سرسبز ہوگا۔“

زمانہ حال کا مشہور مکلم ہر برٹ اسپنر اپنی کتاب ”ایجوکیشن“ میں لکھتا ہے۔ ”اس میں شک نہیں کہ بہت سائینس جو رائج ہے اس میں لاند ہی کی روح غالب ہے مگر نہ اس پتے سائینس میں جو سطح کے گذر کر تک پہنچ گیا ہے“ بیشک انصاف اسی کا نام ہے۔ مگر افسوس فہمی نے تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ حالانکہ سچا مذہب مجموعہ اولہام نہیں اور اسی طرح سچا سائینس مایہ انجانی ہے۔ اگر عدل کی ترازو قائم کی جاوے۔ ایک پلہ میں **فَطَرِ اللّٰهِ الَّذِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہِمْ** اور دوسرے پلے میں **اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اِلَاسْلَامٌ** کو تو سر موافق نہوگا۔ کیوں نہیں در سچا مذہب اور سچا سائینس تو ام ہیں ”ان کو تو آسمان حقیقت کا بوزا لکنا چاہئے۔ ان کے دیکھنے کے واسطے اُس نور الہی کا فیض حاصل کرنا چاہیے جس نے عجب کی ترہ و تار ملک میں ظاہر ہو کر **وَقَدْ بَنَّا مَا خَلَقْتَ هٰذَا اِبَاطِلًا** کی بے نظیر تعلیم دی اور **فَاَوْحٰی اِلَیْ عِبْدَکَ مَا اَوْحٰی** کے شرف فائز ہو کر بندگانِ خدا کو حقیقت کا پتہ بتا دیا۔

ہر برٹ اسپنر کی رائے سائینس اور مذہب کے متعلق

سچا سائینس اسلام کی صدیق کرتا ہے

زباں پہ بار خدا کی رس کا نام آیا
کر میری نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

آنحضرت کا طرز معاشرت سابق کے مضمون ”الامین“ میں بیان ہو چکا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رفقاء عام کے کاموں میں اور بچکانے اور بیگانے کے ساتھ ہمدردی کرنے میں کس قدر سرگرم تھے اور سیاسی امور میں دماغ کیسا عالی پایا تھا۔ ان تمام خوبیوں کے باعث آپ ہر ذل غریز ہوتے جاتے تھے۔ قوم آپ کی شیفتہ تھی اور ہر کس و ناکس آپ کا ثنا خواں تھا مگر جس قدر آپ کا سن بڑھتا جاتا تھا اسی قدر محبت بلند ہوتی جاتی تھی خلق اللہ کی بہبودی جو ہر وقت آپ کے مد نظر تھی اس کا معیار اعلیٰ ہوتا جاتا تھا اور آپ اب زیادہ تر اس فکر میں رہتے تھے کہ کس طریقہ پر یہ معیار حاصل ہو

آنحضرت قوم کی خواب حالت کو بیکار غور ڈالتے ہیں

۱۔ لازم کہ خلافت، ملکہ کی اسی کو پد کیا آدمیوں کو اُس پر (سورہ روم پارہ ۲۱)

۲۔ بیشک دین اللہ کے پاس اسلام ہے۔

۳۔ اے ہمارے پروردگار تو نے یہ سب بیکاری نہیں پیدا کیا (آل عمران پارہ ۴)

آپ ملاحظہ فرماتے تھے کہ قوم کی حالت کیسی اتر رہی ہے۔ اس کے اوضاع اور اطوار کیسے خراب ہیں نہ کوئی اصول ہے نہ قاعدہ۔ حرکات ناشائستہ، طرز معاشرت ناپسندیدہ یہ تمام خرابیاں اور مریضیاں آخر کیوں ہیں بس اسی سبب کے ان کے قلوب بگڑ گئے ہیں اگر یہ علاج ہو گیا تو زندہ جاوید ہو جائیں گے ورنہ عمر بھر زندہ درگور رہیں گے۔ سچ ہے جسمانی امراض اس قدر مہلک نہیں جس قدر مرض دل جسمانی امراض میں مبتلا ہو کر اگر کوئی مرتبی جانے لگا تو زندہ ہو گیا کیونکہ موت کے ساتھ جسمانی آزار کا بھی خاتمہ ہے مگر مرض دل کی جب آنکھیں پتھر لگیں اور نصیص چھوٹ گئیں دردِ دلاد و اہو گیا اور ہمیشہ کے لئے زدِ گ لگ گیا۔ انفس لوگوں نے اپنے قلب کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ نہ کبھی گریبان میں سر ڈالتے ہیں نہ تھوڑی دیر کے واسطے آنکھ بند کر کے اپنے نفس کا حساب لیتے ہیں۔ ایک گردہ نے ان باتوں کو بیکار سمجھا ہے۔ ان کی وابستہ میں انسان کو بس اس قسم کا چلتا پرزہ ہونا چاہئے کہ کبھی بیک جہلوں میں شریک ہو کر اسپج کی ڈاک گاڑی چھوڑ دے۔ کبھی انباری دنیا میں مضمون کے موڑ کا پردہ روٹ جائے۔ کبھی چندے کی گھوڑہوڑ میں یا بچوں سوار بن جاوے اور زندہ دلی کے معنی صرف رفیشن ایل، بنجانا سمجھے۔ دوسرا گردہ برعکس اس کے اپنی ڈیڑھ فیٹ کی مسجد الگ بناتا ہے نہ دنیا عام کے کاموں میں شرکت نہ خلق اللہ کی ہمدی سے غرض۔ امور حسنہ میں فقط ظاہری پابندی کا لحاظ۔ کہیں صرف حال و قال کہیں محض روٹا پیٹنا غرض کہ اخراط و توفیق لینے دو نوں گردہ کو محافلین سے غافل کر دیا ہے۔ پہلا گردہ زیادہ تر نام پر مرتب ہے فخر اور مباحات کا شیدائی اور شہرت کا دیوتا ہے۔ دوسرا گردہ ”بدنام کنندہ“ کو نامے چند، آہ اخلاص کی گھاٹی سخت دشوار گزار ہے۔ ایک طرف خود پسندی کا ہیر پیا خون کا پیاسا اور دوسری طرف ریا کا ڈاکو ٹٹنے پر آمادہ۔ ان بلاؤں سے بچنے کے واسطے انسان کو چاہئے کہ محاسبے اور مراقبے کی دو ذالی بندوبست بھر کر حبیبی اللہ کتنا ہوا مردانہ قدم رکھے اور اُس ہادی برحق کے نقش قدم پر بید مہرک چلا جائے جس کی شان میں ارشاد ہوتا ہے **وَ وَجَدَ لَكَ صَنَاءً فَحْدَى** ہم نے تجھ کو بھٹکتا ہوا پایا پس راہ پر لائے یہی مہم نمون بھی عجیب، مگر حقیقت یہ ہے کہ ان دلکش الفاظ سے حبیب اور محبوب کے راز و نیاز کا اظہار کیا گیا

ہے۔ اللہ کسی کی شوریہ کی دیکھی نہیں جاتی حسن ازل اپنا جلوہ جمال دکھا کر محو کر لینے پر آمادہ ہے
کیوں نہیں ۷

عشقِ اوّل در دل معشوق پیدا می شود
تا نہ سوز و شمع کے پروانہ شیدا می شود

بینک یہ حسنِ حقیقی کی کشش تھی کہ وہ خدا کا حبیبِ شباب ہی میں عالمِ مجاز کی دلفریبیوں سے کنارہ
کر کے الگ ایک گوشہ میں نیچکر عالمِ حقیقت کی سیر کرنے کو متوجہ ہوتا تھا۔ کہ سے تین میل کے فاصلہ پر
ایک پہاڑی تھی جس کو حرکت تھی۔ اس میں ایک تنگ و تاریک غار ہے جس میں آپ اکثر تشریف
لیجا کر ذکر و فکر میں مشغول ہوتے تھے۔ کبھی اہلِ عیال کو اپنے ساتھ لاکر عالمِ تجرید کی سیر دکھاتے تھے اُد
دنیا میں رہ کر دنیا سے الگ اپنے معبود کی یاد میں مشغول ہوتے تھے اور کبھی تنہا کئی کئی دن تک توشہ
ساتھ لیکر مراقبہ کرتے تھے۔ غرض کہ جس قدر آپ کا سن شریف بڑھتا تھا اُسی قدر ذکر کا غلبہ ہوتا جاتا
تھا۔ روحانیت زور کرتی تھی اور سہ طرف نور ہی نور نظر آتا تھا۔ ملکوت کا عالم آپ کے روشن دیدہ دل
کے سامنے جلوہ گر ہونے لگا اور سوتے جاگتے عالمِ ارواح سے قرب ہونے لگا۔ حجابات اٹھنے لگے او
شاہد ازل روزنِ دل سے اپنی تجلیِ جمال کی جھلک دکھانے لگا۔ آپ بخود ہو کر کمالِ ذوقِ شوق
سے فرشِ خاک پر سجدے میں گر پڑتے تھے جس لازوال کے رعب جسے جسمِ مطہر نہ تھا۔ قلب
صافی پہلو چیر کر نکل جانا چاہتا تھا۔ زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی اور ایسی حالتِ عارسی ہوتی
تھی جس کا انظار صرف زبانِ دل کر سکتی ہے اور دل بھی کون درہم نشنا۔ اسی طرح چھ ماہ گذر گئے
اور آپ کا سن شریف پورے چالیس برس کا ہو گیا۔ ربیع الاول کی آنکھیں تاریخِ معنی دو شنبہ کو رات
کے وقت جبکہ ہر طرف شامنا چھایا تھا صاف شفاف نیلگوں آسمان پر تارے نہایت چمک چمک کے
ساتھ چمکنے ہوئے تھے اور زبانِ حال سے کہہ رہے تھے کہ دیکھنے میں ہم منتظر ہیں مگر حقیقت میں ہمارے
ترتیبِ باقاعدہ حرکت اور حیرت افزا نظام کا کچھ اور ہی عالم ہے بس اہلِ نظر ہی سمجھ سکتے ہیں کہ ہم
جبینِ قدرت کی افشان ہیں۔ ایسے وقت میں جبکہ تمام علمِ غفلت کی فیند میں چڑھا آپ تنہا غارِ

غارِ رامِ خلوت
گزینی

زوالی

میں تشریف فرما تھے اور ہم تن ذکر اُمی میں مشغول تھے جس کی روشنی سے آپ کا ظاہر اور باطن نور
 علیٰ نور ہو رہا تھا اگر قلب منور شمع کی طرح روشن تھا تو ہم مظهر فانوس کی طرح مجلا تھا۔ حجابات اٹھ گئے
 عالم قدس سامنے ہو گیا اور نور باطن نے چشم ظاہر کو ایسا نظارہ دکھایا جس کے بیان کے واسطے
 انسانی الفاظ کافی نہیں جب دنیا ہی میں ہزاروں ایسی چیزیں ہیں جن کی کیفیت الفاظ سے ادا
 نہیں ہو سکتی مثلاً اگر ہم آگ کی صفت بیان کرنا چاہیں تو اگر یہ دفر کے دفر سیاہ کر ڈالیں اور سیکڑوں
 جلہ آتش آتش لکھ ڈالیں مگر پھر بھی کیا اس کی ایک ذرا سی چمکاری کی صفت بیان ہوگی ہرگز نہیں
 تمام سیاہ کر دفر اس کی ایک چمکاری رکھ دینے سے آنا فنا خاک سیاہ ہو جائے گا جب دنیا دی
 اشیا کے بارہ میں ہم اس قدر گویائی کے ساتھ بھی گونگے ہیں تو پھر عالم بالا کا حال بیان کرنا معلوم
 بیشک ملکوت کا عالم قدرت کا ملکہ کا پوشیدہ راز ہے اس کا اثر ہوا کی طرح ظاہر مگر صورت آنکھوں سے
 غائب مائیں جب ماہیت مادہ کے اظہار سے عاجز ہے تو ان پوشیدہ جوہروں کی کیفیت کیا بیان
 کر سکتا ہے حقیقت میں یہ عالم غیب کا راز ہے جو بلحاظ اپنی ماہیت کے قیامت تک سرستہ رہے گا۔
 غرض کہ آپ اُس نورانی نظارہ کے مشاہد میں مجھے کہ بیک ایک بے آواز صدا آئی اور آپ
 کے سامع باطن نے گوش ظاہر کو صاف سنا دیا کہ اُقرأ آپ چونک پڑے کہ یہ کیا معاملہ ہے
 ایک باوظیم محسوس ہے کہ ناگاہ پھر یہی سنا اور اس مرتبہ جنبش سلب تھی روحانیت بہانیت پر تھا
 من و تو کی گنجائش نہ رہی اور اس عالم وحدت میں اُقرأ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ
 الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اُقرأ وَرَبُّكَ الْأَكْبَرُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ
 الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ کے پاک الفاظ سنائی دیئے اور آپ کے لوح دل پر نقش ہو گئے
 صندوق سینہ کھل گیا اور علم لدنی سے معمور ہو گیا۔ یہ پہلی وحی آسمانی تھی جو اُس نبی امی پر نازل ہوئی
 وحی کے متعلق کتاب مقاصد المراد کی ایک مہتد پہلے سمجھ لینا چاہیے جس کو مولانا شبلی نے
 اپنی تاریخ علم الکلام حصہ دوم صفحہ (۲۱۳) میں درج کیا ہے
 رہنا چاہیے کہ انسان میں ایک قوت ہے جس میں محسوسات کی صورتیں جمع ہوتی ہیں۔

آگ کی مثال

حقیقت وہی دکھا اور
 ملک کی رائے

اس قوت کا نام حس مشترک ہے اس میں محسوسات کی صورت دو طریقے سے منتقل ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ حواس ظاہری یعنی سامعہ - باصرہ - شامہ - ذائقہ - لامسہ محسوسات کی صورت لیکر حس مشترک کے پاس پہنچا دیتی ہیں۔

دو شری صورت یہ ہے کہ دماغ میں ایک قوت تخیلہ ہے اس کا کام یہ ہے کہ صورتوں کو ترتیب دیتی ہے اسی قوت کا کام ہے کہ ایک آدمی کے بدن پر دوسرے فرض کرتی ہے یہاں تک کہ ایک ایسے انسان کی صورت بن جاتی ہے جس کے دوسرے ہیں اور اسی کا کام ہے کہ انسان کے سر کو جدا کر دیتی ہے یہاں تک کہ ایک انسان متشکل ہو جاتا ہے جس کے سر نہیں۔ یہ قوت جب صریح صورتیں نظر آتی ہیں کیونکہ خارجی صورتوں کے نظر آنے کی یہ وجہ نہیں کہ وہ خارج میں موجود ہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ وہ حس مشترک میں منتقل ہیں۔ تو یہ صورتیں جن کو قوت تخیلہ نے ترتیب دیا ہے حس مشترک کے سامنے آتی ہیں تو نظر آنے لگتی ہیں اور جب یہ ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں یعنی اب اصل مقصد کو ثابت کرتے ہیں کہ خواب میں جو صورتیں نظر آتی ہیں وہ دو حالت سے خالی نہیں۔ یا خارج میں موجود ہیں یا نہیں۔ پہلا احتمال باطل ہے کیونکہ خارج میں موجود ہوتے تو صریحہً انکو اس کو نظر آتے اس لئے معلوم ہوا کہ خارج میں موجود نہیں بلکہ قوت تخیلہ کا فعل ہے۔ قوت تخیلہ اگر اپنی اصلی حالت پر رہے پائے تو یہ فعل ہمیشہ اس سے سرزد ہو لیکن دو چیزیں مانع ہو جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ حس مشترک ان صورتوں کے قبول کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے جو باہر سے آتی رہتی ہیں۔

دو شری یہ کہ نفس ناطقہ قوت تخیلہ کو دبا لیتا ہے تو جب یہ دونوں مانع یا ایک زائل ہو جاتا ہے تو قوت تخیلہ سے وہ فعل سرزد ہونے لگتا ہے۔ پہلا مانع فہم کی حالت میں زائل ہو جاتا ہے کیونکہ فہم کی وجہ سے حواس معطل ہو جاتے ہیں تو حس مشترک خارجی صورتوں سے خالی ہو جاتا ہے دوسرا مانع بیماری کی حالت میں زائل ہو جاتا ہے کیونکہ بیماری کی حالت میں نفس مرض

کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اس حالت میں قوت تخیلہ شعرتوں کو ترکیب دینے لگتی ہے اور یہ صورت
 حس مشترک میں اگر مشاہدہ ہو جاتی ہیں۔“

اس عقیدہ کے بعد جاننا چاہئے کہ کھلائے اسلام وحی کی حقیقت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ
 نفس ناطقہ جب اس قدر قوی ہو جائے کہ باوجود اشغال بدن کے مبادی قدسیہ سے متصل ہو سکتا
 ہے اور اس کے ساتھ قوت تخیلہ اس قدر قوی ہو جاتی ہے کہ حس مشترک کو اس ظاہری سے بجا
 دے سکتی ہے تو نفس ناطقہ بیداری کی حالت میں بھی عقول مجرودہ اور نفوس سماویہ سے متصل ہو جاتا
 ہے اور اس کو غیب کی باتوں کا ادراک کلی طور پر ہوتا ہے پھر قوت تخیلہ اس کی مشابہ ایک جنی
 صورت پیدا کر لیتی ہے یہ صورت حس مشترک میں اگر مشاہدہ اور محسوس ہو جاتی ہے اور بعضوں کو
 یہ پیش آتا ہے کہ وہ مسلسل کلام سنتے ہیں یا کوئی اچھی صورت دیکھتے ہیں جو ان سے مسلسل الفاظ کے
 ذریعے سے باتیں کرتی ہے یہ باتیں یا خود انہیں کے متعلق ہوتی ہیں یا ان کے تعلقات کے متعلق۔
 امام غزالی نے ”فیض التوفیق“ میں منجملہ وجود کی پانچ قسموں کے ایک وجود حسی قرار دیا ہے
 جو صرف صاحب حس کے ساتھ ہے۔ انبیاء کو جو ملائکہ کی صورت نظر آتی ہے امام صاحب اسے وجود
 کے تحت میں داخل کرتے ہیں مضمون بہ علی غیر ملکہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں ”زبان حال الطوبہ
 تمییز کے مشاہدہ اور محسوس بن جاتی ہے اور یہ انبیاء اور رسل کا خاصہ ہے جس طرح کہ خواب کی حالت
 میں زبان حال عام لوگوں کے لئے متمثل ہو جاتی ہے تو وہ لوگ آوازیں اور باتیں سنتے ہیں
 انبیاء علیہم السلام ان چیزوں کو بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں اور یہ چیزیں ان سے بیداری کی
 حالت میں خطاب کرتی ہیں“ علوم موجودہ اور فلسفہ حال کی رو سے امام غزالی کی ”وہ اس تمثل خیالی“
 پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا خواب کی حالت سے تو کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اب اس پر غور
 کرنا چاہئے کہ خواب میں یہ حالت کیوں پیش آتی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ خواب میں جو اس
 ظاہری معطل ہوتے ہیں اور روح یا نفس یا قوت تخیلہ تنہا کام کرتی ہے اب اگر کسی شخص کو بعض
 اوقات استغراق اور محویت کی وجہ سے بیداری میں بھی خواب کی حالت طاری ہو تو اس قسم کے

امور کا محسوس ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ان محسوسات کو محسوسات عام نہیں کہتے جن کی بنا پر یہ لازم آئے کہ وہ اوروں کو بھی محسوس ہوں بلکہ وہ خاص انبیاء اور اولیاء کے حواس کے ساتھ مخصوص ہیں اور اس صورت میں ان امور کا عام طور پر محسوس ہونا مرد نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملکات نبوت کا اندازہ مشکل ہے مگر انکار بھی نہیں ہو سکتا یہ عموماً مسلم ہے کہ صفات انسانی تمام آدمیوں میں یکساں نہیں پیدا کی گئیں۔ ذہن و ذکاوت فہم و ذراست عقل اور ذہانت مختلف افراد انسانی میں کس قدر مختلف المراتب ہیں ایک شخص ذہین ہے دوسرا اس سے ذہین تیسرا اس سے بھی زیادہ ذہین بڑے بڑے ہوتے ہیں تاکہ نبوت پھونچتی ہے کہ ایک شخص سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں جو بظاہر قدرت انسانی کی حد سے باہر نظر آتے ہیں۔ جو لوگ شاعری میں قوت تقریر میں شاعری میں ایجاد میں تمام زمانے سے ممتاز گذرے وہ اسی درجہ کی مثالیں ہیں۔ یہ درجہ فطری ہوتا ہے یعنی پڑھنے اور سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ابتداء ہی سے ان لوگوں میں یہ قوت مرکوز ہوتی ہے اور اسی وجہ سے دوسرے اشخاص کو کتنی ہی کوشش کریں ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔ انھیں قوسی میں حقائق انبیاء کے ادراک کی ایک قوت ہے۔ یہ قوت کسی میں کم ہے اور کسی میں زیادہ کسی میں زیادہ تر ہوتی ہے اور ترقی کرتے کرتے بعض انسانوں میں اس حد تک پھونچتی ہے کہ کسب و تعلم کے بغیر ان کو حقائق و شیا کا ادراک ہوتا ہے۔ ان کو کسی چیز کا برونی علم نہیں ہوتا لیکن اس قوت کی وجہ سے خود بخود ان کو شیا کا علم ہوتا جاتا ہے اسی قوت کا نام ملکہ نبوت ہے اور اسی کو علم الہام اور وحی کہتے ہیں۔ (معارج القدس امام غزالی)

.. نبوت کی اس حقیقت کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا جب یہ بات بدانتہ نظر آتی ہے کہ ایک شخص کچھ لکھا پڑھا نہیں ہوتا اور باوجود اس کے اس درجہ کا فصیح و بلیغ شاعر یا خطیب یا صنعت یا موجد ہوتا ہے کہ تمام زمانے میں اس کا جواب نہیں ہوتا تو کیا یہ بعید ہے کہ مذہب بعض افراد کو اس قسم کی قوت قدسیہ عطا کرے کہ ان پر بغیر رقم اور تعلیم کے اخلاق کے حقائق و اسرار مشکف ہو جائیں کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ اکثر انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم حضرت عیسیٰ اور جناب سلاطین علم

دفعہ کی مطلق تعلیم نہ پائی تھی اور باوجود اس کے صرف ہدایت اور تلقین کی تاثیر سے دنیا کی حالت بدل دی اور فلسفہ اخلاق کے وہ اصول اور مسائل تعلیم کے کہ افلاطون اور ارسطو کا خیال بھی وہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

نبوت کی تصدیق اور نبی کی باتوں کو سچ سمجھنا خود انسان کی فطرت صحیح کا اقتضا ہے۔ ایک شخص جو حق کا تشنہ ہے جس کا وجدان صحیح ہے جو سچ اور جھوٹ میں تمیز کر سکتا ہے جس کے دل میں سچی بات آپے آپ اُتر جاتی ہے وہ جب کسی غبی سے تلقین اور ہدایت سنتا ہے تو یہ وہ کچھ عقیدوں میں نہیں پڑتا بلکہ آپے آپ اس کا دل مان لیتا ہے کہ یہ سچ ہے اور سچائی کے مرکز سے نکلا ہے۔ مولانا روم نے اس کی یہ تشبیہ دی ہے کہ اگر کسی پیاسے کو پانی دیا جاوے تو کیا وہ بیخوش کر گیا کہ پہلے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ یہ پانی ہے یا اگر ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لئے بلائے تو بچہ کو شک ہو گا کہ یہ میری ماں ہے اور واقعی دودھ پلانے کے لئے بلا رہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں ۱۷

تشنہ را چون بگویی تو شتاب در قبح آب ست ایقان زد و آب

ہیچ گوید تشنہ کایں دعویٰ ست از برم لے دعی - مجبور شور

یا گواہ و جتے بہ مناکہ ایں .. جنس آب ست و ازاں مامعین

یا بہ طفل مشیر - مادر باہنگ زد کہ بیامں ادرم ہاں لے ولد

طفل گوید ماورا محبت بسیار تاکہ باشرت بگیرم من شہار

در دل ہر امتی کرن حق مزد است روے و آواز پیبر معجزہ است

چوں پیبر از بروں باہنگ زند جان امت حد دروں سجدہ کند

زانکہ جنس باہنگ او اندر جہاں از کسے نشینہ باشد گوش جاں

انگلستان کا مشہور جادو نگار طامس کارلائل اپنی کتاب ”ہیر واد ہیر وور شپ“ کے لکچر نامی میں لکھتا ہے ”جنس ہم روشن دماغ کہتے ہیں وہ حقیقت میں دنیا والوں کے واسطے خدا کا

۱۷ ماخوذ از علم الکلام جلد دوم علامہ شبلی رحیم

بے بہا انعام ہیں ان کی پاک روح فی الواقعہ آسمان سے پیغامِ اُلمی لے ہوئے نازل ہوتی ہے
 بیشک ایسے برگزیدہ بندے خدا ہی کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں ان کے قلوب عیشِ اُلمی میں ان کی
 آوازِ حی القیوم کی صدائے بازگشت ہے کوئی بزرگ گویا روحانی ہارمونیم ہے اور کوئی برگزیدہ
 نورانی فوٹو گراف ہے جس کی شان یہ ہے **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ**
 یوحیٰ ممکن نہ تھا کہ کوئی کلام ایسا نکلتا جس میں ذرا بھی شبابہ نفسانیت ہوتا۔ وہی کارِ لائل اپنی
 اسی کتاب میں آنحضرت کے متعلق لکھتا ہے **”اُس سیاہ و روشن چشم۔ فرائح و عملہ۔ کریم نفس**
معاشرت پسند اور دروہرے دل والے باویدہ نشین کے خیالات جاہ طلبی سے کوسوں دور تھے۔
 اسی شخص کی غفلت میں مسات کی شان نظر آتی تھی اور اُس کا شمار ان لوگوں میں تھا جن کا شمار
 سچائی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اور جو فطرتاً بے لوث اور سچے ہونے میں دوسرے لوگ تحمل نہ
 مسائل اور سچی شنائی باتوں کو اپنا مسلک قرار دیکر دل کو تسلی دے لیتے ہیں لیکن اس شخص کی
 تسکین ان باتوں سے نہ ہو سکتی تھی وہ اپنی روح اور عالمِ شہود کے مظاہر واقعی کے ساتھ عرصہ
 کائنات میں اکیلا کھڑا ہوا تھا۔ حیات کا عظیم شانِ عقدہ کبھی اس کو اپنی ڈراؤنی اور بھیانک
 صورت دکھاتا تھا اور کبھی اپنے انوار کی جھلک سے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتا تھا۔
 انا الموجد کی ناقابلِ اظہار حقیقت کو منظونات اور سموعات اس کے اور اک سے مخفی نہ رکھ سکتے
 تھے اس کی سچائی اور غلوس ایک طرح سے ربانی الاصل معلوم ہوتے تھے ایسی شخص کی بات اُس
 صدائے تعبیر کی جاسکتی ہے جو براہِ راست خود فطر کے دل سے بجلی ہو اسی آواز کو انسان
 سنتا ہے اور لازم ہے کہ سنے اس ایک آواز کے مقابل میں باقی تمام صدائیں بے معنی ہیں“
 وحی کے متعلق اب ذرا شرح مناسب نہیں اس عالم میں تقریر و تحریر کی گنجائش نہیں
 مولانا روم فرماتے ہیں

کارِ پاکاں را قیاس از خود گیر گویہ ماند در نوشتن شیر و شیر

۱۷ اور میں بوجہ خواہش سے اپنی ہولے نفس سے نہیں یہ گروی جو اناری گئی (سورہ نجم پارہ ۱۲۷)

دریابد حال بختہ بیج حسام پس سخن کو تارہ باید و بسلام
الغرض آنحضرت پر جب وحی نازل ہو چکی آپ غار حرا سے نبوت کا خلعت پہنے ہوئے باہر تشریف
لائے اور گھر کی طرف رخ کیا مگر مطہرہم تھر تھرا رہا تھا اور مقدس دل ہاتھوں اچھل رہا تھا ایک
طرف سرکار احدیت کا رعب چھایا ہوا تھا جبروت کا نظارہ آنکھوں میں چر رہا تھا اور دوسری طرف
ہرم قدس کی مستانہ کیفیت خلوت خاص میں ہمکلامی کی لذت سے دل چور چور اور آنکھیں محو
تھیں طوطی ہند حضرت امیر خسرو دہلوی نے شاید اسی کیفیت کا سماں ذیل کے شعر میں باز عا ہے
کردل کھینچے لیتا ہے۔ خوب

توشہ نیمی غالی بہ برکہ بودی شب

کہ ہنوز چشم مست اثر خار دارد

آنحضرت کو تشریف
لائے ہیں اور حضرت
جدید بخشن نبی ہیں

گھر بچے بچے آپ بے طاقت ہو گئے اور اوڑھ لپیٹ کر لیٹ رہے جب ذرا سکون ہوا اور
روحانیت کا غلبہ کم ہوا آپ اٹھ بیٹھے اور گذشتہ کیفیت یاد کر کے انسانی کمزوری کا خیال گذرا کہ
برق تجلی کیس خرم دل کو چھو نہ دے اور شت خاک کو سیلاب حقیقت بہانہ لپجائے آپ نے حضرت
خدیجہ سے فرمایا لَقَدْ خَشِنْتُ عَلَى نَفْسِي یعنی تحقیق ڈرامیں اپنی جان پر جس کے جواب میں
حضرت خدیجہ نے جنس آنحضرت کے فیض صحبت نے کامل کر دیا معاوض کیا کہ اے ابوالقاسم آپ کی
بلا ڈرے آپ تو سب سے بھلائی کرتے ہیں بکیوں کے یا وہیں غریبوں اور محتاجوں کو صدقہ دیتے
ہیں یتیموں کی پرورش کرتے ہیں یواؤں کی مدد کرتے ہیں غریبوں کے ساتھ احسان کرتے ہیں
اور کسی کا دل نہیں دکھاتے کیا ایسے نیک بندوں کی نیکیاں آڑے نہ اٹگیں۔ آپ کی جان سے
دور آپ کو اپنی جان کا کیوں خوف ہے۔ ہمارا رب سوائے بہتری کے آپ کے ساتھ کچھ نہ کرے گا۔
اور کسی بلا میں نہ ڈائے گا۔ آنحضرت نے یس مکر روح القدس کا مشاہدہ اور نزول وحی کا حال بیان
فرمایا۔ حضرت خدیجہ جبران ہوئیں کہ یہ کیا معاملہ ہے آخر وہاں سے اٹھ کھڑے چھڑاؤ بھائی و سرور
کے یہاں تشریف لگئیں اور یہ عجیب واقعہ بیان فرمایا۔ در قدس جو قومیت اور انجیل کا عالم

تھا اور بت پرستی جو زکر نصرانی ہو گیا تھا یہ منکر کرنے لگا۔ "قدوس قدوس" جبریل کو اس بت پرستی کے شہر میں کون یاد کرے وہ تو خدا کا امین اور پیغمبروں کا ہنشن ہے ایسا مقرب فرشتہ اور پھر یہ مشرکین کی زمین مگر مجھے یقین ہے کہ تمہارے نیک نفس شوہر کبھی جھوٹ نہ بولیں گے آپ کی سچائی اور امانت مشہور ہے اور ساتھ ہی دھم پرست بھی نہیں بلکہ نہایت عاقل اور فزائنہ ہیں اچھا ان کو یہاں بلالانا میں خود دریافت کروں گا۔ حضرت خدیجہ وہیں آئیں اور آنحضرت کو ساتھ لے گئیں ورقہ نے آپ سے حال دریافت کیا آپ نے واقعہ بیان فرمایا۔ ورقہ کو اب کچھ شک نہ رہا حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کے حالات پڑھ چکا تھا روح الامیں کے نزول کا یقین تھا بھاکہ رب الافواج نے اب عرب کی طرف رخ کیا ہو اور اس صادق القول "الایمن کو منتخب کر کے اپنا رسول بنایا۔ جس وقت اس تصور کی تصدیق ہو گئی قضیہ فیصل تھا بے اختیار کہ اٹھا البشر یا جہنم انبیا بشارت ہو آپ کو کہ یہ ناموس اکبر تھا خدا کا مقرب فرشتہ جبریل آپ پر نازل ہوا جس طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ خدا نے آپ کو نبوت عطا فرمائی آپ ہدایت پر مامور ہو گئے اور انہوں جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے لوگ آپ کو ستائیں گے کاش میں نوجوان اور توانا ہوتا کاش میں زندہ رہتا کہ آپ کی حمایت کرتا اور آپ کے پیچے حاریوں میں شامل ہوتا۔ یہ لکھ کر ورقہ نے جوش میں آکر آپ کے فرق مبارک کو چوم لیا۔ آنحضرت اس شیدائے حق کی حالت سے متاثر ہوئے اس کے حق میں دعا فرمائی اور اس کی وفات کے بعد جب کبھی ورقہ کا ذکر آیا آپ نے اس کے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ سبحان اللہ وہ لوگ کیسے خوش نصیب تھے جنہوں نے آپ کے جمال باکمال کو چشم ظاہر اور دیدہ باطن دونوں سے ملاحظہ فرمایا اور ان لب جاں بخش سے ہدایت کے الفاظ

لے ورقہ نے زائد دعوت اسلام نہیں پایا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد رط کی۔ ورقہ کے یہ حالات ہم نے بخاری کی ایک حدیث سے جو باب بد الوی میں مذکور ہے نقل کیے ہیں لیکن محققین کو اس حدیث میں کلام ہے کیونکہ اس حدیث کا سلسلہ روایت حضرت عائشہ پر ختم ہوتا ہے اللہ آپ سے وقت پیدائی نہیں ہوئی میں علاوہ اس کے حدیث میں "عنہ" واقع ہو ہے اس طرح کہ لیسث عن عقیل عن ابن شہاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشہ ؓ

سُنکر زندہ جاوید ہو گئے۔ اب یہ دولت کہاں نصیب۔ خیر اگر دولت دیدار نہ سہی وہ ذلقریب
وہ بزم آرائیاں نہ سہی گرچہ شیداؤں کے کانوں میں اب بھی وہی صدا آتی ہے مگر کیونکر سُنے
اکمال ادب کے ساتھ نہایت خضوع اور خشوع اور ذوق و شوق سے تلاوت کلام مجید کرنے سے
بیشک اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا

منادی توحید

جس کرۂ ظلم پر ہم آباد ہیں اس کے متعلق عقلی اور نقلی دونوں دلیلوں سے ثابت ہے
کہ انسان سے پرستریاں ہشیا کا وجود ضرور تھا۔ مادہ گیتی نے جس وقت سے اس لعل بے بہا
کو اپنی آغوش میں جیتا جاگتا پایا ہو گا پانی اور سواکی ٹھٹی ضرور طیار رکھی ہوگی ورنہ ایک دم
اس بچے کا جینا محال تھا۔ ساتھ ہی اس کے بہت سے کھلونے بھی بنا رکھے ہونگے دریا بہاؤ
چرند پرند غرض کہ کثرت سے پٹے پٹے اور ٹھنڈے طیار ہونگے خیر یہ تو ماورِ شفق کی فطری محبت ہے
جو کچھ نہ ہوتا مٹوا تھا یہ ہمارا پر فلک بھی جسے عشاق اور اُن کے مفت کے وکیل شعرا ہنسیہ اپنے
خیال کے موافق اس کے جو ردِ حجاب سے تنگ آکر براہِ بلا کہا کرتے ہیں اس وقت اتنا مہربان تو
ضرور ہو گا کہ رات کو اس پیارے بچے کے سٹانے کے لئے چاند کی تزیین لٹکا دیتا ہو گا کہ
اشاروں اشاروں میں اس سے باتیں کرتے کرتے سوجائے اور ساتھ ہی حفاظت کے خیال
سے شب بھر نذر اردن چھوٹے چھوٹے ہونے نوزانی چراغ جلاتا ہو گا کہ کوئی بلا پاس
نہ پھٹکے۔ نور کے ترلے اس لحاظ سے کہیں اس معصوم کو سہڑی کا خلل نہو جائے جلدی
سے جا کر ایک سدور دھکتا ہوا آتش دان اُٹھاتا ہو گا جو دن بھر روشن رکھ کر طے طے کے نفع
پہونچاتا ہو گا۔ غرض کہ ابتدا میں انسان ان قدرتی واقعات فاصک آسمان اور اُس کے نوزانی
ابرام کو استعجاب سے دیکھتا ہو گا کبھی دُرتا ہو گا کبھی غرض ہوتا ہو گا اور رفتہ رفتہ اس کے
دل پر ان محوسات کے سبب سے بیم و امید کی کیفیت پیدا ہوتی ہوگی جس قدر اس کا شہ

آسمانی اور نورانی
اجرام

ترقی کرتا ہوگا اسی قدر اس کیفیت میں پابندی ہوتی ہوگی یہاں تک کہ بعض ہشیار کو اپنا خیر خواہ اور مددگار اور بعض کو دشمن اور باعث آزار سمجھنے لگا ہو گا مسئلہ استوری آف دی فیشرز افسانہ اقوام کی کتاب ”کالڈیا“ (احوال کلڈیناں) کے صفحہ ۱۳۹ میں مذہب کے ابتدائی جذبات کی خوب تشریح کی ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”مادہ مذہب جسے دینداری کہتے ہیں انسان کی طینت میں داخل ہے اور گویائی کی قوت کی طرح تمام حیوانات کے مقابلہ میں صرف انسان ہی کو عطا ہوا ہے۔ یہ امر یہاں تک مسلمہ ہے کہ موجودہ سائنس بھی تسلیم کرنے لگاہے کہ انسان انھیں دو قوتوں (دینداری اور گویائی) کی وجہ سے تمام مخلوقات سے ممتاز ہے۔ قدیم نے موجودات کی تین قسمیں کی ہیں عالم جادات، عالم نباتات اور عالم حیوانات۔ آخر الذکر قسم میں انسان بھی داخل ہے مگر اب اس سبب انسان کا عالم ہی جدا ہونا چاہئے کہ اگرچہ اس میں تمام قواسم حیوانی موجود ہیں مگر وہ چیزیں ان کے علاوہ ہیں یعنی گویائی اور دینداری جس کے معنی یہ ہیں کہ خبریات سے کلیات کا ادراک کرتا ہے اور پھر نتائج استخراج کرتا ہے یہی دونوں صفتیں صرف انسان میں خاص طور سے پائی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے مشاہدہ کے رو سے انسان کے غلبہ پر دشمن کہ خیالوں یعنی قوت اور کمزوری کا لادہ ای اثر پیدا ہوا ہوگا۔ وہ بہت کچھ کر سکتا ہے اگرچہ قد میں چھوٹا جسمانی طاقت کم نہ قدرتی لباس ہے نہ ہتھیار ہیں۔ تکلیف اور آب و ہوا کی سختی کی مصیبت مثل اور اعلیٰ جبلت کے زیادہ محسوس کرتا ہے مگر بایں ہمہ وہ گراؤ نڈیل اور طاقت جانوروں کو قتل کر سکتا ہے اور رام بھی کر سکتا ہے اگرچہ ان کو نہ کورہ بالا چیزوں میں اس پرزوریت ہے اور ان کی کثرت اور غوغا زاری سے اس کو ہر وقت اپنی جان کا کھٹکا لگا رہتا ہے جس کے بچاؤ کے واسطے بیچارہ کوئے کوئے چھٹا پڑتا ہے۔ جانوروں پر قابو پانے کا یہ زمین کو بھی سحر کا ہے اور دیگر مخلوقات کے مقابلے میں جو قدرتی پیداوار پر بسہرتے ہیں یہ عہدہ غذا حاصل کرتا ہے اور اگر ایسی ہولناک شے کو اپنا خادوم بنالیتا ہے۔ اس طرح سمات پر فتح پانے کے واسطے ہاتھ کو مست وسیع ہوتا جاتا ہے اور ایجاد و اختراع کے میدان میں قدم رکھتا ہے اور پھر نئی دیکھ بھنک

مذہب کے ابتدائی جذبات

پڑھ کر خود ہی جھومتا ہے بیشک اس کا یہ نازیبا نہیں۔ یہ سب کچھ ہوا اگر ساتھ ہی اس کے اس نے
 دیکھا کبھی ایسی چیزیں بھی گھیرے ہوئے ہیں جن کو نہ میں سمجھ سکتا ہوں اور نہ قابو میں لاسکتا ہوں
 اس پر طرہ یہ ہے کہ ان کو میرے نفع اور نقصان پر قدرت حاصل ہے حیران ہوں کہ کیا کروں کیا
 نہ کروں، آفتاب میرے کھیت کو کبھی پکا دیتا ہے اور کبھی جھلسا ڈالتا ہے بارش سے میری کھیتی
 کبھی ہری ہری ہو جاتی ہے اور کبھی سٹرجاتی ہے غصہ یہ ہے کہ جب گرم ہوا کے جھونکے چلتے
 ہیں مجھے اور میرے مویشیوں کو لوگ جاتی ہے اور دلدلوں میں تو بیابادی اور موت تاک
 لگائے بیٹھی ہے۔ یہ سب کون چیزیں ہیں۔ یہ تو بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ ہاں اب میں سمجھا یہ حضرات
 انجانے بھی زبردست ہیں۔ خوش ہوتے تو سال کر دیا بگڑے تو ستیاناس ہو گیا اور میں نہ ان کا
 کچھ بنا سکتا ہوں نہ بگاڑ سکتا ہوں۔ بیشک ان زبردستوں کا وجود ثابت ہے اور چونکہ ہر روز
 ان کے فعل کا ایک نہ ایک اثر ہوتا رہتا ہے لہذا میری طرح یہی جائز ہیں اور اچھائی اور بُرائی
 پر قادر ہیں غرض کہ اتنے انسان کو اشیائے قدرت ذی روح اشخاص نظر آتے ہیں جس طرح اگر
 کوئی بچہ کسی کرسی سے ٹکرا کر چوٹ کھا جاوے تو پھر اس کی ہمت نہ پڑے گی کہ اس کو مارے
 بلکہ دوست بن جانے کے لئے اس کو پیار کرے گا۔ کیا بچہ کی یہ حرکت اس بات کا ثبوت نہیں ہے
 کہ اس کے نزدیک کرسی بھی اسی کی طرح ایک بچہ ہے۔ اس طرح انسان کا پلانشہ غور اپنی اس
 بے بسی کے خیال سے کر کر رہا ہو گیا ہو گا۔ اب وہ سمجھا کہ میں اسی جگہ پر ہوں جہاں رہنا تو لا بدی
 ہے مگر نصف بقدر رحمتہ اور وہ بھی اپنے اختیار میں نہیں۔ یہ دنیا کیوں ہے روجوں کا جولا نگاہ ہے میرے
 چاروں طرف اور اوپر اور نیچے غرض کہ شش ہمت میں روجوں کا عمل دخل ہے۔ اب کیا کروں بس ان کے
 سامنے عاجزی کروں اپنی بے بسی کا اقرار کروں اور ہاتھ جوڑ کر عرض کروں کہ مجھ پر نظر عنایات
 رہے کیونکہ اب ان زبردست اور ملج کا وجود ثابت ہے اور یہ یہ کہ ان کو میرے نفع اور نقصان
 سے تعلق ہے تو وہ میری عوض ہی من لینگی اور میری عاجزی دیکھ کر مجھ پر ترس کھائیگی
 اس درجہ پر پہنچ کر اب انسان کو فرق مراتب کا خیال ہوا بعض روجیں تو ایسی ہیں جو نقصان

پوچھنے پر تلی ہوئی ہیں اور نہ اسے بد ہیں اور بعض عموماً نفع پہنچاتی ہیں مگر کبھی کبھی نقصان بھی کر گزرتی ہیں جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاید کچھ نا اہل شخص ہو گئیں جس کے دھیہ کے لئے ان کو خوش کرنا پائے اور اوج خبیثہ کے یقین نے خوف اور نفرت کے خیال پیدا کر دیئے اور اوج طیبہ نے محبت اور شکر کے جذبات سے دل کو معمور کر دیا۔ فقط

مذکورہ بالا تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان نے خارجی اشیاء کو کس طرح اوج تصور کیا اور پھر اوج پرستی کا شیوہ اختیار کیا۔ یہ تو مذاہب کے ابتدائی جذبات کی ایک مجمل کیفیت ہے مگر اس کی تفصیل بیان کرنے کے قبل یہ دیکھنا ہے کہ کب یہ خیالات پیدا ہوئے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ دنیا میں جس قوم نے پہلے نسل انسانی کے حالات ایک حد تک تاریخی حیثیت سے لکھے وہ یہود ہیں دیگر اقوام مثلاً قدیم مصری، چینی اور ہنود ابتدائی حالات کے متعلق کچھ اس طرح فسانوں کا پل باز دستے کہ عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی ان کے افسانے عجوبہ پرستی اور شاعرانہ تخیلات پر مبنی ہیں۔ اگرچہ کتب یہودیں بھی بہت سے بے بنیاد قصص اور روایتوں کی تئیں بزم گہی ہیں مگر یہی حقیقت کی حاکم نظر آ رہی جاتی ہے۔ کیوں نہیں اسی قوم کی شانیں آیہ **وَإِلٰہِ فَضَّلْتُمْکُمْ عَلٰی الْاٰلِہِ الْاٰلِیْنَ** نازل ہوئی ہے۔

منقول ہے کہ قایل حضرت آدم کے بڑے بیٹے نے رقابت کے ہوش میں اپنے بیگناہ بھائی ہابیل کو ایک دن تاجر سے مار ڈالا اور اس طرح یہ پہلا قاتل ہو جس بازی کے ہاتھوں خون ناحق کا مرتکب ہوا حضرت آدم کو جب یہ حال معلوم ہوا سخت صدمہ ہوا اور مظلوم بیٹے کے غم میں عالم سیاہ مفلانے لگا قایل کی صورت سے نفرت ہو گئی اور بالآخر وہ مردود درگاہ ہو کر نکال دیا گیا ظالم گھر سے کہا نکلا گویا دائرہ ایمان سے خارج ہو گیا۔ خون بیگناہ کا ایسا دھبہ نہ تھا کہ پتھر کا پتھر اس پر پاپ کا عاقبہ کر دینا قیامت ہو گیا قلب سخت ہو کر سیاہ ہو گیا اور غضبِ الہی میں مبتلا ہو گیا۔ مظلوم بھائی کی خون آلود صورت اور اُس کے دم توڑنے کی ہولناک حالت آنکھوں میں پھرنے لگی نجل نجل پتھر پتھر تھا مگر اس کے گناہ کی کالی بلا سایہ کی طرح ساتھ تھی اور سوتے

جانتے موت بکر سر پر سوار رہتی تھی۔ انسان کا دل گویا کاغذ کے ایک سینہ پر چم کی طرح ہے جس پر
 افعال کے نقش کھینچے جاتے ہیں نیکی کی گلکاری بھی ہو رہی ہے اور بدی کے دھبے بھی پڑ رہے ہیں
 لیکن اگر یہ سیاہ دھبے زامت کے تیر منچا تو اور بہت تنفار کے رٹے پھیلے نہ جائیں تو سارا کاغذ
 رفتہ رفتہ کالا ہو جائے گا اور گلکاری پر بھی پانی پھر جائے گا۔ اور آخر سوائے اس کے کہ پارہ پارہ
 کر کے پھینک دیا جاوے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ قابل کا حال بھی اسی طرح ہوا۔ بجائی کے خون
 سے ہاتھوں کو رنگ کر بجائے اس کے کہ توبہ اور بہت تنفار کے پانی سے دھو تا اور اشک حسرت بتا
 اور بھی اکر نہ لگا۔ قلب کی سیاہی بڑھتی گئی۔ مقدس باپ کے فیضِ محبت سے محروم ہو گیا۔ توفیق
 کا دروازہ بند ہو گیا اور گمراہی کے تیرہ دنا جنگل میں بھٹکنے لگا۔ توریت کی کتاب پیدائش باب
 چارم میں درج ہے کہ قابل مردود درگاہ ہو کر مشرق کی طرف روانہ ہوا اور وہیں ڈیرے ڈال دئے
 اس کی بہت سی اولادیں ہوئیں جن میں سے ایک بیٹے اٹوخ کے نام سے اس نے پہلے پل ایک
 چھوٹے سے شہر کی بنیاد ڈالی اور رفتہ رفتہ اس کی نسل بڑھتی گئی یہاں تک کہ باپنجویں پشت میں
 سسلی ملک ایک خوشخوار اور شورہ پشت شخص پیدا ہوا جس کے ایک بیٹے "ٹوبل کین" نے پہلے
 پہل لوہے اور تانبے کے اوزار اور ہتھیار ایجاد کئے اور کشت و خون کا بازار گرم ہونے لگا قابل کا
 گناہ گویا ایک چنگاری تھی جس سے اُس کی ساری نسل بھوک اٹھی۔ جدید یہ لوگ گئے دھوئیں
 اڑا دیئے کسی جگہ ان کو قرار نہ تھا۔ قابل کو جو بد عادی گئی تھی کہ تو عالم میں مارا مارا پھرے گا
 اور کبھی چین سے نہ بیٹھے گا (کتاب پیدائش باب چارم) اس کا اثر اُس کی نسل میں باقی رہا۔
 یہ خوشخوار گروہ دشت چیماق۔ میدان گوبی اور کوہستان یورال اور الٹائی میں چھا گیا۔ اور جب
 کبھی چوٹ گیا خون کی ندیاں بہادیں۔ اور عالم کو زیر و زبر کر دیا۔

الفرض قابل مع اپنی اولاد کے وائرہ ایمان سے خارج ہو گیا۔ شامت اعمال کا محوت
 سر پر سوار تھا۔ گناہ کی تاریکی گہرے ہوئے تھی۔ دنیا کی ہر چیز اب اُس کو خوفناک نظر آتی تھی اور
 وحشت بڑھتی جاتی تھی۔ یہ کیا حالت تھی، عجائباتِ قلب کی ایک حیرت انگیز کیفیت تھی جس کے

سمجھنے کے واسطے ایک مثال کی ضرورت ہے۔ ایک طالب علم جس نے اسکول کے سب سے بڑے
کو قابل تعریف کامیابی کے واسطے کو لیا ہوا اور اب کلچ میں ذوق شوق سے تکمیل علم کے واسطے
قدم رکھا ہو، ذرا اس کی حالت دیکھنا۔ کلاس میں داخل ہو کر کس قدر مسرور نظر آتا ہے۔ کس
محویت سے لکچر سن رہا ہے اور کس جوش سے ”نوٹس“ لکھ رہا ہے۔ گھر آ کر رات کے وقت
خوشی خوشی کس محویت سے کل کا کام کر رہا ہے اور مطالعہ میں مشغول ہے۔ صبح سویرے ہی اور
یہ لمبے کے سامنے بیٹھا ہوا مطالبہ پر غور کر رہا ہے غرض کہ ہر وقت طلب علم کے نشہ میں سرشار
ہے جہاں علمی مذاکرہ سنا دوڑا جا رہا ہے اور بحث مباحثہ سے حظ حاصل کرتا ہے اور اس طرح
اپنی معلومات کا دائرہ وسیع کرنا جاتا ہے کہ یکا یک ایک دن سیر کرتے کرتے کسی نہرہ چین
سے آنکلیں چار ہو گئیں گناہوں کا جامہ پہل گیا اور دل ہاتھوں سے مفلک کر محبت کے چاہا بال
میں قید ہو گیا اب اس کی حالت دیکھنا شام کو گھر آیا ہے مگر دل وہیں چھوڑ آیا ہے۔ کل کا سبق
یا ذکر نا ہے چند سوالات حل کرنا ہیں لیپ لیکن بیٹھا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا داغ چکر کھار ہا
ہے۔ ہوش بجا نہیں در ددل در سر ہو گیا اور یہ وہیں دراز ہو گیا مگر نیند کہاں آخر خدا خدا
کر کے صبح ہوئی یہ کلچ چلا مگر بالکل کھویا ہوا نہ لکچر سمجھ میں آتا ہے نہ نوٹس لکھ سکتا ہے چہرے
سے پریشانی اور وحشت پرستی ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ پڑھنا لکھنا سب بالائے طاق علمی
مذاکرہ سے کوسوں دور امتحان کا زمانہ آگیا۔ یہ شریک تو ہوا مگر حضرت کی غیرت ”شرکت غم“
بھی نہیں چاہتی تھی انجام یہ ہوا کہ گڈ میں نام نہاد دگر بنامی کا سائیکٹ مل گیا
والدین کی نگاہوں سے گر گیا اور ہر طرف ذلیل غوار پھرنے لگا۔ سچ ہے معرفت کی راہ میں
بھی انسان کے قلب پر ایسی ہی کیفیتیں گزرتی ہیں کہیں طاعات و عبادات کا ذوق شوق
ہوتا ہے ذکر فکر میں حزمہ آتا ہے شب بیداری اور سحر خیزی آسان ہو جاتی ہے۔ ایک عجب سحر
ہوتا ہے اور ہر طرف نور ہی نور نظر آتا ہے فیض کا دریا جوش مارتا ہے اور لطیفوں کی نہریں
جاری ہو جاتی ہیں لیکن معاذ اللہ اگر کسی سخت گناہ میں مبتلا ہو گیا ظلمت چھا جاتی ہے۔

انقباضی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے نہ وہ انبساط ہے نہ وہ سرور نہ وہ ذوق شوق ہے نہ وہ جوش و خروش
اگر اس حالت میں توبہ اور استغفار نہ کی اور خضوع اور خضوع کے ساتھ متوجہ نہ ہوا تو طلب محنت ہو جاتا
ہے۔ یعنی ہدف فیض سدود اور نسبت سلب اللہم احوظنا۔

حضرت شریف
اور نہ اپنی

ہشک تاویل کی کہ وہ حالت ہو گئی تھی جس کو صوفیہ کرام سلبت کہتے ہیں اس کی
اولاد میں بھی وہی فاسد مادہ اچھلتا رہا اور اسی کے ایسے حرکات پیدا ہو کر وہم پرست ہو گئے۔
دیو جوتوں کو ماننے لگے اور باطل معبودوں کی پوجا ہونے لگی مگر اس کریم کار ساز نے جس کی رحمت
اس کے غضب پر بہت سے گئی ہے۔ "غلام و جہول" انسان کی نسل کو برباد ہونے نہ دیا۔ حضرت
شیثؑ جو اپنے باپ کے پیچھے جانشین تھے سیدھی سادھی خدا پرستی کی جو ایک گلہ بان کی مرغ
مرغباں زندگی کا جذبہ تھی لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔ خدا نے ان کی اولاد میں برکت دی۔ رحمت
کا دروازہ کھل گیا اور فیض نازل ہونے لگا۔ اس طرح حضرت آدمؑ کی وفا کے بعد ان کی اولاد
دو مختلف طریقوں کی پابند ہو گئی جو ان کی جداگانہ طرز معاشرت کے نتیجے تھے ایک سلیم الطبع
جو پان دو سرا خونخوار شکاری لایک کریم سینہ میں ذوق شوق کے ساتھ آیا ہو کے نعرے لگاتا تھا
اور دوسرا بیابان وحشت میں ہو کر تاپتا تھا خوب سے

دیر و حرم کا جب کہ جہاں میں نشان تھا

عاشق کے دل سوا کوئی اس کا مکان تھا

انسان اگر غور سے دیکھے تو معلوم ہو جائے کہ مقصود اصل میں ایک سرگرداں تک پہنچنے
کے واسطے مختلف راہیں پیدا ہو گئی ہیں اور کچھ ایسی پیدا ہوتی گئیں ہیں کہ سالک اس بھول
بھلیاں میں مبتلا پھرتا ہے اور رشتہ مقصود ہاتھ سے چوٹ جاتا ہے لیکن جس طرح تلاش
مقصود انسان میں دو ہی ہے اسی طرح مختلف راہیں پیدا ہونا ظہری امر ہے جب اختلاف
ظہری ٹھہرا تو ہدایت لابی ہوئی ورنہ یوں بے سرو پا چھوڑ دینا اور پھر اپنی طرف بلانا انصاف
نہیں ہے۔ بیشک اسی سبب ہادیوں کی اشد ضرورت ہے اور ابتدا ہی سے ایسا انتظام

شرح ہو گیا۔

حضرت ادیس

حضرت شیث کی چھٹی پشت میں حضرت ادیس علیہ السلام پیدا ہوئے اس زمانہ میں
نسل انسانی کا چہرہ بڑھتا بڑھتا ایک ایساے متوج ہو گیا تھا اور دنیا کے مختلف حصوں میں پتے
لگا تھا۔ قایل کی اولاد نے ہر جگہ طوفان مچا دیا تھا خود بھی گمراہ تھی اور اپنے ساتھ حضرت شیث
کی اولاد کو بھی لے کر خراب کر دیا تھا حضرت ادیس ان گمراہوں کے ہدایت کے واسطے
مبعوث ہوئے منقول ہے کہ لکھنا اور سینا پہلے پہل آپ ہی نے لوگوں کو سکھایا۔ آپ کے بعد آپ کے
میٹوں نے خاص کر متوشخ نے آپ کی تعلیم کو زندہ رکھا مگر تھوڑی ہی دنوں میں بت پرستی کا فہم
ہوا۔ جس کی ابتدا سب ذیل طریقہ سے ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ اپنے بھنوں میں
بس کو خوبوں سے آراستہ پاتا ہے اس کی طرف ایک قدرتی میلان پیدا ہو جاتا ہے اور دل
میں اس کی عظمت کا نشن مٹ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی نہایت تعظیم اور توقیر کرنے لگتا ہے
یہ جذبات اس قدر بچھڑے ہو جاتے ہیں کہ اس بزرگ کے مرنے کے بعد بھی نہیں مٹتے۔ اس کی تصویر
ہر وقت آنکھوں میں پھرتی ہے اور اس کی یاد بچھین کرتی رہتی ہے مگر خیالی تصویر کے چھننے سے
آتش زان نہیں بجتی آخر مشوق نگارہ کے اصرار سے مرحوم کی کوئی نشانی پیش کرنا ہوتی ہے کہ
کسی قدر سکون تو ہو۔ یہ نشانی مختلف اقوام کے مذاق کے موافق ہوتی ہے کہیں تاٹیل اور
تصاویر کے رنگ میں۔ کہیں تبرکات کے طرزیں اور کہیں بتوں کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے
اور رفتہ رفتہ یہ نشانیاں بطور خود واجب العظیم ہو جاتی ہیں ان کے متعلق کہانیاں گزرتی جاتی
ہیں حقیقت پر پردہ پڑ جاتا ہے اور انسان کہیں سے کہیں ہو رہتا ہے اور اپنے ایک قدرتی
جذبہ دل کے ہاتھوں آپ ہی خراب ہو جاتا ہے حضرت ادیس کے ہونہار میٹوں نے لوگوں کو
بہت سے دینی اور دنیاوی نفع پہنچائے تھے ملک میں امن و امان پھیلایا تھا۔ چھی جانوروں
اور خوشخوار انسانوں کا شتر ذبح کیا تھا اور لوگوں کو نیک راہ بتائی تھی۔ ان کی وقعت ان کی
مظلت ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں کیونکر نہ ہوتی۔ ان بزرگوں کی وفات کے بعد لوگوں نے

بت پرستی کی ابتدا

لے پین وچان میں اس طرح بزرگوں کی پرستش شروع ہوئی

ان کی تصویریں بنائیں اور ایک پاک جگہ میں رکھیں اور چوبے لگے اور رفتہ رفتہ منہ پرستی تک
نوبت پہنچائی۔ قاعدہ ہے کہ جہاں کوئی دل لگتی بات بکلی سب لوگ گردیدہ ہو جاتے ہیں اور
پھر وہی بات رسم ہو جاتی ہے اور ہر جگہ جاری ہو جاتی ہے اس طرح اس طریقہ نے عام قبولیت
کا لباس پہنا اور نئے نئے رنگ میں ظاہر ہونے لگا اور عالم میں بتوں کا عمل ہو گیا سچ پوچھئے تو
لکڑی تانبے اور تھر کے بت کوئی چیز نہیں اگر بت ہے تو خود ہمارا نفس ہے جس کو ہم نے حرم سینہ
میں چھپا رکھا ہے لاکھوں مویش پاش پاش ہو جائیں ہزاروں مندر مزار کر دیئے جائیں کیا ہوتا
ہے جب تک کہ یہ بڑا بت نہ ٹوٹے سارا کرشمہ اسی کا ہے اسی کے شعبہ سے نظر بندی کرتے ہیں۔
ایک چٹھے ہوئے بروپے کی طرح یہی ہمیں بدل بدل کر آتا ہے اور اچھے اچھوں کو دھوکہ دیتا
ہے۔ آجکل زندہ اور دہریت کے لباس میں ظاہر ہو کر بہت سے بندگان خدا کی راہ ماری ہے
در حقیقت راہ معرفت میں ہمارا نفس ہی سنگ راہ ہے۔

غرض کہ رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ جس قدر لوگوں کی تعداد بڑھتی گئی اُسی قدر ان کے
معبود پیدا ہوتے گئے اور نئی نئی رسمیں جاری ہونے لگیں ہر طرف طوفان بے تمیزی بپا ہو گیا۔
اس وقت حضرت نوح مبعوث ہوئے۔ آپ متوشلح ابن ادریس کے پوتے تھے اور اولوالعزم
پیغمبروں میں سے ہیں۔ مومنین میں اختلاف ہے کہ آیا آپ تمام عالم کی ہدایت کے واسطے مبعوث
ہوئے تھے یا کسی ایک قوم کے واسطے۔ جو لوگ تمام عالم میں طوفان آنے کے قائل ہیں وہ قول
اول کو ترجیح دیتے ہیں مگر ایک گروہ و لَقَدْ اَمَرْنَا نُوحًا اَلِی قَوْمِهِ کی شہادت پر
قول ثانی کو ماننا ہے اگرچہ آپ کی ورازی عمر کے خیال سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی ہدایت کی آواز
دور دور پہنچ گئی ہوگی لیکن کلام مجید اور نسل انسانی کے ابتدائی حالات کو مد نظر رکھ کر قیاس
سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ خاص قوم کون
تھی؟ طبری نے ایک گروہ کا قول نقل کیا ہے جس کے نزدیک اس قوم سے بابل اور اس کے
قربان کے رہنے والے مراد ہیں۔ مگر اس گروہ کا قول مقبول عام نہ ہوا یہاں تک

کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں میں جب محققین کا وجود غفقا ہونے لگا متاخرین نے اس مسئلہ پر بحث کرنا
 کیا معنی اختلاف رائے کا حال تک تحریرات سے نظر انداز کر دیا اور یہ نوبت پہنچ گئی کہ مثلاً
 اگر کوئی شخص اس واقعہ کی روایتوں کے متعلق چون و چرا کرے تو آجکل کے ظاہر برہت تعصبین
 جٹ اس کو کافر کہہ دینگے۔ ایسی صورت میں تحقیق و تدقیق کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ مگر ایک قوم
 کے خیالات محدود ہو جانے سے تحقیقات مسلمہ کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا۔ زمانہ ترقی کرتا جاتا
 ہے اور انسانی معلومات کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے قدیم قوموں کی تاریخ میں اصلاحیں ہوتی
 جاتی ہیں اور ان کے حالات روز بروز آئندہ ہوتے جاتے ہیں۔ مد فون شہر کہہ رہے ہیں اور
 ”درو دیوار شکستہ“ کے ”نقش و نگار“ سے ”آثار قدیمہ“ کا پتہ لگایا جاتا ہے اور پھر روایات
 پر بحث ہوتی ہے۔ گزشتہ صدی کی ابتدا میں اہل یورپ مد فون شہروں کی طرف متوجہ ہوئے
 ابھی تک قدما کے حالات کے متعلق ان کی نگاہیں یونان و روم کی تاریخوں تک محدود تھیں
 اور انھیں کو مہذب قوم جانتے تھے مگر اب ذوق طلب و انگیزہ ہوا۔ توریت میں بائبل اور تینوا
 کی گزشتہ عظمت و جلال و کیکر سمجھتے تھے کہ یہ ایشیائی مبالغہ ہے مگر اب فرات و دجلہ کے
 کناروں پر عظیم الشان تو دوں اور بلند بنا روں کو دیکھ کر خیال گذرا کہ انہیں معلوم ان کے
 سینوں میں کن حسرت نصیبوں کی تمنائیں دہی ہوئی ہیں۔

آخر سلسلہ میں مسٹر لوبا جو موصل کا فرانسیسی قونصل تھا اس طرف متوجہ ہوا اور
 تو نجین کے قوسے کے بعض حصوں کو کمال جانفشانی اور عرق ریزی سے کھدوانا شروع کیا
 اس کی محنت رانگھان نہ گئی اور یکایک اس کو ایک عظیم الشان محسوس کے نشانات ملے جس میں
 تہموں پر بہت سے کتبے کندہ پائے گئے جس وقت اس کی خبر یورپ پہنچی شاہین علوم
 کے دلوں میں جوش و خروش پیدا ہوا۔ اور ایک فوجان ہونہارا انگریز سمی لیا رڈ اسی سال
 موصل روانہ ہوا۔ اس شخص نے اپنی زندگی اسی کام میں وقت کر دی اور اگرچہ طبع طبع
 کی دفتر اور مصیبتوں کا سامنا ہوا مگر یہ جو انہر و محبت نہ ہمارا اور آخر تو نجین اور ایک

مسٹر لوبا جو موصل کا فرانسیسی قونصل تھا اس طرف متوجہ ہوا اور
 دوی سکی کتب خانہ

دوسرے مشہور تو دے کو جس کا نام ”تل نرود“ ہے کہود کر کثرت سے ایسی چیزوں کو دعوئہ نکالا جن سے قدیم اسیریا اور بابل والوں کے حالات بہت کچھ معلوم ہو گئے۔ ان تو دونوں کے نیچے ٹوٹے پھوٹے پختہ مکتوبوں کے نشانات پائے گئے جن کی انیٹوں پر قدیم بادشاہوں کے نام کندہ تھے اور دو بڑے دربار عام کا پتہ لگا، ایک کو اسیریا کے مشہور بادشاہ ”شالمانسر“ نے جو آٹھ سو برس قبل حضرت مسیح کے عکراں تھا بنوایا تھا۔ اور دوسرا کے پوتے ”اسور بنی پال“ کا تھا۔ آخر الذکر دربار کے ایک کمرے میں بیشمار سنگین کتبے مرتب پائے گئے جو کمال اہمیت سے لندن کے عجائب خانہ میں بچھ دیے گئے۔ ان کتبوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ اور قدیم زبانوں کے جاننے والوں نے نہایت محنت سے ان تحریرات کو حل کیا۔ لوگوں کو حیرت ہو گئی جس وقت یہ دریافت ہوا کہ دنیا کا یہ پہلا سنگی کتب خانہ تھا جس کو اسیریا کے بادشاہ ”اسور بنی پال“ نے چھ سو پچاس برس قبل حضرت مسیح کے جمع کیا تھا ان کتابوں سے سنگی مرتبہ کتبے مراد ہیں جن کے حرف تیر کی گالنسی کی شکل ہیں۔ اس وجہ سے ان نقوش کو ”کتبی فارم“ یعنی خط پیکان کہتے ہیں۔ اس کتب خانہ میں نجوم اور رمل کی کتابیں۔ مذہبی عقاید۔ دعاؤں۔ و ملیقوں۔ گنڈے اور تعویذوں کے مجموعے۔ شاہی فرمان قاعدے اور قانون اور ساتھ ہی کلدانیوں کی قدیم زبان کی لغت صرف و نحو اور ادب کی کتابیں اور ایک نظم رزمیہ جس میں ایک طوفان غلیظ کا حال درج ہے پائی گئیں۔ ان کتبوں کے علاوہ بہت سے ترشے ہوئے بت ملے۔ کسی کا سر آدمی کا ایسا اور جسم شیر کی طرح۔ کسی کا جسم بیل کی طرح اور سر آدمی کا ایسا اور کوئی مجسم مراد عورت کی طرح۔ ایک پتھر پر ایک عجیب نقش کھنپا ہے۔ ایک مراد ایک عورت آنے سے سامنے بیٹھے ہیں پنج میں ایک درخت ہے اور عورت کے پیچھے ایک سانپ کھڑا ہے گویا بہشت میں شیطان کے بھگانے کا سامان بازو ملے۔ غرض کہ ایسے کثرت سے بت ملے جو اب لندن کے عجائب خانہ میں رکھے ہیں مذکورہ بالا کتب خانہ کے

کچھ ملتا جلتا ہے (کتاب کا لٹیا صفحہ ۳۱۳-۳۱۵)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوح اہل شیعہ یعنی قدیم کلدانیوں (جن کو طبرستان بابل اور اس کے قریب کے رہنے والے بیان کیا ہے) کی طرف مبعوث ہوئے۔ دنیا میں کوئی نبی یا رسول مجز ہمارے خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام عالم کے واسطے مبعوث نہیں ہوا جس کی وجہ اس کتاب کے آخری مضمون ”تکمیل دین“ میں بیان ہوگی یہاں صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ کلام مجید میں جتنے رسولوں کا ذکر ہے ان کے واسطے صاف تحریر ہے کہ وہ اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے مثلاً **وَإِلَى الْمَثُورِ آخَاهُمْ صَلَاحًا** حضرت عیسیٰ کے واسطے **وَإِلَى بَنِي إِسْرَآئِيلَ عَلٰیٰ هٰذَا الْبَيَاسِ** مگر آنحضرت کی بعثت کے واسطے ارشاد ہوتا ہے **لِلنَّاسِ كَيْفَ أَقْبَلْتُمْ إِلَيَّ**۔ بیشک آپ ہی کا لقب رحمۃ للعالمین ہے پھر آپ کے اور کسی نبی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

حضرت نوح اگرچہ اولاد العزم پیغمبروں میں ہیں اور آپ کو آدم ثانی کا لقب دیا گیا ہے مگر صرف اسی بنا پر علی العموم یہ خیال پھیل گیا کہ دنیا میں طوفان کے بعد کوئی شخص حضرت نوح اور آپ کے تین بیٹوں کے باقی نہ رہا اور پھر دنیا کی آبادی حضرت نوح کی اولاد سے ہوئی۔ اس قول کے مطابق گویا طوفان عالمگیر تھا مگر آپ ایک قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور **أَنْ أَتَذْكُرَ قَوْمَكَ** (یعنی ڈرا اپنی قوم کو پارہ ۲۹ سورہ نوح) کے مطابق اسی کی ہدایت میں مشغول تھے۔ جب ان لوگوں نے آپ کی اطاعت نہ کی اور روجوں اور تہوں کی پرستش میں مصروف رہے اور کسی طرح خدا پرستی کی طرف متوجہ نہ ہوئے حضرت نوح نے ان کے واسطے ہر دما کی اور بچش و جلال میں آکر کہہ آئے **قَبِيبًا لَّا تَنْتَهِ عَنِ الْآخِرِ حِينَ مَتٰی الْآخِرِ** **وَ يَأْتِ الْآخِرُ** دے رب نہ چھوڑ زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا، مگر آپ تمام عالم کے واسطے مبعوث تھے ہی نہیں ساری دنیا میں عذاب کیوں آنے لگا بس صرف آپ کی قوم کی

لے تمام آدمیوں کے لئے خوشی بنانے والا اور ڈرانے والا (سورہ سجا پارہ ۲۷) ۱۲

سرزمین میں جس کی طرف الاحراض کا صاف اشارہ ہے) آپ کی دعا کے مطابق ایک کافر بھی نہ بچا یعنی دجلہ اور فرات ابل پڑے تلخ نارس کا سمندر جوش میں آیا آسمان سے موسلا دھار پانی برسے لگا ہر طرف عالم آب نظر آنے لگا اور سارے کلدانی غرق ہو گئے۔ سورہ انبیا پارہ ۱۷، رکوع ۶ میں صاف صاف ارشاد ہوتا ہے **اَتَّخَذُوا قَوْمَهُمْ لُطُفًا فَتَعَيَّنَ هُمْ اَجْمَعِينَ** (یہ قوم بدکار تھی پس ہم نے سب کو ڈبودیا) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قوم یعنی قوم نوح کے سارے کافر غرق ہوئے نہ کہ تمام عالم کے لوگ۔ عالمگیر طوفان کے قائل **وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمْ الْبَاقِينَ** کی آیت پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضرت نوح کے تین بیٹے جو طوفان سے بچ گئے انہیں سے ساری دنیا پھر آباد ہوئی مگر اس کا جواب یہ ہے کہ کشتی نوح میں اتنی مرد اور عورتیں بھی جو ایمان لائے تھے آپ کے اہلبیت کے علاوہ موجود تھے ان ایمان والوں کی جماعت کشتی سے صحیح و سالم اترتی اور عذاب الہی سے محفوظ رہی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ سب لوگ کیا ہوئے یا تو یکایک سب مر گئے یا کسی کے اولاد ہی نہیں ہوئی مگر معاذ اللہ خداوند کریم ایسا جاہل نہیں اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے گئی ہے ان مومنین کا فناء کر دینا قیاس میں نہیں آتا۔ بیشک یہ لوگ زندہ رہے ان کی اولاد ہوئی مگر ان کا شمار الگ اس وجہ سے نہیں ہوا کہ یہ سب ذریت نوح کے لواحق تھے ان کا فناء بقا اولاد نوح کے تابع تھا۔ سام و حام و یافث حضرت نوح کے تین بیٹوں سے پھر ”خدا پرستی کی اشاعت“ ہوئی یہ تین بزرگ مردار قوم ہوئے انہیں کا نام چلا اور باقی سب متبع الہامی و موالی تھے ان کا ذکر ہی کیا اصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس واقعہ کے متعلق یہود کی روایتیں مشہور ہو کر عام طور سے پھیل گئیں مگر کلام اللہ ان روایات سے سبزا ہے۔ علامہ شبلی اپنی کتاب تاریخ علم کلام کے ۱۸۶ صفحہ ۱۹۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”ملاحظہ کا بڑا اعتراض یہ تھا کہ یہودیوں اور پارسیوں کے یہاں جو دراز کار قلعے اور افسانے مشہور تھے قرآن مجید ان سے بھرا پڑا ہے مثلاً ہاروت و ماروت و فرشتے بابل کے کنوئیں میں معلق ہیں جو لوگوں کو جادو سکھاہتے وغیرہ وغیرہ۔ مفسرین نے

قصص انبیاء کا حصہ جو
کلام مجید میں جمع ہے
وہ صحیح ہے مگر روایات
یہود کے حائز غلط ہیں

ان قصص کے متعلق جو لکھا گوس کا ماحصل یہ ہے کہ قصص انبیاء کا جس قدر حصہ قرآن مجید میں مذکور
ہے وہ صحیح ہے لیکن بنی اسرائیل نے واقعات اصلی پر جو حاشیے چڑھائے وہ صحیح نہیں اسی
بنابر قدامے مفسرین میں سے جن لوگوں نے بنی اسرائیل کی روایتیں تفسیروں میں
داخل کر دی تھیں محدثین نے ان کی تفسیروں کو ماقط الا اعتبار قرار دیا بلکہ خود مفسرین
کو بھی۔ قدامے مفسرین میں جو بڑے پائے کے مفسر گذرے ہیں وہ یہ ہیں تبارہ۔ مقاتل بن سلیمان
تجلی۔ خضاک۔ سدے۔ تفسیر کبیر وغیرہ میں قصص الانبیاء کی نسبت جتنی روایتیں ہیں اور جن کو
قرآن مجید کے قصصوں میں منضم کر دیا ہے انھیں بزرگوں سے منقول ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ
تبارہ حالانکہ نسبت بڑے ثقہ اور قابل حجت امام ہیں تاہم ان کی تفسیر کو اس وجہ سے غیر معتبر قرار دیا
گیا کہ وہ بنی اسرائیل سے اخذ ہے۔ میزان الاعتدال ذہبی میں ہے کہ کسی نے اعش سے
پوچھا کہ مجاہد کی تفسیر مخالف کیوں ہے انھوں نے کہا کہ بوجہ اس کے کہ اہل کتاب بنی یہود سے
ماخوذ ہے۔

مقاتل کو علانیہ محدثین نے کاذب اور مغزی کہا حالانکہ ان کا جو کچھ جرم تھا وہ یہی تھا کہ
وہ اہل کتاب سے روایت کرتے تھے اسی طرح تجلی۔ سدے۔ خضاک کی روایتیں عموماتاً قابل
اعتبار قرار دی گئیں۔ چنانچہ میزان الاعتدال ذہبی میں ہر ایک کے حال سے مفصل بحث کی
ہے علامہ ابن خلدون نے اس بحث پر ایک نہایت لطیف مضمون لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے
محدثین نے اس بات میں نہایت ہتھیاب کیا لیکن ان کی تصنیفات میں رطب
و یابس مقبول و مردود سب کچھ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب لکھی پڑھی قوم نہ تھی ان کا
غیر بدویت اور امیت تھا اور سب ان کو اس قسم کی چیزوں کے دریافت کا شوق ہوتا تھا
جن کا شوق اکثر انسانوں کو فطرتاً ہوتا ہے مثلاً دنیا کی ایجاد کے اسباب۔ آفرینش کا آغاز
وجود کے اسرار۔ تو وہ ان باتوں کو اہل کتاب سے پوچھا کرتے تھے لیکن اس زمانے کے اہل
کتاب جو عرب میں موجود تھے خود بدوی تھے اور ان کی جو معلومات تھیں بالکل عامیانیہ تھیں

یہ لوگ اکثر قبیلہ عرب سے تھے جو یہودی ہو گئے تھے جب یہ لوگ اسلام لائے تو احکام شرعیہ کے
سوا جن میں بہت اعتیاد کی جاتی ہے باقی امور مثلاً اسباب کائنات اور قصص انبیاء کے متعلق
ان کے وہی خیالات قائم رہے جو پہلے سے تھے کعب اجار و مہب ابن منہ۔ عبد اللہ ابن سلام
وغیرہ انھیں لوگوں میں سے ہیں ان لوگوں کو جو روایات و حکایات محفوظ تھیں تمام مفسرین
کی کتابوں میں داخل ہو گئیں اور چونکہ ان روایتوں کو احکام شرعیہ سے تعلق نہ تھا اس لئے
ان کے متعلق مفسرین نے اعتیاد نہیں کیا چنانچہ تمام تفسیریں انھیں روایتوں سے بھر گئیں۔
حالانکہ ان روایتوں کے ماخذ وہی صحرا نشین یہود تھے جن کو کسی قسم کی تحقیق حاصل تھی
لیکن چونکہ یہ لوگ مذہبی حیثیت سے مشہور و معروف تھے اور لوگ ان کا احترام کرتے تھے اس لئے
ان کی روایتوں کو قبول عام حاصل ہو گیا،

ایمہ فن نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خاص خاص قصص کو بہ تصریح غلط اور موضوع
تبیہا۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اکثر جگہ ان قصص کی تکذیب کی ہے۔ اس کے علاوہ محققین نے
اس پہلو پر بحث کی کہ ذراں مجید میں جو قصے منقول ہیں وہ تاریخی حقیقت سے منقول ہیں یا پند
عبرت کے محاط سے۔ شاہ ولی اللہ صاحب "فوز الکبیر فی اصول التفسیر" میں لکھتے ہیں جس کا
ترجمہ یہ ہے: "اور ایام اللہ یعنی واقعات جن کا خدا نے ذکر فرمایا ہے نیکوں پر کرم کرنے اور بدوں
پر عذاب نازل ہونے کے طور پر مذکور ہیں مثلاً قوم نوح اور عاد و ثمود کے قصے جن کو عرب اپنے
باپ داداؤں سے سنتے چلے آتے تھے اور مجملہ ان کا ذکر ان کے کانوں تک پہنچا تھا اور مثلاً
حضرت ابراہیم اور انبیاء بنی اسرائیل کے قصے جو یہودیوں کے میل جول سے عربوں کے کانوں
میں مدتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان مشہور قصص سے تذکرہ کے طور پر چند قصے علیحدہ کر لئے
گئے نہ یہ کہ پورے پورے قصے تمام خصوصیات کے ساتھ چھڑ دیئے گئے ہوں۔ پس ان قصص کا
یہ مقصد نہیں کہ ان کی نفس حقیقت پہچانی جائے بلکہ یہ مقصود ہے کہ سننے والے کا ذہن شرک اور
گناہوں کی برائی اور عذاب الہی کی طرف منتقل ہو اور ساتھ ہی اس کے امداد الہی پر مطمئن ہو"

ایام اللہ غیب
اور تہرہ
باعث ہیں

بافذا از علم الکلام حصہ اول مولانا شبلی مہملہ

در حقیقت کلام مجید میں انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے حالات بار بار اسی واسطے بیان فرمائے گئے ہیں کہ ہم عبرت حاصل کریں اور سعید کملانے کے مصداق ہوں۔ ہمیں اپنی حالت کی درستی۔ تہذیب نفس اور ترقی مدارج کا خیال ہو اور کمزورت جہت باز دھکے نیکوں کی پیروی کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ علم تاریخ کا بہت بڑا فائدہ یہی ہے کہ مختلف قوموں کی ترقی اور تنزل۔ زبردست سلطنتوں کا مروج و زوال عظیم الشان جنگوں کی ہدیت ناک تصویر پر لطف مخلوں کا دلکش سماں۔ حکماء اور عہد کی حیرت انگیز و ماضی اور روحانی ترقیاں۔ جہلا اور سنہا کی مضحکہ خیز نادانیاں۔ نیکوں کا حسن خاتمہ بُروں کا برا انجام غرض کہ یہ تمام واقعات جو مختلف زمانوں میں پیش آچکے ہیں ایک ہی وقت میں ہمارے سامنے آئینہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح جو جو نتائج مختلف انقلابات سے پیدا ہو چکے ہیں اور ان کی تصدیق واقعات سے ہو چکی ہے ہمارے سامنے کلیۃً کی شکل میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور ہماری ترغیب اور ترہیب کا باعث ہوتے ہیں۔

ناظرین! مذکورہ ابتدائی جذبات کا ذکر مورا تھا کہ بیچ میں قصہ طوفان چھڑ گیا۔ مشکل یہ ہے کہ آجکل مسلمانوں کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ انبیاء سلف یا بزرگان دین کا جس وقت ذکر آتا ہے طبیعت فوراً قصص اور فرق عادات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے مگر افسوس ان بزرگوں کے نفس تعلیم کی طرف ہم شکل سے متوجہ ہوتے ہیں حالانکہ کلام مجید میں جہاں کہیں انبیاء کا ذکر خیر آیا ہے ان کی تعلیم اور تلقین پر زور دیا گیا ہے حضرت نوح دینا میں پہلے بنی مرسل تھے جن کی تعلیمات کی منہج کیفیت پارہ ۲۹ سورہ نوح میں کیے تھے اور مؤثر طریقے سے درج ہے ارشاد ہوتا ہے قَالَ سَرِّبْ اِلٰی دَعْوَتِ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝۱۰

د ترجمہ نوح نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کے وقت بھی بلایا اور دن کو بھی تو میرے بلانے کا یہی اثر ہوا کہ قتنا زیادہ بلایا آتا ہی زیادہ بھاگے اور جب میں نے ان کو بلایا کہ دین میری طرف رجوع ہوں تو ان کے گناہ معاف فرمائے انہوں نے

حضرت نوح کی تعلیم

اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لے دیکھ نہ میری آواز سنیں نہ صورت دیکھیں اور صند کی اویسنی میں آکر آکر بیٹھے۔ پھر میں نے اُن کو پکار بلیا پلا ہر میں بھی سمجھایا اور پوشیدہ بھی اور بار بار ان سے کہا کہ اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو کہ وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ (تمہارے قصور بھی معاف کریگا) اور تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسا بیگا اور مال و اولاد سے تمہاری مدد کریگا اور تمہارے لئے باغ اکائیگا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم نے بالکل خدا کا و قہر سے اٹھا دیا حالانکہ اُس نے تم کو طح طرح کا پیدا کیا (کوئی کیسا) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے کیسے تہ پر تہ سات آسمان بنائے اور اس میں چاند کو بھی بنایا ہے کہ وہ ایک نور ہے اور سورج کو بنایا کہ وہ ایک روشن شعل ہے اور اللہ ہی تم کو (ایک طرح پر) زمین سے اُگایا۔ پھر دوبارہ نثار اسی مٹی میں تم کو ملا دے گا اور (قیامت میں) تم کو پھر اسی مٹی سے نکال کر کھڑا کریگا اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارا فرش بنایا ہے کہ اس کے کھلے رستوں میں جد ہر چاہو چلو پھرو) قدیم کھدائی جن کی ہدایت کے واسطے حضرت نوحؑ مبعوث ہوئے تھے فرات و دجلہ کے دو آب کی سرسبز اور مٹھ سر زمین میں آباد تھے جس کی زرخیزی کا بڑا سبب ان دریاؤں سے مختلف نہروں کا کٹ کر نکالنا تھا۔ برسات میں موسلا دھار پانی برستا تھا اور گرمی سے تپتی ہوئی زمین بیکایک لہلہا اٹھتی تھی اور ہر طرف زمر دین فرش پھج جاتا تھا۔ کھیتیاں ہری ہوئی ہو جاتی تھیں اور پیداوار کی کثرت سے لوگ خوش و خرم نظر آتے تھے۔ اس جوش و خروش رات کو نیلگوں آسمان پر چاند کے نورانی چہرے کا نظر آنا اور دن کو کمال آب و تاب کے ساتھ سورج کو چمکتے دیکھنا عجب لطف دیتا تھا۔ انھیں آثار قدیمہ کی طرف جوش و خروش کے ساتھ جلوہ کرتے تھے حضرت نوحؑ نے ان کے نیالات کو متوجہ کر کے سامانِ حقیقی کی یاد دلائی مگر ان لوگوں نے اپنے باطل مہبودوں کو جنھیں ان کی قوت متخلکہ نے محسوسات کے اثر سے مختلف پیرایوں میں ظاہر کیا تھا نہ چھوڑا اور آخر غارت ہو گئے۔ بیشک ہر سر زمین کی قدرتی ساخت اس کی

آبے ہوا اور اس کی جداگانہ خصوصیتوں نے قلب انسانی کو اپنے اپنے رنگ سے متاثر کر کے خیالات کا جوالنگاہ بنا دیا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ ان خیالات نے جس قدر قالب بدلے اُسی قدر اختلافات کی بنیادیں پڑتی گئیں یہاں تک کہ رسم و رواج کے شکنجے نے انسانی قبائل کو جدا کر ایک دوسرے سے الگ کر دیا اور آج بھی یہ نوبت پہنچی کہ عرفان و حقیقت سے کوسوں دور پڑ گئے۔ مذہب محض ظاہری پابندیوں اور دل خوش کن فسانوں کے مجموعے کا نام رہ گیا اور حقانیت سلب ہو گئی۔ مذہب کیا ہے؟ وجدان سلیم کا نام ہے قلب انسانی کی نامتناہی تمنائیں سیات جاوید اور حرارت ابدی کی آرزو میں اپنی بے بسی اور شکستگی کا ٹکٹن خیال اور پھر فطرتاً عالم بالا کی طرف احانت اور حفاظت کی آمیدیں۔ میلان غصب کا خوف رحمت کی رجا غمکہ یہ سارے جذبات اصل مذہب اور اس کی روح ہیں لیکن جس وقت تخیل نے اپنی رنگ آمیزی شروع کر دی اور محسوسات کی کلکار ماری ہونے لگی مذہب افسانے کی صورت میں مسخ ہو کر کچھ سے کچھ ہو گیا۔ آسمان اور اُس کے علوی اجرام زمین اور اس کے سفلی اجسام۔ عناصر اربعہ۔ موالید ثلاثہ غمکہ تمام آثار قدرت اور عجائبات آفرینش رفتہ رفتہ مذکور اور مٹتے دیتا بن گئے پھر قوت تخیل نے ان کے علمی و علمیہ جسم تصور کر کے انسانوں کی طرح ان کو شہوی اور غضبی قوتوں کا پابند کر دیا اور تیسے کہا۔ بیٹوں کا اتبار لگ گیا۔ ان کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے وحشیانہ رسومات پرستش اور عجیب و غریب طریق عبادت پیدا ہو گئے اور اس سارے طوفان بے تمیزی کا نام مذہب رکھ لیا گیا۔ مگر یہ کلیہ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کے جس قدر مشاہدات بڑھتے گئے اُسی قدر جزئیات سے کلیات کی طرف ذہن منتقل ہونے لگا اور جس طرح یہ قاعدہ اس کے دماغی ترقی کے واسطے جاری رہا۔ اسی طرح اس کی روحانی ترقی پر بھی نافذ رہا۔ کہتے ہیں کہ فرات و دجلہ کی سرزمین قدیم طاقوت و سلطنتوں کا گہوارہ تھی۔ اسی جگہ سے اسیریا اور بابل کے زبردست بادشاہ اور با اقبال فاتح پیدا ہوئے جن کا سکہ دور در دور تک چمک گیا۔ اسی جگہ سے ایک گروہ مصر چھو نچا اور فرعون کی طاقتور سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ دوسرا گروہ جنوبی عرب میں آباد ہوا اور یمن کی قدیم تہذیب کی بنیاد ڈالی جس کی

بڑی بڑی نشانیاں بھرنے لگیں صحرا اور کوہ پر وہ ریگست پکار رہی ہیں کہ تلے نادر سوار ذرا ٹھہر جا
 آتنا رسل کے خاتین سے کہہ دے کہ تم نے بابل و نینوا کی عظمت کو دوبارہ زندہ کیا خوب کیا مگر
 ایک نظر ادھر بھی اور پھر تم کو یہ دریافت کر کے حیرت ہو جائیگی کہ سیل مین ابرام مصر سے
 پیشتر حکم پر رہا تھا اور اسی کے اویم پر جنس کا خوان نعت چٹا گیا تھا۔

غرض کہ جس طرح یہ سر زمین سلطنتوں کا گوارہ تھی اسی طرح اس کے آغوش میں مذہب نے
 بھی پرورش پائی ملک کی سرسبزی کے سبب مختلف قبیلوں کے آباد ہو جانے سے اس کی
 آبادی غلوٹ ہو گئی تھی۔ خیالات بھی آپس کے میل جول سے طرف معجون بن گئے تھے اس طرح
 مذہب صائین یعنی کو اکب پرستی کی بنیاد پڑی آسمان اور اس کے نورانی اجرام نے انسان
 کے قلب کو پیشتر ہی سے متاثر کر دیا تھا اب اس اثر نے باضابطہ پرستش کی صورت اختیار کی
 آفتاب و مانتاب ثابت اور ستارے مجسم دیوتا مان لئے گئے سب بڑا ترشمس ہے بس اسی کو
 آسمان کا حاکم بالادست تصور کیا اور باقی ابرام اس کے اہل و عیال اور خانہ زاد۔ ملک کے
 بڑے بڑے شہر جو دیارے فرات کے کنارے پر آباد تھے مثلاً سبار۔ سر عولہ۔ ابرق
 (جسے اب درقہ کہتے ہیں) اور کلدانیاں (زبانہ حال کامنبر) میں شمس اور دوسرے سجدہ کیا
 خاص کر قمر اور زہرہ کے واسطے مندر تیار ہوئے اور جاتیوں کا ٹانگا لگ گیا۔ پجاریوں کی بن
 آئی۔ انھیں کے ذریعے درشن ہوتا تھا۔ انھیں سے دیوتاؤں کے حالات پوچھے جاتے تھے
 جس کے باعث سے دیوتاؤں کے قصے گڑھے جاتے تھے اور ساتھ ہی اپنا تقدس اور شخص جتایا جاتا
 تھا۔ نئی نئی رسمیں نکلتی عین کرشمے اور شعبہ دے دکھائے جاتے تھے اور گویا عوام کے دلوں پر جادو
 ڈالتے تھے اس طرح یہ منہ گرد گھنٹال بن بیٹھے اور ”پٹی ششش“ یعنی مذہبی پیشوا کے لقب سے یاد
 کئے جانے لگے انکا اقتدار یہاں تک بڑھ گیا کہ ملک کے حاکم بھی یہی لوگ ہونے لگے اور ارض شنیدار
 میں جس کو اب عراق عرب کہتے ہیں پہلی سلطنت قائم ہوئی جس کا دار الحکومت در اور کلدانیاں
 قرار پایا اور مذہب صائین کو فروغ ہونے لگا۔ مشور شہروں میں رسمہ گاہیں جن کو زغور زات

مذہب صائین یعنی
 کو اکب پرستی

اور کلدانیاں

رہنمائی تھوڑی کہہ سکتے تھے تعمیر ہوئی ان کی ساخت زینہ دار مثلث کے شکل کی چوٹی تھی اور سب سے زیادہ
 کی مناسبت سے سات کھنڈ بنائے جاتے تھے جس کی چوٹی پر شوالہ تعمیر ہوتا تھا جہاں مذہبی پیشوا کو اک
 کے حالات بھی دریافت کرتے تھے اور ان کی پوجا پاٹ میں مشغول ہوتے تھے اس طرح پہلے پہل علم
 ہیئت اور سب کا آغاز ہوا۔ ہفتہ کے سات دن سب سے تیارہ کے کھال سے اور سال کے بارہ مہینے
 دو اودھ بروج کی مناسبت سے قرار دیئے گئے مگر سات ہی اُس کے تاثرات نجوم کا بھی عقیدہ مضبوط
 ہوتا تھا انسانوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے والے یہی کو اک قرار دیئے گئے ان کے سامنے سر تسلیم خم
 ہونے لگا۔ نذر جینیٹ چڑھائی جانے لگی۔ یہاں تک کہ ان کی خوشنودی کے واسطے انسانی قربانی
 بھی ہونے لگی۔ شوالے ان کے نام سے منسوب ہوئے اور تھوڑی مورتیں ان کی مظاہر تصور کی گئیں
 جن کے سامنے خاص وعام جھکنے لگے مرادیں ماننے لگے اور جینیٹ رجوع اور رجوع توں سے جن کو ان کے
 داہرے عجیب غریب خوفناک صورتوں میں تصور کیا تھا پناہ مانگنے لگے۔

جس زمانہ میں انسان کا دل و دماغ وہم اور شرک کی دست برد سے پرانگڑہ ہو رہا تھا
 دار الحکومت اُور کے تھانہ کے ایک پجاری آذر (جس کو بقول بڑی بھائی میں تاج کہتے ہیں) کے
 یہاں ایک فرزند سید پیدا ہوا جو بعد کو خلیل اللہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ بچپن ہی سے حضرت ابراہیم
 میں اتنا رش پائے جاتے تھے مبداء فیاض نے آپ کو ایسا ذوق سلیم عطا فرمایا تھا کہ شروع ہی سے
 اپنے اپنے آبائی مذہب سے بیزاری ظاہر کی اور روشن دلیلوں سے مشرکین کو قائل کر کے ایک نئے
 اور معقول مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اس واقعہ کا کلام مجید میں نہایت دلکش طریقے سے ذکر ہوا ہے جس سے
 ثابت ہوتا ہے کہ توحید کی بنیاد کو کونکر قائم ہوئی۔ چونکہ یہ اچھوتا معنوں کسی کتب سنادی میں بجز
 کلام مجید کے بیان نہیں کیا گیا اس لئے اس موقع پر اس کا ذکر ضروری ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے جس وقت ہوش سنبھالا دیکھا کہ بت خانوں میں ہر وقت جھگڑا رہتا ہے
 خلعت ہے کہ آدمی آتی ہے نذر جینیٹ چڑھائی ہے اور مرادیں مانگتی ہے مگر یہ مورتیں جن کو معبود
 کا سب سے اعلیٰ اور اشرف لقب دیا جاتا ہے کون ہے بس وہی جن میں میرا باپ گھریں بیٹا لڑکا کرتا ہے

حضرت خلیل

بت پرستی کی بڑائی

عجب تماشا ہے وہی بے قدر تیر جو میرے یہاں ذلیل و غوار اور بے حس و حرکت پڑے رہتے تھے جن کی
 گڑبھگت و قہقہہ و تعظیم و تکریم نہ کچھ ادا کیا ہوتی تھی آج کس شان سے مندر میں جلوہ گر ہیں اور لوگوں نے
 ان کو قاضی الحاجات یقین کر لیا ہے۔ ایسی سحر پر پھر پڑیں میری نگاہ میں ان کی کچھ وقت نہیں اور
 ہو کیونکر مرنا دیکھ رہا ہوں کہ یہ محض کنگر تیر ہیں مگر غفلت ہے کہ اس نے ان کو سر پر چڑھا رکھا ہے
 جس وقت ان خیالات نے آپ کے قلب مہمانی میں هجوم کیا اپنے اپنے ہاں کہا وَاذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ
 لِاٰتِيْهِ اٰخِرُ اَتَّخِذُ مِنْكُمْ مِّنَ الْهٖنِ اِنِّىْ اَرَاكَ وَ قَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ترجمہ
 اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ کیا تم توں کو معبود ملتے ہو میں تو تم کو اور تمہاری قوم
 کو میرے گمراہی میں مبتلا پاتا ہوں سورہ انعام پارہ ۷، آذر نے جواب دیا "بیٹا میں اور تو کچھ نہیں
 جانتا مگر اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے باپ داداؤں سے ان کی پوجا ہوتی آئی ہے کیا وہ بزرگ یہ تو
 تھے جو ایسا کرتے تھے ہرگز نہیں ہم تو انہیں کے تھلہ ہیں، حضرت ابراہیم کو اس جواب سے نکلین ہوئی
 اپنے اپنے دوسرے پہلو سے غور کرنا شروع کیا اور دل میں کہا ان صورتوں کی تو قلعی کھل گئی اب یہ
 دیکھنا ہے کہ میری قوم کے تھلہ کتنے ہیں کہ یہ مورتیں ہمارے آسمانی دیوتاؤں کی جنہیں ہم شبہ روز
 پکھتے ہوئے دیکھتے ہیں قائم مقام اور نظام میں اس وجہ سے ان کی پوجا ہوتی ہے۔ مگر یہ تاویل بھی اس
 طالب حق کو جس کا سینہ انوار آسمی سے معمور ہو رہا تھا دھوکا نہ دے سکی۔ تاہم ایزدی خضر راہ بن گئی
 مابین عرفان طے ہونے لگے اور ایمان کامل کے مرتبہ پر پہنچ گئے خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے :
 وَكَذٰلِكَ نُوْهِىْ اِبْرٰهٖمَ مَلِكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَّيَكُوْنُ مِنَ الْمُوْحٰدِيْنَ
 فَلَمَّا جَعَلْنٰ عَلَیْهِ الْاَبْلَکَ اٰوْکُوْجَکَ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّا اَفْلَحَ قَالَ لَا اَحِبُّ
 الْاَفْلٰکَ لِیْ یعنی اپنے ایک شب کو آسمان کی طرف دیکھ کر دل میں کہا کہ میری قوم ظلمی اجرام
 کو آسمانی دیوتا مانتی ہے اچھا یوں ہی سہی۔ یہ پکھتے ہوئے تار سے خاص کر زہرہ جو سب میں روشن
 ہے ہمارا دیوتا ہے مگر نہیں ماہ تاباں نکلا اور اس کی روشنی ماند پڑ گئی بجلا جو خود ہی مطلوب ہو

حضرت ابراہیم
 اجرام منسلکی

اس سے کیا امید۔ اچھا تو یہ چاند جو دیکھنے میں کیا جلا معلوم ہوتا ہے اور پھر نفع بھی پھر نچا ہے۔ ہمارا دیوتا ہر گداہ سوچ کی کیل پھٹی اور اُس کی محفل درہم برہم خود بے نور اور فطرتوں سے غائب۔ بجلا جس کی بھری محفل میں ایسی رسوائی ہو جس کا حسن عارضی اور زوال پذیر ہو اور جو خود مجبور ہو۔ اس کو ہمارے دل پر کیا اختیار غیر نہ سہی۔ اچھا تو یہ آفتاب جو کس آب و تاب سے چمک رہا ہے اور کس قدر زہرِ حلال ہے ہمارا دیوتا ہے اور دیوتا بھی کیسا سبے بڑا اور طاقتور مگر آہِ شام ہوئی اور اس کا سارا جاہ و جلال خاک میں مل گیا۔ رات کی تاریکی نے اس کی ساری رونق پر پانی پیر کر ہماری نظر سے گرا دیا۔ بجلا جس زبردست کی ایسی کر کری ہو جاوے اس کو کب تا در مطلق مان سکتے ہیں بیشک یہ آسمان اور اُس کے اجرام مجبور اور عاجز ہیں اور کسی اور کے محکوم معلوم ہوتے ہیں۔ واقعی

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہر تم گازی میں

کوئی معشوق چہ اس پر دھڑکنگاری میں

ایسا معشوق کون ہے؟ بس وہی جس کا حسن لازوال ہے جس کا پر تو ان نورانی اجرام پر پڑتا ہے اور جس کی شمعِ جمال سے سارا عالم جگمگا رہا ہے۔ وہی ذات پاک کا در مطلق اور حاضر و ناظر ہے بس اسی سے دل لگانا چاہئے اسی کو ”الوہیم“ (رب الارباب) کے نام سے پکارنا چاہئے جس وقت ان جذبات سے آپ کا قلب طالعہ متاثر ہو گیا سینہ کھل گیا اور دیدہ دل روشن ہو گئے آپ نے اپنی قوم کے سامنے ان خیالات کا برملا اظہار کیا اور وجد میں آکر ارشاد فرمایا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْہِیْ لِلَّذِیْ نِیْ ظَلَمْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَقِیْقًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُنْشِرِ الْکٰبِرِ (ترجمہ) میں نے تو ایک ہی کانہ کو اپنا رخ اُسی کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمان و زمین کو بنایا اور میں تو نشر کو

میں سے نہیں ہوں]

دنیا میں پہلے تاریخی موجد حضرت ابراہیم ہیں جس وقت تمام قومیں طبع طرح کے شرک میں

متلاہیں اپنے پہلے پہل سن مئی سے دو ہزار برس پیشتر سبے الگ ہو کر توحید خدا پر استدلال

قائم کیا اور دینِ مبینی (یعنی ایک خدا کا ماننے والا) کی بنیاد ڈالی، اور لوگوں کے خیالات کی

اصلاح مشروع کی مگر جمالت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ آپ کی قوم کسی طرح بھینی ہی نہ تھی۔ اپنے حجت قائم کرنے کا ایک دوسرا پہلو اختیار کیا کہ اپنے منہ سے آپ قائل ہو جائیں۔ ایک تیسرا کہ دن جبکہ سب لوگ باہر میدان میں جمع ہو کر عید منانے نکلے حضرت ابراہیم سے بھی ساتھ چلنے کے واسطے اصرار کیا گیا۔ آپ نے اس خیال سے کہ آج مندر میں سناٹا ہو جائیگا بس یہی موقع ہے ان کے عقیدے کے موافق جواب دیا کہ ”بھئی میں کیسے چلوں ستارہ موافق نہیں نہیں معلوم کیا سے کیا ہو جائے“ غرض کہ اس طرح آپ تنہا رہ گئے مندر کو خالی پا کر اندر گئے۔ دیکھا تو قسم قسم کے لذیذ کھانے بتوں کے سامنے چنے ہیں یہ دیکھ کر دنیا کے اس پہلے بت شکن نے ذات واحد کی محبت کے جوش میں بتوں کو پاش پاش کر ڈالا مگر بڑے بت کو کورا چھوڑ کر تیر اس کے کاغذ پر رکھ دیا اور باہر چلے آئے۔ جس وقت لوگ میدان سے واپس آکر مندر میں جمع ہوئے دیکھا تو بتوں کی گت بنی ہوئی ہے سچے ہونو یہ ابراہیم کی دست درازیاں ہیں آپ بے لگا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ آپ نے طنز کے طور پر کہا تمجا بے مجھ سے پوچھتے ہو اور یہ نہیں دیکھتے کہ رطلے بت کے کاغذ پر تیر رکھا ہے۔ اسی سے پوچھو یہ الزامی جواب سن کر لوگ سٹ پٹ گئے اور انگلیں جھانکنے لگے اور جب کچھ بن نہ پڑا سر جھکا کر کہنے لگے ”تم جانتے ہو کہ یہ بولتے تھیں ہم ان سے پوچھیں کیا“ اتنا سنا تھا کہ حضرت ابراہیم کو جلال آگیا فرمانے لگے **اَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَفْعَلُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ اَفِ تِلْكَ اَلْوَعَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ** (درجہ) کہا کیا تم خدا کے سوا ایسی چیزوں کو پوجتے ہو جو نہ تم کو کچھ فائدہ ہی پہنچائیں اور نہ نقصان نیز انہوں میں تم سے اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا۔ پارہ ۷، سورہ انبیاء اس کا جواب یہی کیا تھا۔ بدخبتوں نے جمالت سے ہٹ دھرمی ہٹ دھرمی سے عداوت۔ عداوت سے اذیت دینے پر آمادہ ہو کر حضرت ابراہیم کو آگ میں جھونک دینا چاہا مگر آپ کا نور نار پر غالب آگیا۔ ملاحظہ فرمائیے اس بلا سے نجات دی جس کے بعد اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو کر آپ نے راہ خدا میں ہجرت اختیار فرمائی اور دریائے فرات کو عبور کر کے ملک شام

کی راہ لی۔ پھر وہاں سے مصر پہنچے اور آخر کار راض کنعان میں بنیام جردن سکونت اختیار فرمائی اور تورات کتاب پیدائش باب ۱۱ جس سرزمین میں اپنے قیام فرمایا اس میں کثرت سے بت پرست آباد تھے مگر اپنے اپنے قبیلہ کو جس میں آپ کے بانی بچے نوکر چاکر سب ملاکر قریب سواتین سو کے مرد اور عورتیں تھیں توحید پر راسخ کر دیا اور سب سے پہلے مکہ معظمہ میں خداس واحد کی عبادت کے واسطے خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی جہاں آپ کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل مقیم ہو گئے جن کی اولاد میں کچھ عورتیں دین حنیفی قائم رہا مگر آخر کو بت پرستی غالب آگئی۔ دوسرے بیٹے حضرت اسحق اپنے بانی کے گھر میں رہے اور وہیں آپ کی اولاد پہلی پھولی۔ حضرت ابراہیم پہلے بزرگ ہیں جن کے مبارک عدد میں انسانی قربانی کی وحیائے رسم موقوف ہوئی ورنہ آپ کے پشتر اور بعد بھی بابل مصر یونان اور ہند کی قدیم مذہب قوموں میں یہ خونخوار رسم جاری رہی۔

انسانی قربانی موقوف

قدیم مصریوں کے حالات اور ان کا مذہب

حضرت یوسف کے زمانہ میں بنی اسرائیل (اولاد یعقوب) مصر میں آباد ہوئے مگر آپ کی وفات کے بعد مصریوں کے غلط ملط سے "الوہیم" کی پرستش کرنے والی جماعت میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا۔ زمانہ حال کی تحقیقات کے رو سے کہا جاسکتا ہے کہ مصریوں کے آباؤ اجداد سرزمین کا لویا سے قلت اراضی یا باہمی خانہ جنگیوں کے باعث نکل کر خاکانائے سوزیٹے کرتے ہوئے وادی نیل میں پھرنے لگے۔ یہ قطعہ زمین اس دریا کی طغیانی کے باعث نہایت زرخیز ہے۔ یہیں یہ لوگ جھین تال میں کھیت کرتے تھے آباد ہو گئے۔ زمین کی سرسبزی نے خانہ بدوشی کے عادات چھوڑ کر مستقل کاشتکاری کا پیشہ سکھایا۔ پھر اس پیشہ نے حیت کے خیالات پیدا کئے اور افسر فائز ان حقوق کے نگراں قرار پائے اس طرح جھٹلے جھوٹے گاؤں آباد ہوئے پھر جس قدر انسانی ضرورتیں بڑھتی گئیں اسی قدر ارباب اور اختراعات میں ترقی ہوئی گئی اور ساتھ ہی انسانی دماغ بھی روشن ہوتا گیا اور قواعد مضبوط ہوئے اور کام تقسیم ہو کر جماعت بندی ہو گئی ہر ایک کا عطفہ عطفہ پیشہ اور الگ الگ پنچایت۔ اس طرح گاؤں سے قصبے اور قصبے سے رفتہ رفتہ شہر آباد ہوئے مگر یہ وسعت ویسی ہی تھی جیسے کہ ایک دائرہ کی وسعت جس میں دائرہ در دائرہ ہوں مگر مرکز نسب کا ایک یعنی ایک ہی قوم پہل کر ملک

پر حاوی ہو گئی اور آخر وادی نبل میں ایک زبردست شخصی سلطنت قائم ہو گئی۔ مصریوں کے
آباؤ اجداد بت پرستی اور اجرام پرستی کو کالڈیاسے اپنے ساتھ لائے تھے یہاں آکر مزدوم
اور واقعات کے اثر سے ان میں حیوان پرستی کا ظہور ہوا۔ ایک طرف گلاے بیل جو ایک کسان
کی روح روان میں مقدس مانے گئے ان کی پوجا ہونے لگی اور ان کی پتھر کی مورچے مندر میں
نصب کی گئیں جن میں سب سے زیادہ مشہور امپیس کا مندر تھا۔ دوسری طرف شخصی سلطنت کے
قائم ہونے سے فراعنہ یعنی ان کے بادشاہوں کا رعب و داب لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا اور
ان کی پرستش کا خیال یوں پیدا ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ ایک شخص کے سامنے لاکھوں آدمی سر
جھکائے ہیں اور چوں نہیں کر سکتے۔ ان کی روزی اور زندگی قید اور موت اس کے لطف و غضب
پر منحصر ہے۔ جس وقت اپنی مسلح فوج کے خرمٹ میں نکلتا ہے عجب پر ہیبت نظارہ ہوتا ہے۔ پھر
جس وقت اپنے دشمنوں کے ٹکڑے اڑا کر ہتھوں کو مار کر ہتھوں کو باندھ کر لانا ہے اُس وقت
خلعت و جلال کی محکم تصویر بن جاتا ہے۔ بیشک یہ محض انسان نہیں معلوم ہوتا اس کی شان
اعلیٰ ہے دیوتاؤں کا اُس پر سایہ ہے نہیں نہیں خود مجسم دیوتا ہے تو پھر اس کی پوجا ہونا چاہئے
اور مرعایا کے دلوں میں اس طرح رعب بیٹھا اور خود حاکم نشہ حکومت سے چور ہو کر انا میت کا
ہم بھرنے لگے وہ دیکھتا تھا کہ وہ چچو من دیگرے نیست کا مصداق میں ہی ہوں۔ لوگوں کو
میری اطاعت دل و جان سے کرنا چاہئے۔ اطاعت کیسی۔ میں ہی اُن داتا۔ میں ہی مارنے والا
والا۔ میری تو پوجا ہونا چاہیے میں زمین کا دیوتا ہوں جس وقت ان تاریک خیالات نے
دماغ کو تیرہ دتار کر دیا آنکھوں پر پرے پڑ گئے گبر و نخوت کا سودا سہا اور بر ملا افتادہ بے شک
ان کے لئے کادھکا بجا لوگ اس حیوان ناطق کو پوجنے لگے اس طرح مصر میں بت پرستی کو اکب پرستی

میراں پرستی

۱۱۵ مصری زبان میں فرعون کے معنی آفتاب کے ہیں۔ ان کے نزدیک جس طرح آسمان کا حاکم آفتاب تھا، اسی طرح زمین

کا بادشاہ فرعون کا تاریخ عالم ص ۱۱۵

اور حیان پرستی نے خوب زور باندھا مصریوں کے ان مذہبی خیالات نے بنی اسرائیل کے دلوں پر گرا اثر ڈالا۔ اس پر ذرا غور سے غلامانہ زندگی بسر کرنے سے ہمیں پتہ ہوگی کہ طبیعت میں رذالت پیدا ہوگی اور کثرت الفقر ان یکنون کھڑے کے مصداق ہو گئے اگرچہ حضرت موسیٰ جیسے اللہ العزیز نے تمہیں سولہ سو برس قبل مسیح ان کی دینی اور دنیوی اصلاح اور تعلیم و تلقین میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا مگر ان کے قلوب پر چند اثر سنا ان کی سرکشی اور نافرمانی باعث گئی۔ کبھی کہتے تھے کہ جب تک خدا کو ہم اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لینگے ہرگز ایمان نہ لائیں گے کبھی احکام الہی کے بجالانے میں جی جرات نہ تھے کبھی اس کی نعمتوں کی ناشکری کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ کی حیات ہی میں جب آپ کو وہ طور پر توریت کے واسطے تشریف لے گئے سامری کے اغوا سے اس سرکش گروہ نے گوسالہ پرستی شروع کر دی اتنا ہی نہیں بلکہ ارض کنعان اور فلسطین پر قبضہ پاکر بنی اسرائیل مغتوبہ قوموں کے میل جول سے بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے اگرچہ ان خرابیوں کی اصلاح انبیاء بنی اسرائیل جو وقتاً فوقتاً ان میں پیدا ہوتے کرتے رہے مگر یہی سلسلہ بایں ہر مصریوں نے حیات بعد الموت کے عظیم الشان مسئلے پر پہلے پہل غور کیا اور ذیل کی تشبیہ سے ایک حد تک عہد روشنی ڈالی۔ یہ کلیجہ میں ناسور ڈالنے والی موت جو ہیشہ کے واسطے عزیز کو عزیز سے جدا کر دیتی ہے اگر نئے عرصے میں تو غل تھا کی بڑی کٹ گئی امیدوں کا خون ہو گیا مگر نہیں کیا جب یہ انتقال مکانی ہو۔ وہ دیکھتے آفتاب جو کس آنے کا ہے دن کو چمکتا ہے شام کے قریب زرد ہوتے ہوتے غائب ہوتا ہے اور رات ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا ہو گیا مگر صبح ہوتی پھر اسی طرح اس کی گرم بازاری ہے۔ ہر روز یہی واقعہ پیش ہوتا ہے مگر شمس نابالغ کی گرمی ہنگامہ دہی ہے یہی حال انسان کا ہے زندگی میں آفتاب کی طرح چمکتا ہے مرتے وقت آفتاب لب بام ہو جاتا ہے قریب جانا گویا پردہ شب میں نہ چمپا ہے اور صبح کو شاد غادر کی طرح پھر تازہ دم ہو جاتا ہے اور اس غیر غم کے ساتھ دوزخ کی زندگی بسر کرتا ہے۔ حیات بعد الموت کا مسئلہ کرنے کے بعد مصریوں کا ذہن عذاب و ثواب کی طرف منتقل ہوا۔ مرنے کے بعد انسان کے اعمال کا فیصلہ ان کے دیوتا "اسائیس" اور اس کے "ہم" انھوں کے دربار میں ہوتا تھا۔ ایک بندے آسمان پر آفتاب کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے اور بد دنیا میں موزی جالوروں کے جہنم میں حلول کر کے اذیت پاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ

مسئلات بعد الموت

ان کی یہ حالت تھی کہ کبھی ان برگزیدگان اٹمی کو شہید کر کے بتوں کی پیش کرتے تھے اور پاک زندہ
 جلادیتے تھے اور کبھی پھر توبہ و استغفار کر کے تہوار پرست ہو جاتے تھے۔ ان کی یہ اعمالیوں ہی کا نتیجہ
 تھا کہ پہلے اسیر یا دالے ان پر غالب آئے اور بتوں کو قید کر کے نینو لے گئے بعد ازاں سخت
 فرماں روا سے بابل نے ۵۸۹ برس قبل مسیح ان کی بیخ و بنیاد اکھاڑ ڈالنے میں کوئی دقیقہ اٹھا
 نہ رکھا۔ ہیکل سلیمانی جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا اور بیت و دربار کے اصلی صحنے یا قسطنطنیہ فنا کر دیے گئے۔
 اور تمام بنی اسرائیل قید ہو کر بابل پہنچے جہاں ٹھینا پچاس برس تک دریائے فرات کے کنارے
 اپنی حالت زار پر آنسو بہاتے رہے۔ آخر رب الافواج کے دیارے رحمت نے پھر جوش مارا۔ غورس
 (دکنسرو) شاہ ایران نے بابل پر چڑھائی کی اور آنا فنا اس کی ساری عظمت کو خاک میں ملا دیا
 (۳۳۰ قبل مسیح) جس وقت غریب الوطن خاندان بربادی و مہاجرت کا سامنا کیا اور انکا حال دریا
 کیا با اقبال فلح کا دل درد سے بھرا آیا اور ساتھ ہی اس کے یہ معلوم کر کے کہ میرے اور ان کے
 مذہبی اصول بہت کچھ ملتے جلتے ہیں یہود کو شاہانہ عنایتوں سے سرفراز کیا۔ قید سے آزادی بخشی اور
 بیت المقدس کے تعمیر کی اجازت دی۔ اس مقام پر شاہ غورس کا مذہب جو یہود سے ملتا جلتا تھا۔
 بیان کرنا ضروری ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تباہی بیت المقدس

غورس (دکنسرو)
 شاہ ایران

قدیم زمانہ میں جبکہ وسط ایشیائے مختلف گروہ مکمل نکل کر جا بجا آباد ہو رہے تھے۔ ایک قبیلہ
 نے جو بعد کو آریہ کے نام سے مشہور ہوا، مدت تک اپنے وطن مالون کو نہ چھوڑا جہاں ان کی دینی
 اور دنیاوی ترقی کا نشو و نما دوسری قوموں سے بالکل علیحدہ ہوتا رہا۔ فرات و دجلہ اور نیل کے
 کنارے کنارے مشہور شہر آباد ہو رہے تھے۔ اسیر یا اور فراعنہ کی زبردست شطرنج قائم ہوئی
 عیس مذہب کی بنیادیں پڑ رہی تھیں مگر قدیم آریہ اپنے مویشیوں کو لے ہوئے اپنے پیارے
 سرسبز وطن ”آریا نہ ویسٹجا“ میں پڑے ہوئے تھے آخر قلت اراضی کے باعث ان میں سے

آریوں کا حال

۱۰ ”دندا“ جو پارسیوں کی مقدس کتاب ہے اس میں یہ نام درج ہے حال کے مورخین کے نزدیک یہ نام

بحر خزر کے مشرق کی طرف تھا۔ ۱۱

ایک بڑا گروہ علیحدہ ہو کر جنوب کی طرف آباد ہوا۔ بہت عرصہ تک یہ گروہ جسے یورپین مورخ "انڈو ایرمین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں ایک ہی خطہ میں آباد رہ کر اور رفتہ رفتہ گتھ بانی چھوڑ کر زراعت کرنے لگا۔ جس کے سبب گاؤں اور قصبے آباد ہونے لگے اور آخر چھوٹے چھوٹے رجواڑے قائم ہو گئے جس طرح ان کی دنیاوی حالت میں رفتہ رفتہ انقلاب ہوا۔ اسی طرح ان کے دینی خیالات میں بھی تغیر ہوتا گیا۔ آسمان اور اس کے روشن اجرام فطرت اور اس کے عجائبات نے جو انسان کے قلب کو متاثر کرتے ہیں آریوں کے دلوں پر گہرا اثر ڈالا۔ پھر زراعت کے پیشہ نے ابرداران کی طرف امیدیں وابستہ کر دیں انکا سب سے بڑا دیوتا "دُسیس" تھا جو بعد کو گرگ وید میں وندنا بمعنی آسمان کے نام سے مشہور ہوا۔ اس دیوتا کو آنھوں نے مجسم تصور کیا۔ آفتاب اس کی روشن آنکھ بجلی اس کا خنجر جگر اور سطح فلک جس پر تارے چمکے ہیں اس کی نارتار عبا قرار پائی (کتاب میتھیاٹکس) اس دیوتا کے بہت سے شریک بھی تھے جو انتظام عالم میں اس کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ مینیکا دیوتا اندر بہت ہی ہر دل عزیز تھا اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ زراعت کا دار و مدار پانی پر ہے۔ وہ کالی کالی گھٹاؤں کا آمند آمدن کرانا وہ بادل کا گرجنا وہ بجلی کا چمکنا وہ موسلا دھار پانی کا برسنا جس سے پتی ہوئی زمین سیراب ہوجاتی تھی کھیتاں ہری بھری ہوجاتی تھیں اور ہر ذی روح تازہ دم ہوجاتا تھا ان کی نگاہوں میں آسمانی جنگ کا سماں باندھ دیتا تھا۔ ان کے نزدیک باولوں کے مکھڑے جو عجیب و غریب شکلوں میں ہر غور کرنے والے کی نظروں میں جلوہ گر ہوتے ہیں گایوں کے گتھے تھے جن کا دودھ (یعنی پانی) زمین والوں کی جان تھا۔ یہ گھومنا دیوتاؤں کی استریاں تھیں جن کے سبب دیوتاؤں اور دیوؤں میں جنگ رہتی تھی۔ آریوں کا خیال تھا کہ منتر اور بجن سے دیوتاؤں کے دل بڑھتے ہیں۔ نذر حنیٹ لیکو موٹے ناز سے ہوتے ہیں اور سما کا بوق پیکر جاق چوہا ہو کر دیوؤں پر فتح پاتے ہیں۔ ویرنرا اور آجی دو زبردست عفریت اور اسی طرح ان کے دریا بانی فساد تھے جن کے قتل کے واسطے اندر دیوتا بجلی کا بان لیکر دوڑتا تھا اور گھومنا کو ان کے پنجہ سے چڑا کر عالم کو ان کے شیر سے سیراب کرتا تھا سچ ہے ہر فکر پر کس بقدر محبت و دوست

قدرت پرستی

عصر کا خیالات میدان جنگ ہے

اس طرح قدیم آریہ عرصہ کائنات کو میدان جنگ سمجھے جہاں دیوتاؤں اور دیوؤں کی ہمیشہ رانی
 ٹھنی رہتی تھی یہ خیالات رفتہ رفتہ وسیع ہوتے گئے اور عجائبات عالم کی مختلف حالتوں اور
 نور اور ظلمت کی متضاد کیفیتوں سے قلوب متاثر ہو گئے۔ اس طرح قدرت پرستی کا رواج ہوا اور
 آریوں کے گروہ کے گروہ سیکڑوں دیوتاؤں کو تار اور مختار مان کر دیو پرست ہو گئے آخر ان کی اصلاح
 کے واسطے ایزد برحق نے ایک خوش نصیر ہادی کو پیدا کیا جس نے دیوتاؤں کی پرستش کو دیوتاؤں
 یعنی شیطان پرستی قرار دیکر ”مردہستانی“ مذہب (یعنی ایک خدا اور امردا، کی عبادت)
 کی بنیاد ڈالی۔

ہسپتیا زرتشت اور
 مردہستانی مذہب

اس پیسے کے حالات اگرچہ اس درجہ تاریکی میں پڑے ہیں کہ اس کے زمانہ کا بھی ٹھیک پتہ نہیں
 چلتا۔ بعض اس کے وجود کے منکر بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اسفندیار کے باپ گشتاسب کے زمانہ میں
 تھا مگر زمانہ حال کی مغربی تحقیق خصوصاً ڈاکٹر رٹل اور جیکسن کی تحریرات سے آنجل کے پارسین
 کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کا پیر تھینا تیرہ سو برس قبل مسیح شہر سے یا آرمیاہ میں پیدا ہوا ان کا نام
 زرتشت تھا جو ہسپتیا کے خاندان اور منوچہر کی نسل سے تھا۔ آریوں میں سب سے پہلے زرتشت
 دیو پرستی کی مخالفت کی اور ایک خدا ”امورامزدا“ کی جو نور اور ظلمت نیکی اور بدی کا خالق ہے
 پرستش سکھائی۔ پارسیوں کی مقدس کتاب ”زندانستا“ میں (جس کے اصلی نسخے اسکندر رومی
 نے ۳۳۱ برس قبل مسیح جلادیمے) صرف حصہ یا سنلکے پانچ ”گتھا“ زرتشتہ کا الہامی کلام
 مانے جاتے ہیں (کتاب زردشت اور اس کا دین ص ۷۷ مصنفہ آریہ مہتری چھاپہ بلینی ۱۹۱۰ء)
 اور واقعی ان پانچوں گتھوں میں جو زردشت کی مناجات کا مجموعہ ہیں مودانہ مضمون کی جھلک صاف
 نظر آتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

”میں اس لفظ کا اعلان کرنا چاہتا ہوں جو افضل ترین ذات نے مجھے خطاب فرمایا ہے۔

آدمی اگر اس کو سننے تو اس کے سننے کے لئے اس سے بہتر کوئی لفظ نہیں جو شخص میرے پاس

کلام کو سننے کا وہ درجہ نکالی کو پہونچ کر لے دے دوام حاصل کرے۔ نیک اندیشوں کے نزدیک مردہ

ستہ جس جہد ذریعہ مانتے ہیں ان کو پارسی اپنی زبان میں ”دیو“ یعنی شیطان کہتے ہیں ۱۱۰

مالک ہر وہاں ہے۔ جو لوگ بتوں کے خیال میں منہمک رہتے ہیں یا وہ جو ہمیشہ شرارت اور بدبختی
ہی کی دھن میں لگے رہتے ہیں رذائل اور کینے ہیں۔۔۔۔۔

”اسپتیمارزرتشترا“ کی اس موعدانہ تعلیم نے آریوں میں ایک بڑا انقلاب پیدا کر دیا اور
مذہبی مخالفت کی آگ بجڑ اٹھی۔ ان کے دو گروہ ہو گئے۔ دیو پرست اور ارمز پرست۔
دیو پرست ہندوستان کے شمال و مغرب کے کونے سے پنجاب میں داخل ہو کر آباد ہو گئے اور
ارمز پرست جنوبی ایران کی طرف بڑھے۔ رگ وید اور پارسیوں کے گستاخے مقابلہ کرنے سے صاف
ظاہر ہوتا ہے کہ مذہبی مخالفت ہی جدائی کا باعث تھی۔ ورنہ اس سے پیشتر دونوں ایک تھے۔
ہندی آریہ یہاں پہونچ کر محض تخیلات کے پابند ہو گئے۔ شاعرانہ طبیعتوں نے دل خوش کن فسانوں
کی جبرار کر دی۔ وید کی سیدھی سادھی تعلیم بالکل غلط لٹ ہو گئی۔ دیو دیوتاؤں کی کہانیاں
مقبول عام ہو گئیں۔ ان کی متافرض طبیعتوں نے رفتہ رفتہ کسی چیز کی پرستش نہ چھوڑی۔ بت پرستی
غناصر پرستی، وہم پرستی وغیرہ شکر کا کوئی پہلو نہ چھوٹا۔

اگرچہ درمیان میں عقلاے ہند نے حکماے یونان کی طرح فلسفہ میں نہایت ترقی کی اور
روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کر کے ایک وجود مطلق ”پریم برہما“ کی ہستی تسلیم کی مگر یہ اعتقاد
خاص لوگوں کا تھا اور انہوں نے اپنے ہی تک محدود رکھا ورنہ علی العموم سیکڑوں دیوتا اور دیویوں
نے انسانی دل و دماغ کو مفر کر دیا۔

دوسرا گروہ یعنی ایرانی آریہ عرصہ تک مزدیسائی مذہب پر قائم رہا یہ لوگ ایک خدا
”اہورامزدا“ جس کے معنی رب العلم ہیں پرستش کرتے رہے۔ اسی کو دونوں جہان کا مالک
اور کائنات کا خالق مانتے رہے۔ عالم کا انتظام آئینا اسپنتا یعنی چھ نیک ارواح یا ملائکہ مقربین
کے سپرد تھا جن کے متعلق زرتشت نے صاف بجا دیا تھا کہ یہ ملائکہ اہورامزدا کے مخلوق ہیں
(کتاب اوستا حصہ ثلث اول ۱۹۵۳) اسی طرح تمام اجرام سماوی اور فطرت کی پوشیدہ
قوتوں کے نگہبان ریتا یعنی فرشتے مانے جاتے تھے جن کا مسکن عالم بالا تھا اور جو اہورامزدا

دیو پرست ہندوستان
میں آئے

عقلاے ہند نے
روحانیت کے
اعلیٰ مدارج طے کر کے

مزدیسائی اور
یہودی مذہب

کے حکم کے متبع تھے۔ یہی وہ موحدانہ مذہب تھا جس کا شاہ خورس پابند تھا۔ یہود کا خدا "یہوواہ" اور زروشتیوں کا "اہورامزدا" گویا ایک تھے مگر بعد کچھ وقت شاہ خورس نے شمالی ایران جس کو "میدیا" کہتے تھے فتح کر لیا فاتح اور مغتوح ایک ہو کر ایک ہی قوم بن گئے۔ آخر رفتہ رفتہ میدیاء والوں کی عناصر پرستی اور خاصکر آتش پرستی مزدیسنانی مذہب پر غالب آگئی توحید کے خیالات سلب ہو گئے اور عالم ایزد اور اہرمین دو خداؤں کے درمیان تقسیم ہو گیا اور مذہب شنوئیہ کی بنیاد پڑی جس کے ماننے والے علی العموم جو جس کے نام سے مشہور ہوئے۔

الغرض یہود نے جس وقت بابل کی اسیری سے نجات پائی اور بیت المقدس کو دوبارہ آباد کیا۔ ان کے مذہبی خیالات میں ایک بڑا انقلاب پیدا ہو گیا۔ اصل نسخہ تورات کا ضائع ہو گیا تھا اب ان کے علمائے اپنی یاد کے طور پر پھر کچھ ذخیرہ جمع کیا اور حضرت زبور اُس کے مندرجہ ذیل مگر قیام بابل میں مشرکین کے سیل جول سے ان لوگوں کے خیالات بھی رفتہ رفتہ اتر ہو گئے تورات کی تعلیم کے عوض اب جادو و منتر وغیرہ یہودہ خیالات میں ہمہ تن مصروف رہنے لگے اور سر کو حضرت سلیمان کی تعلیم اور اُن کے عروج کا ذریعہ سمجھنے لگے۔ خدا سے واحد کی ذات اور صفات میں تشبیہ کے قائل ہو گئے یعنی اس کو جسمانی جاکو اُس کے لئے حقیقتاً جسم اور مکان اور اعضا ثابت کرتے تھے اور اس کے لئے تنہا ہی قدرت اور طاقت ماننے لگے یعنی یہ کہ وہ آسمان اور زمین پیدا کر کے تھک گیا اور نہتہ کے روز آرام لیا۔ علاوہ اس کے حضرت زبور کو اس کا بڑا بیبا ماننے لگے اور انبیاءوں کے نسبت فاسد گمان رکھنے لگے۔ ریتوں اور اجار یعنی عالموں اور فقیہوں کا زور ہو گیا اور لوگوں نے انکے بند کر کے ان کے خود غرضانہ فتوؤں پر عمل کرنا شروع کیا۔ ایک طرف کبر و نخوت خدا و انسانیّت نے فریسیوں اور صدوقیوں کے قلوب کو گندہ کر دیا۔ دوسری طرف

حضرت عزیر کا نسخہ تورات بھی شاہ انوکس کے زمانہ میں ایک سو اسیٹھ برس قبل مسیح ضائع ہو گیا۔ اس فساد بادشاہ نے تمام کتب یہود کو تھلادیا اور حکم دیا کہ جس کسی کے پاس یہ کتابیں نکلیں یا جو کوئی شریعت یہود کی رسم بجالائے گا قتل کیا جائیگا۔ یہاں میں بتن بارخانہ تلاشی ہوتی۔ یہود پر یہ ظلم ساڑھے تین برس تک ہوا۔ ردیکو کتاب ذیل متعابی بائبل

حضرت مسیح کی تعلیم
بمقتضای وقت
محض ہدیہ تھی

جہالت اور تعصب نے عوام کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے۔ مذہب محض راہ و رسم کا نام رہ گیا اور
تعمیر پرستی کا عام رواج ہو گیا۔ اسی پر آشور زمانہ میں جبکہ یہود کی دینی اور دنیاوی حالت
اگرچہ گہنی تھی۔ خداوند کریم نے حضرت مسیح کو مبعوث فرمایا۔ آپ کی پاک تعلیم بمقتضای وقت محض
صوفیانہ تھی جب کہ عام اور خاص سب ہی رسمیات کے پابند ہو گئے تھے۔ تعصب حد سے بڑھ گیا
تھا اور جردی مخالفت عداوت کے انتہائی درجہ تک پہنچ گئی تھیں۔ نہ علمائیں غلوں تھا نہ اہل
کو خوف خدا اور شاکا کیا ذکر وہ تو پرانی لکیر کے فیر تھے ایسی عالمگیر بلا میں حضرت عیسیٰ نے
اپنی قوم کے ہر طبقے کے لوگوں کو نیک سلیمانی میں راہ حق کی طرف بلانا شروع کیا مگر کسی نے
بھی آپ کی نصیحتوں کو نہ سنا۔ ہر طرف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور ناحق شناس قسی القلب
یہود جنہوں نے آپ کے ہم عصر نبی حضرت یحییٰ کو بے گناہ شہید کر ڈالا تھا آپ کے بھی خون کے پیاسے
ہو گئے۔ اس پر طہ یہ ہوا کہ آپ ہی کے بارہ حواریوں میں سے جو گیلیلی کے ماہی گیر تھے ایک شخص
مسیحی ہونا نے یہودیوں سے مخفی کر کے آپ کو گرفتار کر دیا اور دوسرے حواری پطرس نے دیکھ
نام کا عالی شان کلیسا شہر دما میں اہل نظر کو یقین دلایا ہے کہ دیکھو جس طرح پطرس نے اپنے آقا
کے رفیق ہونے سے تین مرتبہ انکار کیا اس طرح میں بھی دین عیسوی کے پتے کلیسا ہونے سے اپنی
مثلیت کی زبان سے انکار کرتا ہوں) اپنے ہادی برحق کا ساتھ چھوڑ دیا اور باقی حواری فرار ہو گئے
آخر وہ معصوم نبی اللہ بے کسی کی حالت میں طرح طرح کی اذیتیں سہ کر عالم بالا کو رخصت ہو گیا۔
حضرت عیسیٰ کا زمانہ رسالت صرف دعائی تین برس تک رہا۔ ایسی قلیل مدت میں آپ پر اس
کے فرائض کیونکر ادا کر سکتے تھے۔ تاریخ ارض مقدس کا مصنف کہتا ہے۔ جس دین اور جن اصول
کی تکمیل کے لئے حواریں آمادہ ہوئے تھے وہ بظاہر سب ابھی تک بالکل نامکمل نظر آتے تھے۔
حضرت عیسیٰ کو تبلیغ ہدایت خلقِ تنہا کی بہت کم مہلت ملی تھی، صرف تین سال کے، مذہبت، بہت تبلیغ
اور شہادت یا غیبت جو سمجھے سب باتیں ختم ہو گئیں۔ سو آں چند موقعوں کے جب آپ نے مقدس ایوان

حضرت مسیح دین کو
نامام چھوڑ گئے

سے مباحثہ کیا یا ان خاص اوقات کے جب آپ کسی مجمع میں کھڑے ہو کے پند اور نصائح کا وہ واژه کھول دیا اور کوئی ایسا دستور العمل ہی نہیں مل سکتا تھا جس کی پابندی میں کوئی خاص شریعت عیسوی قائم کی جاسکتی۔ اس دین کو حضرت مسیحؑ یہاں تک نامتوام چھوڑ گئے تھے کہ کوئی خاص طریقہ عبادت بھی آپ نہیں تعلیم کرنے پائے تھے۔ چونکہ آپ کی نبوت کی زندگی صرف مروجہ اور حد سے گزرے ہوئے رسوم اور فتوہ کے توڑنے ہی میں مصروف رہی اسلذا ابتدائی عہد کے مسیحیوں نے جب آپ سے چھوٹے کے بعد غور کیا تو ان کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس خدا سے واحد و الجلال کی پرستش کرنا چاہیں تو کیونکر کریں۔

واقعی حضرت عیسیٰ کے بعد حواریوں کو ناخدا ترس یہود کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں پہنچنے کے علاوہ یہ اور مصیبت پیش آئی کہ خاص شریعت عیسوی کیونکر قائم کی جاوے۔ یہی سبب تھا کہ دین عیسوی ابتدا ہی سے بدعتیوں کی غل اذاری سے مسخ ہو گیا۔ سب سے پہلے جس شخص نے یہ فتنہ پکایا وہ پولوس تھا جس کو مسیحی دنیا "سینٹ پال" کے نام سے یاد کرتی ہے اور مذہبی اصول میں اپنا امام مانتی ہے۔ بیت المقدس میں یہ شخص اپنے آپ کو یہودی ظاہر کر کے فریسیوں کی جگہ میں لگایا، حالانکہ رومی الاصل تھا۔ کتاب اعمال ۲۲ آیت ۲۵ لغایت ۲۸ یہودی نیکر اس شخص نے حواریوں کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ان کو مارا بازو ہا، قید کیا، یہاں تک کہ پچھتے دین عیسوی کی منادی کرنے والے اسٹیفن حواری کے شہید کرنے میں خود ہی شریک تھا۔ اعمال ۲۲ آیت ۲۹ و ۳۰ میں برسن تک اس طرح ظلم کرتا رہا آخر کو یہودیوں سے بھی بیزار ہو گیا اور اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کر کے شہرہ میں حواریوں سے جاملاد حضرت عیسیٰ کے بشارت دینے اور اپنے اوپر روح القدس کے نازل ہونے کی عجیب غریب کیفیت ایسی اب و تاب بیان کی کہ سب دنگ ہو گئے اور سمجھ کر یہ تائید بھی ہے کہ ایسا ظالم گمراہ تو بہر کے راہ رست پر آجائے اعمال باب ۱۳ آیات ۴ و ۵ پولوس نے اگرچہ دین عیسوی کے اشاعت میں بہت کوشش کی مگر اصول مذہبی بالکل بدلتے نامہ گلاہیوں کے باب ۱۳ آیت ۵ لغایت ۱۲ میں آپ لکھتے ہیں "اگر ہم با آسمان سے کوئی درشتہ

پولوس یعنی سینٹ پال
اور اس کی بدعت

سوائے اس انجیل کے جو ہم نے ہمیں سنائی دوسری انجیل تم کو سنائے وہ ملعون ہے۔ اے
 بھائیو! میں تم کو بتانا ہوں کہ وہ انجیل جس کی میں نے خبر دی انسان کے طور پر نہیں، اس لئے کہ
 میں نے اس کو کسی آدمی سے نہ پایا نہ کسی نے مجھ کو سکھایا پر وہ یسوع مسیح کے امام سے مجھ کو ملی
 اس طرح لوگوں کے دلوں پر اپنے تقدس کا سکھ بٹھا کر پولوس نے حواریوں کو (جنہوں نے حضرت
 عیسیٰ کی رفاقت میں آپ کی نفس تعلیم اور "ابن آدم" کی اصل حقیقت اپنی استعداد کے موافق
 سمجھی تھی) بڑا اہلکار بنا کر شروع کیا اور آخر میں بطرس اور برناباس حواریوں کے متعلق صاف
 کہہ دیا کہ وہ انجیل کی سچائی پر سیدھی چال نہیں چلتے، (نامہ گلائیون باب آیت ۱۴)۔ رفتہ رفتہ
 پولوس کا اقتدار بڑھ گیا۔ یونان اور روم کے شہروں میں پھر پھر اگر اس شخص نے دین مسیحی
 کو مشرکین کے عقائد کے قالب میں ڈھال کر متعین میں اپنی بدعتیانہ تعلیم کی اشاعت کر دی
 جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد وہ لوگ جو ابھی تک جوہر اور زیوس کی پوجا کرتے تھے اب خنا
 مسیح کو ابن اللہ کہنے لگے اور خدائی کا خزانہ کا شریک اور متکلم ماننے لگے آپ کی مختصر پروردگار
 اس انداز سے ذکر ہونے لگی کہ بنی آدم کی نجات کے واسطے خدا نے اپنے پیارے اکلوتے بیٹے کو
 دنیا میں بھیجا جو طبع طرح کی مصیبتیں سہہ کر اور آخر مصلوب ہو کر مخلوق کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا
 متعین پولوس انہیں مسائل کے پابند ہو گئے۔ مرنس اور لوتھانے جو اس کے شاگرد رشید تھے
 اپنی اپنی انجیلیاں لکھیں اور اپنے استاد کی تعلیم "غنائلہ" (یعنی غیر یہود) میں فروغ دیا اور حواریوں
 کی سچی تعلیم صرف نامروں میں محدود ہو کر رہ گئی۔ اس طرح دین عیسوی میں ابتدا ہی سے نفرت
 اور رفتہ رفتہ یہ ذہن پھوٹی کہ کثرت سے فرتے پیدا ہو گئے سیکڑوں جھوٹی انجیلیاں بن گئیں اور
 بزرگوں کے نام سے منسوب ہو گئیں۔ حضرت عیسیٰ کے متعلق نئے نئے مسئلے چمڑنے لگے کوئی الوہیت
 کا قائل ہو گیا، کسی نے حلول کے طور پر مظهر خدا قرار دیا اور ہر طرف ایک طوفان مچ گیا۔ یہاں تک
 کہ ۳۲۵ء میں قسطنطین اعظم ششہ روم نے جس نے تین برس پشتر پولوس کا سکھایا ہوا دین
 مسیحی قبول کیا تھا، شہر تیسیہ میں ایک عظیم الشان کونسل قائم کی جہاں ان مختلف فرقوں کے

دین عیسوی میں
 ابتدائی سے نفرت
 پڑ گیا

قسطنطین اعظم اور تیسیہ کی
 کونسل تخلیق کا عہدہ

دین عیسوی پر
 شہر تیسیہ

مسائل پر بحث ہوئی اور آخر تخلیق اور کفارہ کا مسئلہ اصول دین قرار پایا اور صلیب شمار دین
 قدیم مصریوں کا عقیدہ تھا کہ ”اسائرس“ انکا بڑا دیوتا، ”آسیس“ کنواری دیوی سے پیدا ہوا
 اور مرکز ہجری اٹھا اور مخلوق کی نجات کا باعث ہوا۔ کونسل نے اس عقیدہ کو حضرت مسیح کے
 متعلق بعینہ تسلیم کیا اور دین عیسوی مصریوں یونانیوں اور رومیوں کے عقاید سے مل جل کر ایک
 طرف معجون بن گیا، جس کو قسطنطین نے اپنے مالک محوسین بڑو شمیرہ صلیبا۔ ہر طرف تخلیق کی
 منادی ہو گئی اور عالم میں توحید کے ماننے والے غنقا ہو گئے۔ مغربی ایشیا، شمالی افریقہ اور جنوبی
 یورپ میں باپ بیٹا اور روح القدس کا دور دورہ ہو گیا۔ ایران اور اُس کے توابعات ایزد
 اور اہرن میں تقسیم ہو گئے۔ باقی ممالک خاص کر چین اور ہندوستان میں سیکڑوں دیوتاؤں کے جواڑ
 قائم ہو گئے جس وقت دنیا کی یہ حالت ہو گئی کہ ہر طرف شرک اور کفر کی ظلمت نے خلق خدا کے
 دیدہ دل پر پردہ ڈال دیا مشہور بابائین مذاہب کی سچی تعلیم افسانہ ہو گئی اور دین محض راہ دوسم کا
 نام رہ گیا اُس وقت رحمت الہی جو ہر زمانہ میں اپنے بندوں کی ہر قوم میں شامل حال رہی تھی
 اب مجموعی حیثیت سے تمام عالم کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئی۔ کیوں نہیں ۷

عمرے باید کہ یار آید بہ کسار

ایں دولت سرمد ہمہ کس لاندہند

کہ کی ایک گلی میں ایک مقدس بزرگ جلدی جلدی قدم اٹھائے جا رہا ہے۔ بشرہ سے خوف کے
 آثار پائے جاتے ہیں۔ قلب طاہر ہر تھر تھرا رہا ہے۔ ہیبت چھائی ہے خدا ہی خوب جانتا ہے کہ یہ کیا
 کیفیت ہے اور وہی خوب سمجھ رہا ہے جس پر یہ حالت طاری ہے۔ مگر بھونچے تھونچے طاقت جو
 دیتی ہے نہ ملوئی نہ ملوئی (مجھے اڑھا دو، مجھے اڑھا دو) کے الفاظ زبان پاک پر جا رہی
 ہیں۔ ایک نیک بخت خاتون عاف اڑھا دیتی ہے کہ یکا یک تھوڑی دیر کے بعد یَا اَیُّهَا الْمَلِکُ
 شَرُّ مَا اَنْتَ سُرٌّ وَ دَبَّاکٌ فَکَبِّرْ وَ تَبَکَّکْ فَطَهَّرْ وَ اَلْحَمْدُ فَکَافُحٌ (ترجمہ) اے چادر میں لپٹے
 ہوئے اٹھ اور خدا کے عذاب ڈر اور اپنے پروردگار کی بڑائیاں بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پا کشتا

جب تمام عالم
 میں توحید کے
 خیالات سلب
 ہو گئے اُس وقت
 آنحضرت تمام
 عالم کی ہدایت
 کو مبعوث ہوئے

رکھ اور نجاست الگ رہ) کی وحی نازل ہوتی ہے اور وہ بزرگوار ائمہ بیعتیہ ہے۔

غارِ حرا میں سورہ اقرآ کے نازل ہونے کے بعد یہ پہلی وحی تھی جو آنحضرتؐ پر چھ ماہ بعد نازل ہوئی جس میں پہلے پہل تبلیغ رسالت کا حکم ہوا۔ سب سے بڑا فرض جس کے ادا کرنے کے واسطے آپؐ من جانب اللہ مامور ہوئے وہ یہ تھا کہ توحید کی سچی تعلیم انتہائے کمال تک پھونچاویں اور پھر اس خوبی کے ساتھ راسخ کر دیں کہ کبھی کسی قسم کا فتور نہ آئے۔ اگر کوئی شخص انصاف کی نظر سے دیکھے تو اس کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس متم با شان مسئلہ توحید کے یہی دو امور یعنی توحید کی تکمیل اور پھر اس کو راسخ کر دینا صرف آپؐ ہی کی ذات پاک پر آٹھ رہے تھے۔ اس تحریر سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں آنحضرتؐ ہی نے پہلے پہل توحید کی تعلیم دی۔ حالانکہ انیسائے سلف اور ہادیانِ سابق اس مسئلہ کو ملحقین کر چکے تھے جیسا کہ اوپر مشورہ بانیانِ مذاہب کی نسبت ثابت کیا گیا ہے) بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت رسولؐ خدا نے کمال وسعتِ نظر سے ہر قوم کے ہادیوں کی تعلیم کو جو اس زمانے اور ان طبیعتوں کے مقتضی تھی وقت کی نظر سے دیکھ کر اور اس کی حقانیت کو تسلیم کر کے جہنیتِ مجموعی اسی کی تکمیل اور اصلاح کر دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ خدا کے وجود کا یقین مذہب اور حتیٰ سب ہی قوموں میں کسی نہ کسی رنگ میں پایا جاتا ہے اور بعض قوموں میں رتی کرتے کرتے توحید کا خیال بھی پیدا ہو گیا تھا مگر یاد (۱) تشریح کے درجہ تک نہ گیا جیسا کہ یہود نے خاکِ کعبہ تصور کیا اور نصاریٰ اتحاد اور حلول کے قابل ہو گئے (۲) تنزیہ کے درجہ تک پہنچنے میں راہ گھول گیا جیسا کہ عہدِ ہند نے آپند میں ایک وجود مطلق پریم پرستوں کا تصور کیا اور اس کو ہر قسم کی معنوتوں سے اس طرح بری کر دیا کہ حقیقت میں بالکل معطل اور بیکار ہو گیا۔ تاثراتِ عالم کے اسباب سیکڑوں مستقل دیوتا قرار پائے اور اس طرح خاص اور عام شرک فی الصفات میں مبتلا ہو گئے۔ سکیا سمجھا، جو بعد کو گوتم بودھ کے لہجے میں مشہور ہوا اگرچہ اس کے حالات زندگی پارسوں کے پیغمبر سپنتا درشتن کی طرح تاریکی کے پردے میں

آنحضرتؐ توحید کو کھل کر کے راسخ کر دیا

یہود اور نصاریٰ تشریح اور حلول کے قابل تھے

عہدِ ہند پریم پرستوں کی تنزیہ کرنے کے لئے سکھوں کا بالکل معطل ہو گیا تھا

گوتم بودھ نے دیوتاؤں کی نفی کی جو ایک ذاتِ واحد کا ثبوت نہیں کیا

پڑے ہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ عقلائے ہند میں اسی شخص نے تخمیناً پانچ سو برس قبل مسیح ایک خاص مذہب قائم کیا جس میں پہلے پہل وید کے کلام آگئی ہونے سے اور برہمنوں کے دیوتاؤں سے انکار کیا اور ذات برادری کی سخت زنجیروں کو توڑ کر برہمن اور شودر سب کو یکساں تعلیم دینے کا حق ثابت کیا مگر مسئلہ توحید و سیاہی مبہم رہا۔ گو تم نے دیوتاؤں کی نفی کر کے کسی ایک وجود کا اثبات نہیں کیا۔ یعنی اُس کا ذہن رسامرت ہمارے کلمہ طیبہ کے پہلے جزد لا الہ تک محدود رہ گیا۔ ممکن ہے کہ خود گوتم ذات واحد کا قائل ہو مگر اس خیال سے کہ اس ذات پاک کا ہوتا محض حکمت اور فلسفہ سے جس میں اس وقت کے عقلائے ہند سرگرداں ہو کر بحث و جدال میں پڑ گئے تھے مل نہیں ہوتا اس لئے یہ بحث جھیننا ہی عبث ہے پس نجاکت واسطے یہی کافی ہے کہ اس دارالحسن دنیا میں انسان نفس کشی کر کے رنج و راح کے خیالات چھوڑ دے اور فنا سے مطلق یعنی زوان کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔ پیروان بودھ میں یہی اطلاقی تعلیم اصل اصول رہی اور وجود باری تعالیٰ کا خیال شے شے بالکل فنا ہو گیا اور اتحاد کا دروازہ کھل گیا۔

مسئلہ زوان

عقلائے ہند کی طرح حکمائے یونان کا بھی یہی خیال رہا۔ علت اعلیٰ عقل اول کو پیدا کر کے لگا ہو گیا پھر کائنات کا سارا کارخانہ مقولات عشر کے بل پر چلنے لگا اور انھیں کا عمل دخل ہو گیا۔ گویا واجباً لوجود قادر مطلق نہ رہا۔ مسئلہ توحید میں یہی وہ نقائص تھے جن کو آنحضرتؐ نے دور فرمایا اور نہایت فصیح اور بلیغ اور سادہ ہی پُر اثر الفاظ میں عالم اوجاہل فلسفی اور عامی سب کو صاف سنایا: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ كُفُوًا أَحَدٌ (ترجمہ) کہدے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے) واقعی توحید کامل کا سچا فوٹو یہی ہے توحید فی الذات توحید فی الصفات توحید فی العبادت کی جتنی جاگتی تصویر یہی سورہ اخلاص ہے۔ حیو و نہایت عجیب و غریب محسوس، فلاسفہ، ملاحدہ غرض کہ ہر ایک مقرر اور منکر خدا کے اصلاح خیال اور تکمیل تصور کے پہلے یہ پاک الفاظ جو کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے متن کی ششج میں سچی دلیل راہ ہیں۔ اس

حکمائے یونان کے
خیالات بھی عقلائے
ہند کی طرح ناقص تھے

سورہ اخلاص اور توحید
فی الذات توحید
فی الصفات اور
توحید فی العبادت

توحید کامل کے یقین کا جو دل پر اثر پڑتا ہے اس کو مصنف ”الکلام“ نے کیا خوب ادا کیا ہے وہ لکھتا ہے ”حقیقت یہ ہے کہ خدا کے اقرار اور اعتراف کا دل پر جو اخلاقی اثر پڑتا ہے وہ توحید کامل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ اطاعت۔ انقیاد۔ خشوع۔ استعجال۔ توکل اور انخلاص کی حالت اسی وقت دل پر طاری ہو سکتی ہے جب یہ خیال ہو کہ ہماری تمام حاجتوں، تمام ضرورتوں، تمام اُمیدوں، تمام اغراض، تمام خواہشوں کا ایک ہی مرکز ہے۔ انسان میں استعجال، آزادی، دُری بے نیازی کے اوصاف بھی توحید کامل کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتے جو شخص ایک کے سوا اور کو بھی محتاج نہ مانتا ہے اس کا سر ہر استہانہ پر جھک جانے کے لئے تیار رہتا ہے (الکلام جلد دوم ص ۱۷۷ مولانا شبلی مدظلہ)

دوسری بات یعنی توحید کا رائج کر دینا کہ پھر کبھی فتور نہ آسکے آنحضرت ہی کا حصہ تھا۔ جس قدر بانیان مذاہب گذرے ہیں ان کی تعلیم میں یہ امر خاص طور سے ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا، کہ خود اپنے درجہ کی تشریح کر دیں اور خدا اور رسول کے درمیان حد فاصل قائم کر دیں تاکہ ان کے پیروں کو غلط فہمی نہ ہو سکے۔ یہی وہ کمی تھی جس نے توحید میں بعد کو خرابیاں پیدا کر رکھی تھیں۔ اسی وجہ سے یہود حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو ابن اللہ کہنے لگے۔ ہنود رام اور کرشن کو اوتار ماننے لگے۔ مگر آنحضرتؐ نے اپنی امت پر فرض کر دیا کہ ہر روز پنجوقتہ پڑھائیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یعنی اس وعدہ لاشرک کے مقابلہ میں تمام انبیاء اور رسول خواہ وہ تمہارے رسول اللہ ہی کیوں نہ ہوں عاجز اور ناتوان ہیں اور مجالِ دم زدن نہیں رکھتے۔ یہی عہدہ کا درجہ ہے جس کی تعلیم اور تشریح نے توحید کو رائج کر دیا۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ مسلمان تو مسلمان لیکن اگر کسی تعلیم یافتہ ہندو سے پوچھئے تو صاف کہہ دے گا کہ میں توحید کا قائل ہوں اگرچہ، برعکس ہندو ذات واد کے مختلف صفات کا نام ہیں۔ کسی شالیستہ پارسی سے دریافت کیجئے جھٹ کہہ دے گا کہ میں آہرن اور یزد و دِخداؤں کو نہیں پوجتا۔ جرتاں اور آتش سوزاں ہماری مسجدیں نہ کہ سجدہ سید علیؑ اور نصاریٰ صاف کہہ گئے کہ ہم سچے ہندو ہیں تشریف لے

آنحضرت توحید کامل کی تعلیم ایسی رائج کر دی کہ بغیر توہم ہی توحید کی متونہائی ہیں

اتحاد کیا۔ غرضکہ یہ آنحضرتؐ کا فیض ہے جنہوں نے توحید کو کامل کر کے رائج کر دیا۔ زمانہ لاکھ مرتبہ
کر جائے مگر توحید قرآنی کے درجے آگے کوئی درجہ ہی نہیں سمیٹے اگر عالم میں ہزاروں انفلاب
پیدا ہوں اور اہل اسلام مغلوب ہی کیوں نہ ہو جائیں مگر لا الہ الا اللہ کے طیب کلمے جو نفی
اور اثبات کے ذریعہ سے تئید اور تنزیہ کے مجیدہ مسئلہ کو حل کرتے ہیں۔ نوشتہ ازل کی طرح محو نہیں
ہو سکتے اور ساتھ ہی وہ جزو لا یتکسر جس کی تصدیق کے بغیر توحید کامل کا نتیجہ مرتب ہی نہیں ہو سکتا
یعنی محمد ﷺ رسول اللہ اب تک مٹ نہیں سکتا اور کیونکر مٹ سکتا ہے یہ وہ نقش ہے جو توحید
کامل کے رائج الوقت مکہ پر کندہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں باقی کھوٹے کھرے سب نمکال
باہر ہیں۔

اسلامی توحید اور
رسالت جہود
ہیں

حقیقت یہ ہے کہ جس خدا کے کامل کے تصور کی اس اُمی نبی نے تعلیم دی اُس کو ان
اپنے خیال سے خود پیدا نہیں کر سکتا بلکہ وہی خدا یہ خیال پیدا کر سکتا تھا جو ان صفات کے ساتھ
جو کلام مجید میں مذکور ہیں موصوف ہے۔ ذرائع کا مشہور قائل "کانٹنہری دمی کا ستری" نبی
کتاب اسلام میں لکھا ہے۔

.. ان روایات کا پتہ لگانا جن سے یہ ثابت ہو کہ محمد مصلم نے عیسائیوں، یہودیوں اور ستارہ
پرستوں کے عقاید بالمشافہ حاصل کئے تھے فائدہ سے غالی نہیں کیونکہ ان سے ان مقامات کی تشریح
ہوتی ہے جہاں قرآن اور تورات کی آیتیں ہم معنوں میں لیکن بوجہ یہ دوم درجہ کی بحث ہے
کیونکہ گو یہ فرض کر لیا جائے کہ قرآن آسمانی کتابوں سے ماخوذ ہے لیکن یہ فیصلہ حل نہیں ہوتی کہ
محمد میں یہ مذہبی روح کیونکر پیدا ہوئی اور وحدانیت کا ایسا مضبوط اعتقاد کیونکر پیدا ہوا جو ان کے
جسم اور روح پر بالکل چھا گیا۔ یہ محال ہے کہ یہ اعتقاد تورات اور انجیل کے مطالعہ سے پیدا ہوا
ہو مگر محمد نے ان کتابوں کو پڑھا ہوتا تو ان کو اٹھا کر چٹیک دیا ہوتا کیونکہ وہ ان کی فطرت اور
وجدان اور مذاق کے مخالفت تھیں۔ اس قسم کے اعتقاد کا محمد کے زبان سے ادا ہونا ان کی
زندگی کا سب سے بڑا منظر ہے اور وہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ رسول صلیق اور پیغمبر مبرک

ذرائع کے مشور
قائل "کانٹنہری
دی کا ستری" کی گویا

سبحان اللہ جب منصف فرما کر مخالفین کا یہ حال ہے کہ کس خوبی سے آپ کے رسالت کی صداقت کرتے ہیں تو پھر دل دادہ متبعین بیان نہ کریں اگر کیونکر نہ بول آئیں

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مزمین اولین

الغرض جس وقت آنحضرت کو تبلیغ رسالت کا حکم ہوا آپ نے اپنے گھر والوں کو جو آپ کے تمام حالات سے واقف تھے آپ کی خوبو جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آپ میں خلوص اور صداقت کہاں تک ہے راہ حق کی طرف بلایا۔ سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجہ نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا۔ بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰ جن کا سن شریف ابھی دس ہی برس کا تھا اور آنحضرت کے سایہ عاطفت میں پرورش پا رہے تھے راہ حق اختیار فرمائی۔ ساتھ ہی آنحضرت نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جو آپ کے ہم سن تھے اور ابتدا ہی سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے، دعوت اسلام دی۔ حضرت ابو بکر جو آنحضرت کی رستبازی اور راست روی سے خوب واقف تھے پیغام خدا سننے ہی فوراً ایمان لائے اور جان و دل سے دین حق کی خدمت کے واسطے کمر بستہ ہو گئے۔ اور اپنے یاروں اور دوستوں کو راہ حق اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعید ابن وقاص، حضرت عبدالرحمن ابن عوف یہ پانچوں بزرگوار جو عشرہ مبشرہ کے مبارک زمرہ میں داخل ہیں آپ کے ساتھ حضرت رسول خدا کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ پھر تنبیہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، حضرت بلال، حضرت اثمنہ بنت ابوبکر اور حضرت جعفر ابن ابی طالب نے اسلام قبول کیا اور اس طرح بہت جلد ایک مختصر گروہ حضرت خاتم النبیین کے فیض تعلیم سے وحدہ

حلقہ بنتے گئے ہیں کہ پہلے حضرت ابو بکر ایمان لائے، مگر اصل یہ ہے کہ پہلے حضرت علی ایمان لائے مگر یہ رعایت جناب ابوطالب کے انبا ایمان کا ہریش کیا۔ حضرت ابو بکر آپ کے بعد ایمان لائے مگر اپنا اسلام ظاہر کر دیا اس لئے لوگ ہتھام میں پڑے اور اختلاف روایت پیدا ہو گیا (کتاب سنیعاب ابن عبدالبرہ روایت محمد بن کعب قرظی۔ ماخوذ از فرقۃ العمیون جلد اول صفحہ ۷۱) شیعہ سختی ناحق اس معاملہ میں جھگڑتے ہیں دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں بزرگوں نے اسلام قبول کر کے دین حق اور اس کے بانی کی کیا خدمتیں کیں ۱۲

لا شریک خدا پر ایمان لایا اور عالم میں توحید کامل کی منادی کی ابتدا شروع ہوئی اَللّٰهُمَّ مَرِّدْ
قَرْدِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

جہاد اکبر

سچی دنیا میں علی العموم یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ اسلام بڑا شیر پھیلا۔ خیر اگر اس جملہ کے
یہ معنی سمجھے جاتے کہ ”اتمامِ حجت کے بعد اسلام پر جب مفندوں نے اس کے قلع قمع کرنے کے واسطے
حکام کیا اس نے بھی راہِ خدا میں سرکھٹ مروانہ وار قدم رکھا مگر خوش نصیب تھا کہ اس کی فتح ہوئی
اور پراسی کا سکہ بچ گیا۔“ تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ تاریخ بھی یہی شہادت دیتی ہے کہ اسلام کا شیریں خمیر
سلامت روی کے ساتھ بہ رہا تھا اور ”مردم و مرغ و مور“ سب ہی فیضِ آب ہو رہے تھے مگر چند
نگاہ ل سب راہ ہوئے۔ اس میں بھی جوش پیدا ہوا اور آناً فاناً تیزی کے ساتھ یہ کر دیا ہے رواں
ہو گیا اور کشتِ عالم کو سرسبز کر دیا۔ مگر ستم تو یہ ہے کہ مسیحی دنیا اور اس کے دیکھا دیکھی اور مخالفین
اسلام ہی اس دعو کا دینے والے جلے کے یہ منی لیتے ہیں کہ اسلام مذہبِ شیر ہے اور خود شائعِ سلام
نے جبرِ اسلام کو پھیلا یا۔ مخالفین کہنے کو جو چاہے کہیں لیکن اگر کوئی شخص ذرا بھی انصاف کی نظر سے
دیکھے تو معلوم ہو جائے کہ نصف سے زائد مدت رسالت مکہ میں گزری شائعِ اسلام نے وہاں کس
تلوار کے زور سے سیکڑوں مسلمان کر لئے۔ ایسے مسلمان جنہوں نے دینِ حق قبول کرنے کے عوض
میں کافروں کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں سہیں مصیبتیں آٹھائیں مگر راہِ حق سے منہ نہ موڑا اور
لپٹے ہادی برحق کا دامن کسی طرح نہ چھوڑا ایسے مسلمان جو صدق، عدل، حلم اور علم کے مجسم ماؤ گھا
تھے جنہوں نے رسالت کی نورانی مشعل سے اپنے قلوب کے چراغ روشن کئے اور بزمِ جہان
کو نور پذیر کر دیا ایسے مسلمان کس تلوار کے زور سے ایمان لائے۔ مگر تین تلواؤں کئی طرح کی ہوئی
ہیں۔ ظاہر پرستوں نے سرف لوہے کی تلوار دیکھی ہے جو جسم اور روح میں جدائی پیدا کر دیتی ہے
وہ تلواؤں تین دیکھی جو دلوں کو گھائل کر دیتی ہے اور ہم صحیح و سالم نہیں بنیں جس کے ہر زخم پر لپکے۔

خبریں

تازہ روح پیدا ہو جاتی ہے کیوں نہیں

کشتیگانِ خجہ تسلیم را
ہر زمان از غیب جانے دیگر

دردِ شنادل کہاں ہیں "خجہ تسلیم" کے کشتوں کی داستان سننے کو جگر تمام کر نہیں سرجعنا
مِنَ الْجَمَادِ الْخَصْرِ إِلَى الْجَمَادِ الْكَبْرِ (مجموعہ بڑے جماد کی طرف لوٹے ہیں
ابتدایں انحصار کے ایک ایک دو دو شخصوں کو اسلام کی دعوت دہی یہاں تک کہ تین
برس کی مدت میں تین مرد اور عورتوں نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھا اور بت پرستی چھوڑ کر
دعہ لائے شریکِ مذاکی عبادت میں مشغول ہوئے۔ کفار قریش حیرت سے دیکھتے تھے کہ یہ کیا مذہب ہے
کہ سامنے تو کوئی چیز نہیں مگر فرشِ خاک پر بار بار سجدہ کر رہے ہیں۔ کچھ نہیں اِنَّهُ لَیَحْتَوٰی - اللہ
اللہ یہ کلمہ اس کی شان میں استعمال کر رہے ہیں جس کو اسکی دیانت، امانت، یاقوت، فزائلی اور موت
کے عوض میں کس جوش کے ساتھ الامین کا لقب دیا تھا اور آج اسی کو کوئی مجنون کوئی شاعر
کوئی کاہن کہتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ توحید کامل کی تعلیم دیتا ہے "خَلْقَ عَظِیْمٍ" کی مجسم تصویر
آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتا ہے اور اسرارِ غیب سے آگاہ کرتا ہے۔ حضرت رسولِ خدا یہ دل خراش الفاظ
سننے تھے مگر قاصصِ کلمہ سے بے کی تعمیل کرتے تھے۔ تین برس تک یہی حال رہا جنوت کے
چوتھے سال آپ کو حکم ہوا قاصدِ بھاکوۃ مَرَدٌ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (پس تجھے جو حکم ہوا
ہے اُس کو کھول کر سنا دے اور مشرکین کی مطلق پروا نہ کر، اپنے کفار کے لئے اور ہستہن کی
کچھ پروا نہ کر کے بر ملا دعوتِ اسلام شروع کر دی اور ایک دن کو وہ منفا پر چڑھ کر قریش کو
نام بنام پکارتا شروع کر دیا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ پڑے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جس وقت قریش کا
جس میں آپ کے اغزا اور قابھی شریک تھے پورا مجمع ہو گیا آپ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا
کہ تم مجھ کو سنا جانتے ہو کہ نہیں قریش نے ایک زبان ہو کر

کہا سنے قول آجنگ کوئی تیرا کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا اگر سمجھتے ہو تم بھکوا یا تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا؟

کہ فوج گراں نشت کو وصف پر

پڑی ہی کہ تو نے تمہیں گھات پا کر

کہا تیری ہر بات کا یاں یقین ہے کہ بچپن سے صادق ہی تو اور میں ہے

کہا اگر میری بات یہ دل نشین ہے تو سن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے

کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا

ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا

پھر آپ نے اپنے اعزاء کی طرف مغالب ہو کر فرمایا کہ میری قرابت پر ہرگز نہ بھولنا اپنی اپنی فکر کر دو
کیونکہ صرف اپنے اپنے اعمال ساتھ جائیگے۔ پس اے اہل قریش میری بات سنو اور صدق دل سے
کلمہ لیبہ پڑھو جس وقت آپ تقریر ختم کر چکے آپ کا چچا ابو طرب جس کو بجز دنیا کمانے کے کوئی اور
خیال ہی نہ تھا بول اٹھا ”بس اسی واسطے اپنے ہم کو سارے دن پریشان کیا“ قریش نے یہ
سن کر اپنی اپنی راہ لی۔ مجمع پر اگندہ ہو گیا اور وہ ناصح مشفق ان کی حالت زار پر افسوس
کرتا ہوا پاٹ سے اُتر آیا۔

قریش کی کہی

آنحضرت نے اب اعلان کے ساتھ بت پرستی کی برائیاں بیان کرنا شروع کیں اور
ہر ایک کو بر ملا خدا سے واحد ذوالجلال کی عبادت کی طرف بلانا شروع کیا۔ مگر جس قدر آپ
ان کی اصلاح کے واسطے کوشش فرماتے تھے اُسی قدر یہ ناحق شناس آپ کو طع طع کی
اویٹیں دیتے تھے اور اپنی عاقبت خراب کرتے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ حج کے ایام میں جب کہ
دور دور سے لوگ آتے تھے اور آنحضرت ان نو واردوں کو دعوت اسلام دینے جاتے تھے
کفار قریش پہلے ہی سے جڑ دیتے تھے کہ ہمارے یہاں ایک ساحر پیدا ہوا ہے خبردار اس کی
بات نہ سننا ورنہ ہفت میں خراب ہو گے۔ لوگ یہ سن کر اکٹرا جاتے تھے اور کوئی آپ کی بات
نہ سننا تھا۔ آپ جدہ سے نکلتے تھے کوئی گالیاں دیتا تھا کوئی ڈھیلے مارتا تھا۔ کوئی جسم پر

پر خاک ڈالتا تھا۔ ابوہب آپ کے چپے چپے پہننا تھا جس وقت آپ فرماتے تھے ”اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ جانو“ تو وہ بول اُٹھتا تھا وہ کیونہر گز اپنے باپ داداؤں کے دین سے نہ پہننا“ ام حمیل ابوہب کی عورت جنگل میں جا کر کانٹے چن لاتی تھی اور آپ کی راہ میں بچھا دیتی تھی تاکہ پاسے مبارک لہو لہاں ہو جائیں۔ آپ کو خدا کی عبادت میں مشغول دیکھ کر ان لوگوں کے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی۔ ایک دن آپ سجدہ میں تھے کہ ایک کافر لپکا اور اپنی پگڑی کلیج ڈال کر گلا گھوٹنے لگا حضرت ابو بکر صدیق دوڑے اور اس کا فکا شرف دفع کر کے فرمایا اَنْ تَقْتُلُوْا سَرِيْعًا اَنْ يَقُوْلَ رَبِّيْ اللّٰهُ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے) اسی طرح ایک روز آپ کعبہ کے قریب نماز پڑھتے تھے ایک بے ادب اُٹھا اور اونٹ کی اوچھڑی لاکر آپ کی پشت مبارک پر رکھ دی، کفار یہ دیکھ کر مارے ہنسی کے لوٹنے لگے۔ یہ تمام اذیتیں آپ سہتے تھے مگر نصیحت کرنے سے باز نہیں آتے تھے۔ کفار کا یہ ظلم آخر حضرت ابوطالب سے دیکھا نہ گیا۔ اگرچہ آپ کے کفار کے طنز کے خیال سے اپنے آبائی دین کو نہ چھوڑا۔ مگر دل میں تصدیق رسالت کا نقش بیٹھ گیا جس کا اظہار آپ کی چند مشہور روایتوں سے جو آنحضرت کے شان میں کہیں ہیں ہوتا ہے۔ اپنے تمام نبی ہاشم کو جمع کر کے آنحضرت کی حمایت پر

۱۵ ماخوذ از ابن ہشام صفات ۲۴۶ و ابن الاثیر جلد دوم صفحہ ۲۰۰

۱۶ وہ اشارہ یہ ہیں :-

وَدَعَوْتِي وَعِلْمُكَ نَاصِحِي	وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ فِيهِ صَافِي
اَلْهَمَّكَ دِيْنًا قُلْ عَلِمْتُ بَانَهُ	مِنْ خِيْلٍ دِيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا
لَوْلَا الْمَلَامَةُ وَخَلْدُ مَسِيْبَةٍ	لَوْ جَدْتَنِي سَمِعًا بِذَا الْوَصِيْفَةِ

(ترجمہ) اور تو نے مجھے دعوت اسلام دی، اور میں نے بلا کہ دیکھ کر میرا نذر خواہ ہے اور بیشک، تو نے سچ کہا اور تو اس میں امانت دار ہے۔ تو نے ایک دین ظاہر کیا اور تحقیق میں نے جانا کہ یہ دین غلطی کے دینوں سے بہتر ہے۔ اگر مجھے

طاہت کا اندیشہ اور نکالی کا خوف نہ ہوتا تو ترجمہ اس میں کھلا ہوا جو امر دہان (مابرج النبوت جلد دوم صفحہ ۶۷)

آما وہ کیا اور کفار سے صاف کہہ دیا کہ اب آئندہ ایذا رسانی کا نتیجہ باہمی جدال کے سوا کچھ نہیں ہے۔
 حضرت ابو طالب کی اس پُرجوش کارروائی سے کچھ عرصہ کے واسطے آنحضرت پر اس قدر سختی کم
 ہو گئی۔ مگر کفار نے اب ایک دوسرا طریقہ آزار پہنچانے کا نکالا۔ ان لوگوں نے مل کر باہم
 یہ عمدہ کیا کہ جس کسی کا کوئی عزیز قریب یا لونڈی غلام مسلمان ہو جائے اُس کو چاہئے کہ اُس کی
 ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھے۔ یہاں تک کہ عاجز ہو کر خود ہی باز آجاوے اور دین کی آئندہ
 ترقی محض وہو باوے مگر شیدائیان حق کے سامنے جسمانی آزار کیا چیز ہے جس قدر ان پر سختی ہوتی
 تھی اسی قدر ان کا استقلال بڑھتا جاتا تھا۔ ان جو اندروں میں ایک حضرت بلالؓ تھے جو اُمیہ خلیفہ
 کے عہد میں غلام تھے۔ ولین کے باہمی عمدے کے موافق اُمیہ نے جو مکہ کا ایک بڑا دولت مند تاجر اور
 با اثر شخص تھا حضرت بلال کو طح طرح کی اذیتیں دینا شروع کیں۔ گرمیوں میں دوپہر کے وقت
 بطحائے مکہ کی چٹی ہوئی ریگ پر ہر روز آپ کو تنگی پٹھیلٹا دیتا تھا اور اوپر سے ایک بھاری
 پتھر سینہ پر رکھ کر کھڑا کرتا تھا۔ کہ جب تک دین محمدی سے باز نہ آؤ گے اسی طرح اذیت دیتا رہو گا۔ مگر
 اس ثابت قدم کو کسی طح لغزش نہ ہوئی۔ گرمی سے کلیجہ پھٹتا تھا زبان سوکھ کر کاٹا ہو جاتی
 تھی اور نزع کی سی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ مگر اللہ سے ذوق آتش شوق اسی طرح بھڑکتی تھی۔
 سینہ پر پتھر تھا گردل بٹیا بہ ہاتھوں اچھل رہا تھا۔ زبان خشک ہو گئی تھی مگر اَحَدُ اَحَدٍ کا
 ذلیعہ جوش و خروش کے ساتھ جاری تھا۔ دن کو اس مصیبت سے سامنا تھا شب کو اُمیہ کا حکم تھا
 کہ ایک تنگ و تاریک مکان میں بند کر کے صبح تک کوٹے پڑتے رہیں۔ کچھ عرصہ تک آپ اُن میں
 مصیبتوں میں مبتلا رہے آخر ایک شب کو حضرت ابو بکرؓ کا اس طرف گزر ہوا اور اس تکلیف
 مظلوم کی آہ زاری سن کر تڑپ گئے۔ صبح کو اُمیہ کے پاس تشریف لے گئے اور چالیس اوقیتہ
 پابندی اور اپنے ایک کارداں رومی غلام نسطاس کے عوض میں حضرت بلالؓ کو خرید لیا اور
 آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کر کے خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔ اسی طرح چھ اور لونڈی غلاموں

سو جنہیں ان کے مالکوں نے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے طح طح کی اذیتیں منے رکھی تھیں خرید کر کے آزاد کر دیا۔

کفار کی ایذا کچھ انھیں جو انہر دہل تک محدود نہ رہی چند ایسے بھی جا بنا رہے تھے جن پر اس قدر سختی ہوئی کہ اسی حالت میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت عمارؓ کے والدین یا شہر اور سمیٹہ الجمل کے ہاتھوں ناگفتہ بہ عذاب میں مبتلا ہو کر غلبریں کو سدھارے۔ آنحضرتؐ اپنے پیروں کی یہ مصیبتیں دیکھ دیکھ کر نہایت دلگیر ہوتے تھے۔ مگر مجبوری تھی آخر اپنے نبوت کے پانچویں سال ماہ حجب میں مسلمانوں

کو ملک حبشہ میں جہاں کا حاکم اصمہ بن جاستی ایک منصف مزاج نیک ہنہاد عیسائی تھا ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ گیارہ مرد اور چار عورتیں جن میں حضرت عثمانؓ اور آپؐ کی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہؐ بھی شامل تھیں پوشیدہ مکہ سے روانہ ہو کر حبشہ پہنچے۔ مگر وطن کی یاد اور دینی بھائیوں کی مصیبت کا خیال بے چین کرنا تھا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ آنحضرتؐ اور کفار کے درمیان صلح ہو جانے کا ایک جھوٹی خبر بیاں تک پہنچ گئی۔ یاد یہ لوگ خوش خوش وطن واپس چلے کر سوا مکہ پہنچ کر یہ معلوم ہوا کہ واقعہ صلح بالکل غلط تھا جس کی صلیت یوں تھی کہ آنحضرتؐ حسب معمول کفار کو نصیحت کیا کرتے تھے اور کلام مجید سنایا کرتے تھے جس وقت سورہ نجم نازل ہوئی آپؐ نے مجمع قریش میں اس سورہ کی تلاوت فرمائی چونکہ آپؐ کلام مجید ریتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر کر پڑھتے تھے جس وقت اس آیت پڑھنے آفرع عینکم اللہ والعزیزۃ وَمَنَاقَةُ الثَّالِثَةِ اَلْاٰخِرَتِیْ ایک کافر نے یہ خیال کر کے کہ اب اس کے آگے ان بتوں کی ہجو بیان ہوگی معاً کھڑا ہو گیا اور عیساکہ ان کا دستور تھا کہ تلاوت کے وقت نفل مچاتے تھے تاکہ لوگوں کی طبیعت منتشر ہو جائے کہنے لگا "تِلْكَ الْغُرَابِیْنِ الْعُلَیٰ"

۱۷۔ ان میں سے خاص خاص کے یہ نام ہیں۔ قمار بن فیروز بنی عبدمان کے غلام تھے انکا شمار ساجریں میں ہے۔ چہ عوز کے معرکین شہید ہوئے۔ ام بلیثہ۔ قندہ اور ان کی بیٹی یہ دونوں عبدالدار کی لونڈیاں تھیں۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے انکو خرید کر کے آزادی کی خوشخبری دی۔ اس وقت آپامیں رہی میں کہنے لگیں ہم نے دیکھا اس کانک کھایا ہے۔ آپ اس کی یہ خدمت پوری کر دیں تب حاضرین حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس عبت پر ترس کمی۔ :-

یا بشیر اور سمیہ کی
شہادت

مسلمانوں کا حبشہ کی
طرف ہجرت کرنا

سورہ نغم کے متعلق
غلط فہمی

قَرَأَتْ كَتَفَا عَهْدَيْنَ لَكَ تَعْنِي“ (یہ بت بڑے ہیں اور بیشک ان کی سفارش کی امید رکھی جاتی ہے) آنحضرتؐ چونکہ مسلسل سورۃ تلاوت فرما رہے تھے اس کا کچھ خیال نہ فرمایا اور ختم کرنے کے بعد سجدہ کیا تمام مومنین نے اِبتلع کیا اور کفار نے بھی اس خیال سے کہ آنحضرتؐ اس جملہ ”وَلَا تِلْكَ الْغُرَاقِیُّ“ کا کچھ رد نہیں کیا سجدہ میں شامل ہوئے اور خوش خوش گھر واپس گئے اور شور کر دیا کہ آنحضرتؐ نے ہمارے عہدہ سے اتفاق کیا لہذا ہم نے بھی آپؐ سے متفق ہو کر اور آزار سے ہاتھ اٹھا کر صلہ کر لی۔ جس وقت آنحضرتؐ کو یہ حال معلوم ہوا نہایت برنج ہوا کہ توحید کامل کی تعلیم دینے والے پر یہ اتمام کہ بتوں کی تعریف کرے اور ان کو شفاعت کرنے والا خیال کرے۔ اسی وقت آپؐ باہر تشریف لائے اور نہایت جوش کے ساتھ ان کی اس غلط فہمی اور فاسد عقیدہ کی تردید کی۔ کفار یہ یسکر نہایت برا فوجتہ ہوئے اور پھر آپؐ کے ایذا دینے پر آمادہ ہو گئے۔

غوضکہ ماجرین حبشہ یہ حال دیکھ کر پھر وطن سے رخصت ہوئے۔ اس مرتبہ کل تعداد رفتہ رفتہ ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں تک پہنچ گئی۔ ان میں حضرت جعفر بن ابی طالب بھی شریک تھے جس وقت قریش کو یہ حال معلوم ہوا۔ فوراً ایک سفارت تحفہ تحائف کے ساتھ لیسرہ درگی عمر و بن العاص بنجاشی کے پاس روانہ کی کہ ہمارے بنی اعمام کو تہنوں نے اپنا آبائی دین چھوڑ دیا ہے اور یہاں سے سفور ہو گئے ہیں ہمارے سپرد کر دے۔ بادشاہ کو برہم کرنے کے واسطے ایک یہ بھی فقرہ بڑھ دیا کہ غضب ہے یہ ہے کہ ان لوگوں نے آپؐ کا دین مدیوی بھی اختیار نہیں کیا بلکہ بالکل لاندہب ہو گئے ہیں۔ بنجاشی نے یسکر ماجرین کو اپنے دربار میں طلب کیا اور قریش کا الزام بیان کر کے حقیقت پوچھی حضرت جعفر بن ابی طالب کھڑے ہو گئے اور سب کی طرف سے یوں جواب دیا ”اے بادشاہ ہم جمالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے نجاست میں بھرے رہتے تھے۔ مردار کھاتے تھے اور بیوہ بکتے تھے۔ نہ انسانیت تھی نہ بچی مہمان نوازی۔ نہ مہربانی کی رعایت نہ کوئی قاعدہ نہ قانون ایسی جمالت میں خدانے ہمارے درمیان میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا جس کے حسب نسب خدا

لے تفسیر کبیر اور تفسیر نازن میں اس قصہ کا ابطال مقول دلائل سے کیا گیا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے ۱۲

دیانت اور تقویٰ ہمارے ہم خوب واقف تھے۔ اُس نے ہم کو توحید کی طرف بلایا اور یہ بھجایا کہ اس ذات و احد کا کسی شے کو شریک نہ جانیں۔ اُس نے ہم کو بت پرستی سے منع کیا اور حکم دیا کہ ہم بیچ بولیں۔ اپنے وعدے و فاکریں۔ رحم کریں۔ اور ہمسایہ کے حقوق کی رعایت کریں۔ نہ تو عورتوں پر بہتان باز دھیں اور نہ یتیموں کا مال کھائیں۔ گناہوں سے بچائیں بُرائیوں سے بچیں نماز پڑھیں۔ صدقہ دیں اور روزہ رکھیں۔ اے بادشاہ ہم نے اُس کی تصدیق کی اور اللہ ہی کی پرستش پر آمادہ ہو گئے اور شرک سے بیزاری ظاہر کی پس یہی وجہ ہے کہ ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی اور جس طرح سے ہو سکا ہم کوستانا شروع کیا کہ کسی طرح ہم اُس وحدہ لا شریک کی عبادت سے منہ موڑ لیں اور بھوکڑی اور پتھر کی مورتوں کو پوجنے لگیں۔ مگر ہم نے ان کے علم سے اذیتیں اٹھائیں اور آخر کوئی پناہ کی جگہ نہ پا کر تیرے اس ملک میں آئے ہیں کہ یہیں ان کے جو رجحانات بچائے۔

حاضرین پر اس سچی اور پُر اثر تقریر کا جو تعلیم اسلام کا ایک مختصر خاکہ ہے بڑا اثر پڑا پھر بخاشی نے کہا جو کچھ تمہارے رسول پر نازل ہوا ہو سنا وہ حضرت جعفر نے سورۃ مریم کی تلاوت شروع کی ایک طرف اس روح پرور کلام کی دلہن زیبی اور دوسری طرف لحن جعفری کی خوش آہنگی نے حاضرین کو محو کر لیا۔ تیسریں اور رہبان یعنی علما اور زادے اختیار رونے لگے اور بخاشی پر وجہ کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حق تعالیٰ اپنے انھیں مبارک بندوں کی شان میں ارشاد فرماتا ہے **وَإِذْ أَسْمِعُوا مَا أَنزَلَ إِلَيْنَا فِي الْمَسْجِدِ آلَ إِبْرٰہِیْمَ** (اور جب تئیں وہ جو آتا رہا گیا رسول پر تو دیکھئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھی ہیں اس لئے کہ حق کو پہچان لیا کرتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے پس ہم کو گواہوں میں رکھ لے۔ پارہ ۷) بخاشی کو اب پورے طور سے اسلام کی حقانیت ثابت ہو گئی وہ بارہویوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ خدا کی قسم یہ کلام اور وہ کلام جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا ہے ایک ہی فانوس سے ہے اور بیشک حضرت مسیح کی نسبت ان کو گواہ خیال ہی ہے جو خود حضرت عیسیٰ نے انجیل میں تعلیم فرمایا ہے۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ جس رسول کی حضرت

مسیح نے بشارت دی وہ یہی محمد رسول اللہ ہیں۔ یہ مکر اُس نے قریش کے سفیروں کو دربار سے
مٹھکوا دیا ان کے تحفہ مخالف واپس کر دیئے اور مہاجرین کو شاد و آباد کر دیا۔

ادھر کفار مکہ طرح طرح سے کوششیں کرنے لگے کہ آنحضرتؐ کسی طرح بہت پرستی کی بیخ کنی سے
باز آئیں۔ کئی مرتبہ سردار قریش آپ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوئے کہ دنیاوی لالچ دلا کر آپ کو
اس کام سے باز رکھیں۔ ایک مرتبہ عبید بن ربیعہ جو مکہ کا ایک مشہور سردار اور بڑا مالدار تھا،
ماضر ہو کر کہنے لگا: "اے میرے بھائی کے بیٹے اگر تجھے اس کام سے مال و دولت جمع کرنے کا
اورادہ ہو تو ہم سے کہہ دے ہم سب ملکر تجھ کو مال مال کر دیں۔ اگر جاہ و غت چاہتا ہو سب اپنا
رئیس بن لیں اور تیری اطاعت کریں۔ اگر حکومت کی خواہش ہو ہم تجھے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں
اگر کچھ دماغی خلل ہو گیا ہو تو ہم ابھی طبیبوں کو بلا کر تیرے علاج میں جان لڑا دیں۔ آنحضرتؐ نے
جن کو صرف خلق اللہ کی خیر خواہی مد نظر تھی جواب میں فقط سورہ "حم سجدہ" کا پہلا رکوع
پڑھ کر سنادیا جس کا ترجمہ یہ ہے :-

”یہ فرمان خداے رحمن و رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے۔ یہ قرآن کتاب ہے جس کی
بایت زبان عربی میں سجدہ راہگوں کے لئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔ ماننے
والوں کو خوشنودی خدا کی خوشخبری سنانا اور منکرین کو عذاب الہی سے ڈراتا ہے۔ اس پر بھی
اکثروں نے ان میں سے منہ موڑ لیا۔ اور وہ اس کو سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ جس بات کی
طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہمارے دل تو اُس سے پرودوں میں ہیں (یعنی تمہاری بات دل کو
نہیں لگتی) اور ہمارے کانوں میں ایک طرح کی گرانی ہے (جو تم کہتے ہو سنائی نہیں دیتا) اور
ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ حائل ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ ہم اپنے
طور پر عمل کر رہے ہیں۔ اے پیغمبر تم ان لوگوں سے کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں۔ مگر مجھ پر
وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے۔ پس سیدے اسی کی طرف منہ کئے چلے
جاؤ اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور شرک کرنے والوں پر افسوس کر وہ صدمہ

عبید بن ربیعہ
کا آنحضرتؐ کو
دنیاوی لالچ
دینا اور آپؐ
جو اب

نہیں دیتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے ان کے لئے آخرت میں بڑا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں، تلاوت ختم فرما کر آنحضرتؐ ارشاد فرمایا اے ابوالولید تو نے سنا اب تجھے اختیار ہے کہ ان دروہوں میں سے چاہے جس راہ پر چلے۔

مشکین کی تکلیف
حضرت ابوطالبؓ
تذیب و تہذیب
کا استقلال

کفار قریش جب لالچ دلاتے دلاتے ٹھک گئے۔ اب ایک دوسری چال چلے۔ ایک دن سب مل کر حضرت ابوطالبؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم تیرے سب سے اور مرتبہ کا سزا کرتے ہیں مگر ایک حد تک اب ہم سے تیرے بھتیجے کی باتیں سنی نہیں جاتیں کیا غضب ہے کہ ہمارے باپ داداؤں کے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ اب یا تو آپ مہربانی کر کے انہیں سمجھا دیں کہ آئندہ سے اپنی زبان بند کر لیں اور یا پھر یقین مانے ہم ان سے اور ان کے جانب داروں سے ابھی طرح سمجھ لیں گے۔ مشرکین یہ دھمکی دیکر چلے گئے۔ حضرت ابوطالبؓ نے خیال کیا کہ اب معاملہ نازک ہو گیا۔ نہ ان سرکشوں سے بگاڑنے ہی بنتی ہے اور نہ اپنے نیک نفس بھتیجے کی رفاقت چھوڑی جاتی ہے۔ آخر پریشان ہو کر اپنے آنحضرتؐ کو بلایا اور حالت موجودہ کے نسبتبہ فراز سے آگاہ کر کے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ تم ہی خاموش رہو اور ان کے پند و نصائح سے باز آؤ۔ آنحضرتؐ نے یہ سن کر خیال فرمایا کہ شاید چنانچہ بھی اب میری حمایت سے دست برداری ظاہر کی ہے۔ فوراً خدا پر ہر دوسہ کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور کمال استقلال سے ارشاد فرمایا: ”اے میرے چچا اگر قریش آفتاب کو میرے دائیں طرف اور ماہتاب کو بائیں طرف لاکر کھڑے کر سب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔ اور خدا کے حکم میں ایک حرف بھی کم نہ کروں گا خواہ اس کو کوش میں میرا سر طے یار ہے۔ یہ پُرجوش الفاظ کہہ کر اس پاکباز عاشق صادق رسولؐ کے آنسو بہ آئے اور وہاں سے منہ پیر کر باہر چلا۔ حضرت ابوطالبؓ بھی پُر آنحضرتؐ کے اس خلوص اور محبت کا گہرا اثر

ایران میں اسلام کا دھجکا بننے والا تھا قبول فرمایا۔ حضرت عمر کو ایک دن خبر ملی کہ ان کے بہن بہنوئی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ آپ بہت غصہ بنا کر ہوئے اور بیچ و تاب کھاتے ہوئے اپنی بہن کے گھر گئے دیکھا دروازہ بند ہے اور کچھ پڑھنے کی آواز آرہی ہے آپ نے پکارا۔ بہن نے وہ صحیفہ جس میں آیات کلام مجید تحریر تھیں چھپا دیا اور ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا۔ حضرت عمر اندر آئے اور اپنی بہن کو سخت سست لکھ کر اس قدر مارا کہ خون جاری ہو گیا۔ مگر آپ کی بہن آپ ہی کی بہن تھیں نہایت استقلال سے رو رو کر کہنے لگیں۔ اب چاہے تم مجھے مار ہی کیوں نہ ڈالو مگر میں دین حق سے نہیں پھرنے کی حضرت عمر نے یہ سن کر ہاتھ روک لیا اور کہا اچھا تم کیا پڑھتی تھیں آپ کی بہن نے وہ صحیفہ دیدیا جس میں لکھا تھا۔ **مَبْتَغَاهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ** **عَلَيْكُمْ** (سورہ حدید پارہ ۲۷) یہ پاک نوشتہ پڑھ کر آپ پر محویت طاری ہو گئی۔ مثل ہے کہ لوہا لوہے سے کٹتا ہے۔ سورہ حدید کی ان آیات نے آپ کی سخت قلب کو نرم کر دیا۔ قدرت و کمال الہی کی تعویذ آنکھوں کے سامنے کھینچ گئی عظمت و جلال خداوندی کی ہیبت سے کوہ سینہ شق ہو گیا اور آنکھوں سے چشمہ اشک بہنے لگے جس وقت اس آیت پر پہنچے **آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ** جذبہ صادق رنگ لایا اور کٹان کٹان درمقصود تک پہنچا دیا۔ آپ بے تابانہ دار ارقم میں پہنچے جہاں آنحضرت صحت مند صحابہ کے دروازہ بند کئے تشریف فرما تھے حضرت عمر نے آواز دی بعض صحابی مشورہ ہوئے۔ مگر آنحضرت نے ارشاد فرمایا کچھ سبج نہیں دروازہ کھول دو۔ حضرت عمر نے دروازہ کھول دیا۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا اے ابن خطاب کیا ارادہ ہے۔ حضرت عمر جو ہیبت مرعوب ہو رہے تھے کلہ شاد و زبان پر لائے اور مسلمانوں نے خوش ہو کر نگیر کھی۔ نماز کے وقت حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ! کفار اپنے معبودوں کو بر ملا پوجتے ہیں ہم بھی اپنے قادی مطلق کی اعلان کے ساتھ کیوں نہ عبادت کریں۔ آنحضرت آٹھے اور مسلمانوں کو جن کی تعداد اب پوری چالیس تک پہنچ گئی تھی ساتھ لیکر مکہ مشرف میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی

کفار قریش کو یہ حال دیکھ کر نہایت برخ ہوا اور مسلمانوں کی طرف سے اندیشہ ناک ہو گئے
 اسی اثنا میں حبشہ سے ان کے سفیر واپس آئے اور اپنی ناکامی اور مہاجرین کی کامیابی کا حال بیان
 کیا۔ مشرکین کو نہایت تردد ہوا سمجھ کر اسلام اب زور پانڈنے لگا۔ اس کے روکنے کی کچھ تدبیر ضرور
 ہونا چاہیے۔ چنانچہ سہوں نے مل کر بنو سکہ کے ساتویں سال یہ تجویز کی کہ آنحضرت اور آپ کے تمام کنبے
 والوں سے برادری ترک کر دیں۔ شادی بیاہ کھانا پینا، بیٹھنا، خرید و فروخت سب موقوف
 ان کے سرخ و راحت اور مرنے مینے کسی میں شرکت نہ کریں اور یک قسم سارے رشتہ توڑ دیں جب تک
 کہ آنحضرت کو ان کے کہنے والے ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ چنانچہ ایک عہد نامہ لکھا گیا اور تمام مشرکین
 نے اس پر اپنی اپنی مہرس کر کے خانہ کعبہ میں لٹکادیا اور نہایت سختی کے ساتھ اس پر عمل ہونے
 لگا۔ تمام مسلمان اور مکہ نبی ہاشم باستغاثے ابو لب مجبور ہو کر ایک گھاٹی میں جس کو شعب ابو لب
 کہتے ہیں پناہ گزیں ہوئے اور نہایت سختی اور مصیبت سے بسر کرنے لگے۔ حج کے ایام میں جبکہ باہر
 سے لوگ آتے تھے آنحضرت گھاٹی سے نکل کر ان کے پاس جا کر توحید کی مبادی کرتے تھے مگر
 ابو لب آپ کے پیچھے بچے بچتا تھا۔ آپ کی نسبت نہ بیان بجاتھا اور کسی کو اس مادی برحق کی بات
 سننے نہ دیتا تھا۔ تین برس تک اسی آفت کا سامنا رہا اور قریب تھا کہ ہلاکت کی نوبت پہنچ
 جائے مگر خدا نے اپنا فضل کیا چند سردار قریش جو بنی ہاشم کے قریب رشتہ دار تھے اس ظالمانہ
 کارروائی اور مصوہ بن کی دردناک حالت سے متاثر ہوئے۔ آخر ہشام ابن عمر اور زبیر ابن ابی
 کی کوشتوں سے بنو سکہ کے دسویں سال وہ عہد نامہ جسے اب دیکھ چاہ گئی تھی اور بجز خدا اور رسول
 کے نام کے کچھ نہ چھوڑا تھا بھاڑ ڈالا گیا۔ اور دوست و دشمن ہمہ دستور ملنے لگے۔

اس آنحضرت نجات پا کر غوثے دن بھی نہ گذرے تھے کہ آنحضرت کو دوست ساخ مشن آئے
 حضرت ابو طالب جنہوں نے بچپن سے اپنے یتیم سیتے کو کمال شفقت سے پرورش کیا تھا اور آغاز ہمت
 سے اب تک ہر طرح سے آپ کی اعانت اور حمایت کے واسطے سینہ سپر ہو گئے تھے نبوت کے وصول

قریش کا ترک
 برادری کرنا اور مشرک
 اہل کعبہ سے برادری
 کا شیعہ ابو طالب
 میں مصوہ ہونا

حضرت ابو طالب
 کی رحلت

سال مذکورہ بالا واقعہ کے آٹھ ماہ بعد تاسی برس کے سن میں اس دارفانی سے رحلت کی مرتے وقت آپ نے سرداران قریش اور اپنے تمام غریزوں کو جن میں بہت سے ایسی ایمان نہیں لائے تھے بلایا اور آنحضرت کی سبب ازلی اور فی سبیل اللہ کوششوں کی تفریف کر کے آپ کی اعانت اور حمایت کے واسطے وصیت کی۔ حق یہ ہے کہ حضرت ابو طالب نے آپ کی رفاقت کا پورا حق ادا کیا اور مرتے دم تک آپ ہی کا دم بھرتے رہے جنگ سے

حق مغفرت کرے عجب آزا اور دھوا

آنحضرت کے آنسو ابھی اپنے شقیں چچا کے غم میں خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک دوسرا سخت سنا پیش آیا یعنی تیسرے دن حضرت ام المومنین خدیجہ نے پتہ پتہ برس کے سن میں انتقال فرمایا اور مقبرہ حجون مکہ معظمہ میں دفن ہوئیں۔ عقد سے پچیس برس تک حضرت خدیجہ آنحضرت کی امین طلسم رہیں اور اپنا سارا مال و اسباب آپ پر تصدیق کر دیا جس وقت اس نبی برحق پر کوئی فرد بشر ایمان نہیں لایا تھا اتنا ہی نہیں بلکہ جس وقت خود آنحضرت کچھ نزل و وحی اور شاہدہ تنگ سے ہمیت چھائی ہوئی تھی حضرت خدیجہ نے فرشتہ رحمت بنکر آپ کی تسلی کی اور سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ اور مرتے دم تک ہر مصیبت میں غم غلا کرتی رہیں۔ آنحضرت کو بھی آپ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ کی دھجائی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا اور جب تک آپ زندہ ہیں دوسرا عقد نہ کیا اور اپنے شباب کا پورا زمانہ آپ ہی کے ساتھ بنا دیا۔ آپ کی محبت کا اندازہ اس طرح ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد زندگی بھر جب ان کا ذکر آتا تھا دل بھرا آتا تھا اور آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ بیشک اس باہمی برتاؤ نے جعلنا بیئکم کفر ہو دنا دنا دنا دنا دنا دنا دنا کی

جگہ ہمیں آنحضرت کے ساتھ اور انصاف جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے مع دوسرے کافروں کے قید ہو کر آئے جس وقت قریش نے مسلمانوں کو ذریعہ اذکار کے اپنے اپنے قیدی پھرائے۔ ابو انصاف کی بی بی حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذریعہ بیجا میں دہ تلامذہی تھا جس کو حضرت خدیجہ نے اپنی بیٹی کے ہمزیں دیا تھا۔ حضرت کی نظر مبارک جس وقت اس جہاد پر پڑی حضرت خدیجہ یاد آگئیں انکے بھراؤ اور نہایت رقت ہوئی (طبع البیت بلذہم مکتوم) (تفسیر برصغیر منیر)

پوری تصویر کھینچ دی اور علی طور سے دکھایا کہ میاں بیوی کے تعلقات کیسے ہونا چاہئیں۔ خدا نے دنیا میں مرد و زن کو پیدا کر کے اپنی صفات کا ایک کا کرشمہ دکھایا ہے۔ ایک کو منظر جلال بنایا دوسرے کو منظر جہاں تاکہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق راہ بلکہ ایک جان دو قالب ہو کر منزل مقصود تک پہنچ جائیں اور اپنی جیتی جاگتی نیک یادگاریں چھوڑ جائیں۔ عقد نکاح کی بس یہی غایت ہے۔ ورنہ ہنسنا اور جیوان میں فرق ہی کیا رہا۔

حضرت خدیجہ سے بالترتیب دو بیٹے قائم اور عبد اللہ (ابو القلب طیب و طاہر ہے) اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، تھکثوم، فاطمہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں۔ مگر دونوں بیٹوں نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔ جس وقت عبد اللہ نے بھی رحلت کی، ایک کافر عاص بن وائل سہمی نے نہایت بیزردی سے کہا کہ محمد کے بیٹے مرتے جاتے ہیں یہ اپنی زندگی میں جو چاہیں کر لیں۔ ان کے بعد ان کا نام و نشان بھی نہ رہے گا اور انھیں لوگ الابر کیس گے۔ خداوند کریم نے اپنے دل شکستہ رسول کی تسلی کے لئے سورہ کوثر نازل فرمائی کہ آپ کا چشمہ فیض ہمیشہ جاری رہے گا۔ آل محمدی اہد اقیان احمدی جو آپ کے فرزند معنوی ہیں ابد الابد تک آپ کا نام روشن کرینگے آپ پر اور آپ کے آل پر ہر روز نیچو قنہ درود پڑھا جائیگا اور اس مردود کا فاتحہ نہ درود۔

الغرض ان دو مسلسل حادثوں سے جن کے باعث اس سال کا نام عام الحزن رکھا گیا آنحضرت کو سخت صدمہ پہنچا۔ مشرکین نے حضرت ابولہب کے آٹھ بھانے سے اور بی بی روک ٹوک آزاد دینا شروع کیا مگر آنحضرت ثابت قدمی کے ساتھ اسلام کا دغظ فراتے رہے۔ کفار کی قساوت و بے رحمی کوٹ منہ پر گذشتہ اسی طرح ایک دن آنحضرت حضرت عائشہ کے یہاں تشریف فرماتے آٹھ بھائی جن نے دروازہ پر دستک دی، آنحضرت نے فرمایا خدیجہ کی بہن آتی ہیں حضرت عائشہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ آپ کب تک یہی خدیجہ کو یاد کرتے ہیں گے۔ خدا نے آپ کو ان سے اچھی بی بی عطا کی حضرت رسول خدا یہ سن کر یہ ہونے اور ارشاد فرمایا خدا کی قسم کوئی ناس سے سبزی بی جھک نہیں لی جس وقت کوئی بی ایمان میں لایا جاتا خدیجہ نے پہلے پل سری تصدیق کی اور جس وقت سینوں کے جھکے خود کو دیکھا خدیجہ نے تمام مال سے یہی ہدیہ کی (طبع جلد دوم ص ۱۰۰) تاریخ ذکر حضرت خدیجہ ص ۱۱۱ جلد اول

سورہ کوثر
نشان نزول

اب بڑھتی جاتی ہے۔ آخر ان لوگوں کے ایمان لانے سے ناامید ہو کر آپ ﷺ کی طرف ہو کر
 جنوب میں ایک سرسبز اور شاداب قطعہ زمین ہے بنی ثقیف کی ہدایت کے واسطے رُوحِ کبارہؑ کی
 بے پشتر اپنے ایک بیکس بے پناہ دیوہ سے جن کا نام سودہ بنت زمعہ قریشیہ تھا یہ نظر حرم نکاح
 کر لیا حضرت سودہؓ کے پہلے شوہر سکران سے ایک بیٹا عبدالرحمن نام پیدا ہوا۔ قریش کے ایذاؤں
 سے تنگ آ کر سکران نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہیں انتقال کیا۔ حضرت
 سودہؓ کا ب کوئی دالی وارث نہ رہا۔ حیران پریشان مکہ واپس آئیں۔ آنحضرتؐ نے سودہؓ کی حالت
 ترا ملا نظر فرما کر اور اسلام قبول کرنے کے بعد سے جو مصیبتیں اس مستقل مزاج نیک خاتون
 پر پڑی تھیں ان سے متاثر ہو کر عقد کر لیا اور ایسی حالت میں جب کہ آپؐ خود ہی مصیبتوں میں
 پھنسے ہوئے تھے ایک بیکس خاتون سے جو آپؐ سے عمر میں کچھ بڑی تھیں نکاح کر کے بے پناہ مستور
 کی معاونت کی ایک زبردست نظیر قائم کر دی۔

الفرقن آنحضرتؐ زید بن حارثہؓ کو ساتھ لے کر پیادہ پاکہ معظمہ سے طائف روانہ ہوئے رات
 میں جو قبائل ملتے گئے آپؐ ان کو خدا پرستی کی طرف بلایا مگر کسی نے بھی توجہ نہ کی۔ آپؐ خدا
 پر ہر دمہ کئے ہوئے آگے بڑھے اور بلا وثیقہ میں پھنک کر ایک ماہ تک امیر و غریب سب کو دعوت
 اسلام دی مگر ان نفس پرستوں نے اس پاکباز مجتہد صادق کی فی سبیل اللہ نصیحتوں کو مطلق سنا
 اور اٹھا آپؐ کو سخت شست کہنا شروع کیا۔ سردارانِ ثقیف جنہیں جاہ و عزت کی نخواست نے
 فرعون بے سامان بنا رکھا تھا۔ طنز کے طور پر حقارت آمیز لہجہ میں کہنے لگے کہ یہ دیکھیے ایک ٹوٹا مارا
 مسافر ہماری ہدایت کو آیا ہے خدا کو اگر ہمارے پاس اپنا رسول بھیجتا تھا تو کسی عزت دار سردار
 کو بھیجتا کہ اس کی شان و شوکت سے ہمارے دلوں میں اس کی وقعت ہوتی۔ آنحضرتؐ ان
 نہر آلود الفاظ کو شربِ گھونٹ کی طرح پی گئے اور اس کے معاوضہ میں اپنے لبِ جاں بخش سے
 آبِ حیات پلاتے ہی رہے۔ مگر ان ناکسوں نے آپؐ کی ذرا قدر نہ کی اور غلاموں اور لڑکوں کو
 ملے حق تعالیٰ ارشاد فرما ہے وَكَانُوا كَافِرِينَ اَنْزَلَ هَذِهِ الْفُرْقَانِ عَلٰى رَسُوْلٍ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوهُ

حضرت سودہؓ

سفر طائف اور مکہ
 واپس آنا

الغرض آنحضرت طول و محزون پھر کہ واپس آئے اور اب زیادہ تر ان لوگوں کی ہدایت کی طرف توجہ فرمائی جو کہ میں بغرض تجارت یا مذہبی فرض ادا کرنے کے واسطے باہر سے آتے تھے نبوت کے گیارہویں سال حج کے ایام میں ایک دن آپ عقبہ منایں تشریف فرماتے۔ لوگوں ہلکی جاہلانہ اور وحشیانہ زریں اور آن کی ہوا پرستیاں دیکھ دیکھ کر اس ہادی مشفق کا دل غلیظ غلا کی اصلاح کے واسطے متباب ہو جاتا تھا۔ مگر اس طوفان بے تمیزی میں اس کی کشمکش کی کون سا کفار قریش نے اپنا دل پھر کر لیا تھا اور نو واردوں کے واسطے بھی سختی سے سنگ راہ ہوتے تھے نہ خود سنستے تھے اور نہ سنسنے دیتے تھے۔ ایسی نامرادی کی حالت میں آپ آٹے اور دیکھا کہ ایک مقام

پھر یثرب میں
ایمان لانا

پر سرزمین یثرب کے چھ نو وارد آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ آپ ٹھہر گئے اور اس امید پر کہ شاید ان میں کوئی راہ حق کا طالب ہلکل آئے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سنو تم میں سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ان کو متوجہ پا کر آپ نے اپنی معجز بیانی سے خدائے واحد ذوالجلال کی تقدیس و تحید ذکر فرما کر، ان کو ان کی برائیوں اور گناہوں سے آگاہ کر کے نیک راہ اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی آپ کے خلوص اور سچے جوش سے متاثر ہو کر اسی وقت یثرب کے ان پچھ ساڑھوں نے صدق دل سے کلمہ پڑھا اور اپنے وطن کی راہ لی۔ یثرب میں اُس وقت آؤس و خزرج دو مشہور قبیلے آباد تھے ان کے علاوہ تھوڑے یہودی بھی جو ارض فلسطین سے یونانیوں اور رومیوں کے ظلم و جور سے بھاگ بھلے تھے۔ مدت سے یہاں آباد ہو گئے تھے۔ اور باشندوں سے گمل مل گئے تھے۔ کوریت میں جس وقت یہ لوگ بنی آخر الزمان کی بشارت پڑتے تھے بے اختیار دھما مٹکتے تھے کہ لے رب لا فواج بنی آخر الزمان جلد مبعوث ہو کر اس کی برکت سے ہمارا اگلا جاہ و بلال عود کر آئے۔ آؤس و خزرج بیچ بات مشہور ہو گئی تھی کہ یہ لوگ بنی کے منتظر ہیں۔ الغرض جس طرح کوئی مسافر ہو چکر یا ر آشناؤں سے ذوق و مشوق کے ساتھ عجائبات سفر بیان کرتا ہے اور عمدہ حائل و تہا بے اسطیع

وَبِذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَالْآخِرَاتِ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ
وَبِذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَالْآخِرَاتِ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

ان شیدایان حق نے تیرب پیچکر خوشی خوشی اپنے یار دوستوں کو بشارت دینا شروع کی ہے کہ
 پڑوسی ہو دکھا کرتے ہیں کہ "آئیگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمانوں کو جمال
 سے چھپا دیا اس کی ستائش سے زمین بھر گئی" (کتاب جہنم باب ۲۰۲) لوہم نے اپنے آنکھوں سے
 قدوس کو فاران پر دیکھا اس کے بھلی جمال کی ایک ہی جھلک نے ہمارے سینے سینے کو روشن کر دیا
 بیشک وہ نبی جس کی ستائش سے زمین بھر گئی محمد میں اس وقت ہمارے ہی قوم میں سے
 مبعوث ہوئے ہیں اس بشارت نے کچھ ایسا اثر کیا کہ اوس اور خزرج کے قبیلوں سے کئی شخص
 تادیہ مشتاق دیدار ہو گئے سچ ہے ۷

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
 بسا کیں دولت از گفتار خیزد

بیت عقبہ الاولیٰ
 دوسرے سال یعنی نبوت کے بارہویں برس ان سابق الایمان مسلمانوں کے ہمراہ گروہ اوس اور
 خزرج کے چھ اور شخص آنحضرتؐ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دولت ایمان سے مالامال ہو کر ان
 امور پر بیت کی کہ ہم ذات واحد کا کوئی شریک نہ مانتے گے چوری اور حرام کاری سے باز رہیں گے اپنی اولاد کو
 قتل نہ کریں گے بہتان اور غیبت نہ چھینیں گے۔ رسول خدا کی اطاعت ہر امر خیر میں بحال لائیں گے اور بیخ و راحت میں اس
 پر خدا رہیں گے، اس بیت کا نام بیت عقبہ الاولیٰ ہے۔ غصہ کا وقت آنحضرتؐ اس جماعت کی خواہش سے
 موافق اپنے ایک صحابی معتب بن عمیر کو تائین و تعلیم کے واسطے ہمراہ لے دیا۔ تیرب پیچکر اس جماعت نے
 سرگرمی سے اسلام کی اشاعت شروع کر دی اور دین حق تیرب والوں میں گھر گھر لگا۔

ادھر مکہ میں آنحضرتؐ کے صبر و استقلال کا سخت امتحان ہو رہا تھا۔ کفار قریش نے آزادی
 کا کوئی پہلو اٹھانے نہ کہا تھا اب ان کی قنات حد درجہ کو پہنچ گئی تھی۔ اسلام کی بیخ کنی میں ہر وقت
 تلے بیٹھے رہتے تھے مگر آنحضرتؐ کسی طرح ہمت نہ ہارے۔ نصرت الہی پر آپ کو پورا وثوق تھا
 حق کی فتح پر کامل یقین تھا اسلام اور اس کی پاکیزہ تعلیم کے قیامت تک نہ مٹنے والے اثر کا شہید
 آپ کے دل میں راسخ تھا خواہ عروج اسلام آپ کی زندگی میں ہو یا بعد کو حتی تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے کَاصْبِرْنَا وَعَلَى اللَّهِ الْحَقُّ۔۔۔ قَالِ لَيْسَ بِنَا يُرْحَمُونَ (زمرہ) پس تو صبر کر
 بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ پس جیسے وعدے ہم ان لوگوں سے کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تجھ کو
 دکھادیں یا ان وعدوں کے واقع ہونے سے پہلے تجھ کو دنیا سے اٹھالیں بہر کیف ان کو تو ہماری
 طرف لوٹ کر آنا ہی ہے۔ پارہ ۲۴ سورہ مومن

ابنیں ایام میں حق تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم رسول کو اپنی قدرت عظمت اور رحمت کا سارا
 آنکھوں سے دکھا کر ایمان کامل کے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا یعنی اشرف المخلوقات کے عروج
 میں سے ایک خاص الخاص بندہ کو ایک شب میں مبعول کمال پر پہنچا کر خلعتِ اصطفیٰ سے سرفراز
 فرمایا اور عالم شہود میں عالم غیب کے اسرار آئینہ کر دئے۔ شرح مبعول کے واسطے لَئِنْ كُنْتُمْ مِنْ
 أُولَئِكَ هُمْ اُسے اپنی نشانیاں دکھائیں ا کا اشارہ کافی ہے اس سے زیادہ

اگر یک سہرے برتر پر م

فسرغ تجلی بسوز دپر م

وہ سرور وہ لذت وہ ذوق حضوری وہ کیفیت وہ سوز و گداز وہ راز و نیاز وہ مشاہدہ
 وہ استغراق زبانِ قلم سے کیونکر ادا ہو۔ ان جذبات کے پر تو کا عشرِ عشرِ اس مومن متقی کے قلب
 روشن پر جلوہ افگن ہوتا ہے جو ذوق شوق اور خضوع اور شوق کے ساتھ بچکانہ نماز ادا کرتا ہے۔
 یہی نماز وہ نورانی تحفہ ہے جو بارگاہِ صمدیہ محبوبِ کبریا کو اسی شب مبعول میں عطا ہوا اور اپنے
 کمال و یاد دلی سے اپنے پیروؤں کو اس کے فیض سے فائز فرمایا۔ بیشک تصنیف مبعول کی تصنیف کے
 واسطے نمازِ برہانِ مسلم ہے۔ اس کا منکر انسان کے یہی مابرج کمال کا منکر ہے۔ حقیقت میں انسان

اس مبعول کے واقعہ کو ہمارے شہر کی رنگینوں اور غلیں کی لہن ترانیوں نے فساد بنا دیا ہے جس طرح یہود نے مبعولِ یعقوب
 (کتاب پیدائش باب ۲۸) اور خلیل کو عیالوں نے مکاشفات یوحنا کو عجیب و غریب داستان بنا کر باہر پرستوں کو سخر
 کر لیا۔ یہی طرح بہت سے مسلمانوں نے مبعول کو اس طور پر بیان کیا کہ حقیقت پر پردہ پڑ گیا۔ متقدمین علمائیں بعض مبعول
 جسمانی کے قائل تھے بعض روحانی کے صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا۔ مگر علمائے متاخرین نے (یعنی برصغیر آئندہ)

ایک مشت خاک ہے مگر اس کے پوشیدہ جوہروں سے وہی خوب واقع ہے جس نے اس کو خلق کیا ہے۔ اس کا قلب جو عرشِ خدا ہے عجائبات سے بھرا ہوا ہے عالمِ بالا اس کی جو لا نگاہ ہے۔ بس فیضانِ اُمّی کا ایک اشارہ چاہئے خوب ۷

مورسکیں ہو سے دشتِ کدِ کعبہ رسد

دستِ درپائے کبوترِ زرد و ناگاہِ سید

نبوت کے تیرہویں سال ایامِ حج میں یثرب سے ایک جم غفیر مکہ کو روانہ ہوا اس میں پیچھے آدمی جو اس مابین میں ایمان لائے تھے اس ارادہ سے شریک ہو کر ہمراہ ہوئے کہ حضرت رسول خدا کو اپنے شہر میں بائیں تاکہ اپنا جان و مال آپ کے قدموں پر نثار کر کے دینِ حق کی اشاعت میں کوشش کریں۔ ایامِ تشریق کی ایک شب کو شیدا یا ان جن کا یہ مختصر گروہ اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپکر اسی جگہ جہاں کہ بیعتِ عقبہ الاولیٰ علی میں آئی تھی جمع ہوا اور حضرت رسول خدا کو اطلاع دی آپ اپنے چچا حضرت عباس کے ہمراہ جو اس وقت تک اگرچہ ایمان نہیں لائے تھے مگر بمقتضائے شفقت اپنے بھتیجے کے کاموں میں معین و مددگار رہتے تھے وہاں تشریف لائے۔ سب پہلے حضرت عباس نے فرمایا: لوگو! تم جانتے ہو کہ محمد صلعم ہماری قوم میں کس پایہ کے آدمی ہیں۔ قریش چونکہ مذہبی معاملہ میں اب آپ کے جانی دشمن ہو گئے ہیں اس وجہ سے قبل اس کے کہ تم ان کی رفاقت پر عہد کرو پہلے سوچ سچو کہ اس معاملہ میں جان پر کھیلنا ٹھیک اور پوری طور سے شرط و فاء ادا کرنا ہوگی اگر تم اس خطرہ میں بہت اوسہ و تھقلال کے ساتھ پڑاؤ لگا کرو تو بہتر و نہ صاف کہہ دو نا کہ پھر بعد کو کوئی خرابی پیدا نہو۔ یہ سنکر لوگوں نے عرض کیا یہ تو ہم نے سنا مگر اے رسول خدا! آپ بھی کچھ ارشاد فرمائیں ہم خدا اور رسول سے عہد کرنے کو

(بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ) یک طرفہ دگر دے دی اور مصلحِ جہانی کے قائل ہو گئے متذہب کا اختلاف و امتناع متاخرین کا اختلاف فقہ و فساد اور کفر کے فتوؤں کی ہمارے ہیں تفاوت رہ اذ کجاست تابہ کجا۔ خداوندِ کریم

ہم پر رحم فرمائے اور کتابِ اللہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بیتِ عقبہ
مکہ

متعدد بیٹھے ہیں۔ آنحضرتؐ پہلے کلام مجید کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں پھر ارشاد فرمایا: "اے ایمان
 والو خداوند تعالیٰ کا عہد یہ ہے کہ بس اس ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بانو اور مجھ سے
 یہ عہد کرو کہ دین حق کی اشاعت میں اپنے جان و مال سے میری مدد کرو گے اور جس وقت تمہارا
 شہر میں آؤں اس وقت میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت مثل اپنے اہل و عیال کے کر گئے"۔
 سامعین نے عرض کیا اچھا اگر راہ حق میں ہماری جانیں کام آئیں تو ہمیں اس کا معاوضہ کیا ملے گا
 مجبڑ صادق نے جواب دیا بہشت جاودانی اس کا صلہ ہے۔ شیفتگان حق نے مسرور ہو کر اب عجب
 مزہ کا سوال کیا کہنے لگے "جب حق تعالیٰ آپ کو کامیابی کی نشینیں پر بٹھادے اس وقت
 آپ ہمیں چھوڑ تو نہ دینگے اور ہم سے منہ موڑ کر اپنی قوم سے مل تو نہ جائینگے"۔ آپ اس کلمہ کو
 منکر مکر لائے اور فرمایا "کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے میں تمہارا ہونچکا تم میرے ہونچکے۔ میرا
 جینا تمہارے ساتھ ہے"۔ یہ سننا تھا کہ شخص جوش سرور میں کہنے لگا یا رسول اللہ اپنا دست بٹھا
 پھیلائیے۔ ہم سب بیعت کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے عہد لیکر ان میں سے ہمارے نعتیہ مقرر فرمائے تاکہ
 شرب میں دین حق پھیلا میں۔ جس وقت یہ کارروائی ہو رہی تھی کفار قریش کا ایک مجبڑ دوسرے
 یہ ماجرا دیکھ کر حلیا اور دڑا ہوا شہر میں آیا تاکہ کافروں کے سرداروں کو اطلاع دے۔ بیچ کو دران
 قریش بیچ و تاب کھاتے ہوئے شرب کے قافلے میں آئے اور بہت کچھ ڈرایا دھمکایا کہ شرب کے
 واقعہ کا کچھ تپہ چل جائے مگر یہ راز سربستہ کسی طرح نہ کھلا آخر اپنا سامنہ لے کر رہ گئے اور قافلہ روانہ
 ہو گیا۔ لیکن قریش کی یہ ناکامی آنحضرتؐ اور مسلمانان مکہ کے واسطے بلائے بے درمان ہو گئی۔ عنان
 کئی آگ سارے شہر میں بھڑک اٹھی اور ہر مشرک اب اس تاک میں بیٹھا کہ جس طرح ہو سکے
 ان موصدوں کا غامہ کر دے۔ حضرت رسولؐ خدا نے یہ حال دیکھ کر مسلمانوں کو شرب میں ہجرت
 کرنے کی اجازت دی چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں ایک ایک دو دو کر کے قریب ایک سنو
 گھر کے خالی ہو گئے۔ اس نازک وقت میں جبکہ جان کے لئے پڑے ہوئے تھے مشرکین درندوں
 کی طرح خون کے پیاسے تھے اور ہر طرف موت کا سامنا تھا۔ آنحضرتؐ کمال پامردی اور استقلال

کے ساتھ اس مہلک میں قدم جمائے رہے یہاں تک کہ اصحاب بنی راہ خدا میں ہجرت کر کے بخیر وقت
یثرب پہنچ گئے صرف آپ کے ساتھ رفیق قدیم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ با
رہ گئے۔

قریش کا قتل
رسول پر آمادہ
ہو کر مکان میں
لینا

مشرکین قریش یہ حال دیکھ کر سمجھے کہ اب غضب ہو گیا۔ مسلمانوں کو ایک پناہ کی جگہ مل گئی
اور ہم کچھ نہ کر سکے مگر کیا ہو یا بھی موقع ہاتھ سے نہیں گیا۔ بس اب یہی وقت تھا کہ تمہارا بھی
ہو جلدی سے کرنا چاہیے۔ ورنہ کہیں آپ بھی یثرب نہ پہنچ جائیں اور ہم ہاتھ مل کر رہ جائیں۔
چنانچہ نہایت جلدت کے ساتھ مکہ کے دارالندوہ میں مشرکین قریش کے سرداروں کا جس میں
دوسرے قبیلوں کے منتخب اشخاص بھی بلائے گئے تھے ایک جلسہ قرار پایا اور آنحضرت کے متعلق
راسے زنی ہونے لگی۔ اُس وقت مجلس کا کچھ اور ہی رنگ تھا۔ سرداران قریش پہرے بیٹھے تھے
تیوریاں چڑھی ہوئی چہرہ تھما ہوا۔ آنکھیں سرخ۔ منہ سے کف جاری۔ کوئی دانت پیس رہا ہے۔
کوئی سخت شست بک رہا ہے۔ غور فکر ہر طرف غیظ و غضب ہی کے آثار تھے۔ مختلف تجویزیں
پیش ہوئیں۔ کسی نے شہرہ رکرنے کی رائے دی کسی نے فید کر رکھنے کی کسی نے قتل کر ڈالنے
کی مگر ابو جہل نے سب کی تردید شروع کی اور کہا شہرہ رکنا خشکار کو چھوڑ دینا ہے۔ فید کرنا منحصر میں
پھنسا ہے۔ پیروان تمہارے کہیں حملہ نہ کریں۔ قتل کرنا تمام بنی ہاشم سے لڑائی مول لینا ہے
ان سب سے یہ بہتر ہے کہ ہر قبیلے سے ایک ایک جری منتخب کیا جائے جن کو تاک کی جائے کہ ایک
مقررہ وقت پر سب ملکر آپ پر ایک ساتھ ٹوٹ پڑیں اور تلواروں سے ٹکرائے آڑا دیں بس یہی
صورت ہے جس سے مطلب بھی حاصل ہو جائے گا اور بنی ہاشم کے انتقام سے نجات بھی لجا جائے گی کیونکہ
بنی ہاشم آخر کس کس قبیلہ سے خون کا بدلہ لیتے پھر گئے۔ ابو جہل جس وقت اپنی شیطانی تجویز
پیش کر چکا ایک بڑے خناس نے زور شور کے ساتھ تائید کی اور بالاتفاق رد و لبوش پاس ہو گیا۔

لے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قَدْ اَذِیْمُکُمْ رَبُّکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیَحْمِلُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُعَذِّبُوْکُمْ
وَمِکْرُوْنَ وِمْکِرُوْا اللّٰہَ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَکْرِیْنَ (سورہ انفال)

رات کی تاریکی میں یہ خوشخوار درندے غانہ اقدس کے گرد چپکے سے گھات لگا کر دباک رہے کہ علی الصباح جس وقت آپ برآمد ہوں ایک ساتھ بھٹ کر فیصلہ کر دیں۔ بار بار روزن درسے بھانکتے تھے اور یہ دیکھ کر کہ آپ بستر راحت پر آرام فرما رہے ہیں خوش خوش دبے پاؤں وہاں آتے تھے کہ ہمارا شکار ہمارے پیچہ میں ہے مگر

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

حافظ حقیقی نے اپنے حبیب کی آپ خلافت کی اور اس مملکت سے نجات پانے کی تدبیر تلمیق فرمائی آپ نے حضرت علی مرتضیٰ سے ارشاد فرمایا کہ کفار میرے خون کے پیاسے گھات لگائے بیٹھے ہیں تم میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر لیٹ رہو تاکہ قاتلوں کو میرے بھل جانے کا شبہ نہ ہو۔ خدا تمہارا نگہبان ہے تم کچھ اندیشہ نہ کرنا۔ خدا سے نبی حضرت علی مرتضیٰ جنہیں اپنی جان شیریں حبیب خدا سے زیادہ پیاری نہ تھی اٹھے اور بستر رسول پر اپنی جان کی قربانی پیش کر دی اور گویا پیشِ سر حسب حال تھا۔

ایدوست اگر جاں طلبی جاں تو بخشم

وز جاں چہ عزیزست بگو آں تو بخشم

حضرت رسول خدا نے پہلے جس قدر امانتیں آپ کے پاس موجود تھیں حضرت علی کے سپرد کیں کہ ان مالکوں کو بچا کر مدینہ پہنچے آئیں بعد ازاں حافظ حقیقی پر ہر وسہ کر کے مکان کے ایک درجے سے چھپکر نکلے اور قاتلوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر صاف کر دیں گئے۔ آپ کی تشریف بری گویا ایک برقِ طاقت تھی جو دیکھنے والوں کو اندھا کر کے غائب ہو گئی۔ خوشخوار قاتل علی الصباح آپ کے برآمد ہونے کے منتظر تھے مگر یہاں صبح کا دمبے پیشتر ہی صبح صادق کا ظہور ہو چکا تھا کہ غافل ہو گئے تھے اور مکان میں صرف خدا کا شیر سورا تھا۔ دیر تک انتظار کرنے کے بعد قاتل آہر گھر میں گھسے۔ بستر رسول پر حضرت علی مرتضیٰ کو دیکھ کر سخت متعجب ہوئے آپ کو بہت کچھ ڈھایا دھمکایا اور سخت اذیت دی کہ کسی طرح آنحضرت کا پتہ بتادیں مگر آپ صرف یہی کہتے ہیں: واللہ اعلم

حضرت علی مرتضیٰ
کی خدایت

بجائے رسولؐ، مکان سے نکل کر حضرت رسولؐ خدا اپنے قدیم رفیق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر آئے اور دن بھر میں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جلدی جلدی سامان سفر درست کیا۔ بنی دیل کے ایک شخص کو راہبری کے واسطے اجیر مقرر کیا کہ ضرورت کے وقت مستعد رہے اور اپنے بیٹے عبداللہؓ کو ہدایت کی کہ دن بھر کفار قریش کی خبریں دریافت کر کے شب کو اطلاع دیا کریں۔ جب یہ انتظام ہو گیا آدھی رات کو آنحضرتؐ اپنے وفادار رفیق کو جس نے خدا اور رسولؐ کی محبت میں اپنے اہل و عیال سب کو تنہا چھوڑا ساتھ لے کر مکان سے چھپ کر نکلے اور مکہ سے باہر ایک تنگ و تاریک درہ کو وہیں جسے غار ثور کہتے ہیں پناہ گزیں ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت

واقعی آپؐ کے اصحاب باصفا حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی طرح نہ تھے کہ یہود سے مجزی کر کے روح اللہ کو گرفتار کر دیا اور پھر اپنی اپنی جان بچا کر چل دیئے بلکہ صحابہ کرام ایسے جاں نثار تھے کہ ہر حال میں حضرت رسولؐ خدا پر قربان تھے ان کی مخلصانہ خیالات سچی جانفشانیاں اور فی سبیل اللہ کوششیں آفتاب کی طرح روشن رہیں گی۔ کسی کے خاک ڈالنے سے کیا ہوتا ہے۔ رضی اللہ عنہم جمعین کفار قریش اپنی آخری کوشش میں ناکام رہ کر بالکل از خود رفتہ ہو گئے۔ اب ان کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ تھی۔ شہر میں منادی کر دی کہ جو کوئی آپ کا پتہ لگا کر شہید کر ڈالے مالا مال کر دیا جائے گا۔ لوگ ہر طرف سے دوڑ پڑے اور جوش و خروش کے ساتھ ہر ہمت ڈھونڈنے لگے۔ عرب نشان قدم خوب پہچانتے ہیں پتہ لگاتے لگاتے غار ثور تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو جس وقت ان کی آہٹ معلوم ہوئی نہایت مضطرب ہوئے اور آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ کفار آنے لگے۔ اب ہم دونوں کا یہیں خاتمہ ہے۔ حضرت رسولؐ خدا نے ایسی نازک حالت میں جبکہ موت آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی اور تمام امیدوں کا غاتمہ تھا بے غیرت مقابل اور عیدم ایشا جو انمزدی سے ارشاد فرمایا لَا تَحْزَنَنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ اے ابوبکرؓ کیا غم ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے (سورہ توبہ ۱۰) یہ وہ جان بخش الفاظ ہیں جو صفو تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور یقیناً کامل اور رضا اور تسلیم کی مجسم اور زندہ تصویر ہیں۔ الغرض کفار غار کے کنارے پھونچے اور تیر

اصحاب رسولؐ حضرت عیسیٰؑ کے حواری نہ تھے

غار ثور

تھا کہ توحید کامل کا تعلیم دینے والا تمام عالم کو ایک جامع اور اپنی مذہب کا سکھانے والا انسان کو
 دینی اور دنیاوی فلاح کا راستہ بتانے والا یعنی حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بغیر دین
 کی تکمیل کئے ہوئے خاتمہ ہو جائے مگر قادر ذوالجلال نے اپنی قدرت کا عجب کرشمہ دکھایا مگر نبیؐ
 غار کے منہ پر جالاتان رکھا تھا اور گویا اس محبوب دو جہاں کے واسطے اپنی بساط کے موافق سینہ
 سپر ہو گئی تھی۔ جھگی کبوتر کے ایک جوڑے نے وہیں پر اپنا گھونسلایا تھا گویا در بانی کی خدمت
 ادا کر رہے تھے۔ کفار ان علامات کو دیکھ کر یوں سمجھے کہ ممکن نہیں آپ اس تنگ دھارے اور دیر
 غار میں پناہ گزین ہوتے ہوں وہاں سے آگے بڑھ گئے اور آخر تنگ کر واپس آئے مین شبانہ رو
 آپ اس غار میں پوشیدہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی ایک صاحبزادی چھکرات کو کھانا پھینچا دیتی یقیناً
 عبداللہ ابن ابی بکرؓ غار کی خبریں لاتے تھے تیسرے دن راہبر جس کو اجیر مقرر کیا تھا حسب ہدایت
 دونوں اونٹ غار کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ عامر بن فیہر حضرت ابوبکرؓ کا غلام بھی وقت پر آچھونچا
 آنحضرتؐ غار سے برآمد ہوئے۔ اپنے ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کو اپنا ردیف بنالیا
 دوسرے اونٹ پر عامر اور وہی راہبر عبداللہ ابن اریقٹ سوار ہوئے اور عامر راستہ چھوڑ کر غیر معروف
 راہ سے یثرب کی سمت روانہ ہوئے۔ مگر ابھی تک پتہ لگانے والوں کا سلسلہ ٹوٹنا تھا۔ گراں بہا
 انعام کے لالچ میں لوگ اس معصوم نبیؐ کی تلاش میں جا میں لڑا رہے تھے آخر ان میں سے ایک
 مسلح شہ سوار سراقہ نامی آپؐ تک پہنچ ہی گیا۔ آنحضرتؐ اس وقت یاد خدا میں مشغول کلام محمد
 کی تلاوت فرما رہے تھے۔ دشمن جیسے ہی قریب آیا تا یہ غیبی اپنا کام کر گئی گھوڑے کے پاؤں زمین
 میں دھنس گئے اور سوار عاجز ہو گیا۔ کیوں نہیں

ہیت حق ہست این از خلق نیست

سراقہؓ پر ہیت طاری ہو گئی دل لرزنے لگا سمجھا کہ ناصان خدا پر ہمت ڈالنے والا نیچا دیکھتا ہے
 نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواستگار ہوا اور اپنی ہستہ عاقبول ہو جانے کے بعد کہ
 واپس آیا اور راستے میں جس قدر پتہ لگانے والے ملے گئے ان کو یہ کلمہ پھیر لایا کہ میں دوسرا

سراقہؓ کے بعد سراقہؓ اپنے قبیلہ کے ایمان لایا (درایح النبوت)

دیکھ آیا کہیں پتہ نشان نہیں ملتا۔

مہینوں میں بغیر وقت
تشریف لانا مسجد

الغرض دو ہفتہ کے دن ربیع الاول کے شروع ماہ میں آنحضرتؐ مع ایمن نواح یثرب میں پھونچ گئے اور شہر کے باہر دو میل جنوب کی طرف بنو عمر بن عوف کے گاؤں میں جے قبا کہتے تھے قیام فرمایا۔ سب سے پہلے جو کام آنحضرتؐ نے کیا وہ یہ تھا کہ اس خداے واحد کی پرستش کے واسطے خود بنفس نفیس صحابہ کے ساتھ ایک مختصر سی مسجد تعمیر کی۔ یہی وہ خدا خانہ ہے جس کی نشان میں لَمْ يَكُنْ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ نازل ہوا اور اسی کو اب مسجد قبا کہتے ہیں۔ یہاں پہلے پہل آپؐ صحابہ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی۔ وعدہ لا شریک خدا کی عبادت بے روک ٹوک شروع ہو گئی اور مشرکین مکہ کے ہاتھوں جس قدر ناقابل برداشت اذیتیں سہی متیں سب مبدل براحت ہو گئیں۔ بیشک یہ

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

قریب دو ہفتہ کے آنحضرتؐ نے یہاں قیام فرمایا اس مابین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشرکین مکہ کی دار و گیر سے نجات پا کر اپنا وہ صغوبت سفر اختیار کر کے راہ خدا میں ہجرت کی تھی آنحضرتؐ کے پاس بنیہ و عانیت پھونچ گئے۔

سولہویں تاریخ جمعہ کی نماز کے بعد حضرت رسول خداؐ سوار ہو کر شہر کی طرف متوجہ ہوئے ہر ایک انصاری بھی چاہتا تھا کہ آپؐ اسی کے گھر پر قدم رنج فرمائیں مگر آپؐ کسی کی دشمنی منظر نہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ میرا ناتمہ جہاں ٹھہر جائے وہی میری قیام گاہ ہے۔ شہر پھونچ کر آپؐ کا ناتمہ جس جگہ کہ اب مسجد نبویؐ بنی ہے ٹھہر گیا وہاں سے حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا مکان قریب تھا اس لئے انھیں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ فردوس بریں کے میزبان کو اپنا مہمان بنایا۔

مبارک منزے کاں غمانہ رالمہ نہیں شاہ

ہانوں کثورے کاں عومہ رانشہ چیں شاہ

تبلیغ رسالت کے ابتدائی تیرہ برس جو مکہ میں گزرے ان کو یوں سمجھنا چاہیے جیسے رات کو ماہی

چنگلی ہو مگر ہر طرف سناٹا۔ موت کی بہن نیند ہر ایک کو دار و پے بیہوشی سنگھار ہی ہو اور لوگ
 اینڈ اینڈ کر سوسے ہوں۔ مگر نہیں چند زندہ دل بیدار طالع آنکھیں ملے اٹھ بیٹھے اور شب ماہ کے
 پر لطف سماں کا نظارہ کرتے کرتے **لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ**
وَلَا نَوْمٌ کے وجد میں لانے والے الفاظا هجوم هجوم کر پڑھنے لگے مگر ان کا ذوق شوق انکی
 محویت انھیں تک محدود ہے ان کی نیند کے ماتے ساتھیوں کو گویا سانپ سو گمہ گیا کہ کر دٹ
 تک نہیں لیتے آخر

صبح و مید شب گذشت ماہ شبیں بجا رفت

تبلیغ رسالت آفتاب عالمتاب کی شکل میں نمایاں ہوئی اور شیرب مطلع انوار بن گیا آرام
 کا وقت گیا اب کام کی گھڑی شروع ہوئی اور دینداروں کے لئے ایک نیا دور شروع ہوا۔
 غفلت شعار سونے والو کب تک پریشان خواب دکھیو گے۔ رات کی باتیں افسانہ ہو گئیں چاندنی
 کی بہار اگر نہیں دیکھی تو اب دن کی روشنی میں حقیقت کا جلوہ دکھیو۔

مدینۃ الرسول

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے ارشاد فرمایا: "میں نے تیری دعا اسمعیل کے حق میں قبول
 کی ہاں میں نے اُسے برکت دی اور اُسے بار آور کیا اور اُسے بہت کچھ فضیلت دی اس سے
 بارہ ظلم پیدا ہونگے اور اُس کو بڑی قوم کرونگا" (توریت کتاب اول باب ۱۷-۲۰)

خداوندی بشارت کے موافق اولاد اسمعیلؑ خوب پھلی پھولی اور تمام سرزمین حجاز میں
 پھیل گئی۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر اسی نسل کی ایک شاخ تھے جو مکہ سے جانب شمال گیا رہنے کے
 راہ پر شیرب اور اسی کے گرد فوج کے سرسبز قطعہ زمین پر آباد تھے اور ان یہودیوں کے میل
 جول سے جو یونانیوں اور رومیوں کی دستبرد سے ترک وطن کر کے شیرب میں پناہ گزیں ہوئے
 موسوی دین اختیار کر لیا تھا۔ یہ مخلوط آبادی اب یہود کے لقب سے مشہور ہوئی اور شیرب اور

اُس کے نواح پر قابض ہو گئی۔ نبی نصیر نے ”خبر“ نبی قرظیہ نے ”مذک“ اور نبی قینقاع نے خاص خرب پر قبضہ کر کے اپنے اپنے مضبوط قلعے طیار کر لئے۔

اس نے خرب

انیں ایام میں مین کے ایک حمیری سردار تعلبہ بن عمرو نے اپنے وطن سے نکل کر مجاز میں سکونت اختیار کی اسی کی نسل جو آئندہ اوس اور خرب کے نام سے مشہور ہوئی بڑے بڑے خرب تک پہنچ گئی اور وہیں ڈیرے ڈال دیئے۔ ابتداً یہودان نو واردوں سے پہلے پیش آئے مگر رفتہ رفتہ ایک دوسرے کے رقبہ بن کر مخالف ہو گئے اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ اوس اور خرب پہلے تو دب گئے مگر جب طرح طرح کی ذلتوں سے سامنا ہوا تو ان میں سخت جوش پیدا ہو گیا اور آخر یہودیوں پر غالب آ گئے۔ مصیبت میں علی العموم انسان کو خدا یاد آتا ہے۔ یہود ذلیل و خوار ہونے رب الافواج کی درگاہ میں یوں دعا کرنے لگے کہ ”اے خداوند سیوا اس آخرالوہ نبی کو جس کی تشریف آوری کی بشارت تو نے مقدس تورات میں دی ہے جلد بھیج کہ ہمارا اگلا جاہ جلال پھر واپس آئے۔“ اس انتظار میں کئی پشتیں گذر گئیں ہر ایک دیندار یہودی مرتے وقت اپنی اولاد کو یہی وصیت کرتا تھا کہ ”وہ نبی“ غریب آنے والا ہے اُس کی جان و دل سے اُٹا کرنا۔ اسی کی برکت سے بیڑا پار لگے گا۔ آخر رب الافواج نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ ”قدوس“ لشکرِ ملائکہ کے ساتھ اپنے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن لیکر ”فاران“ کے پہاڑ سے اتر حضرت سلیمان کا نورانی گندم گوں محبوب ”محمد“ ”جنوب“ سے ناکہ پر سوار نمودار ہوا۔ یہود نے پہچانا تو ضرور اور

لے بوجا باب اول آیت ۲۰ لہذا یہ ۲۵ میں لکھا ہے کہ ”زیسی“ نے حضرت یحییٰ سے پوچھا کہ تو کیوں صلیب کو تابے جب کہ تو نہ کر سکتا ہے اور نہ ایلاس اور نہ وہ نبی“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملاوہ کر سکتا یعنی حضرت مسیح کے ایک اور نبی کے آنے کی امید تھی اور وہ پیڑیا مشہور تھا کہ بجائے نام کے صرف افسلہ ہی کافی تھا۔ لفظ انحضرت شیعہ ”وہ نبی“ کی آیت ۲۵ ان جملوں میں ذیل کی بشارات کی طرف اشارہ ہے جو تورات میں انحضرت کی نسبت درج ہیں۔ بشارات اول اور کماضتینا سے نکلا اور میرے چچا اور فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا اُس کے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن ساتھ لشکرِ ملائکہ کے آیا اور کتابِ پنجم باب ۳۲ آیت ۱۰ بشارات دوم آیت ۱۱ اور قدوس (بقیہ مضمون آئندہ)

پہچانے کیوں نہیں یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ داسکویا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد
 کو پہچانتے ہیں، اگر شامت سوار تھی اس نعمت کی قدر نہ کی آخر یہ دولت اوس اور خزرج کو نہیں
 بارگاہ الہی سے انصار کا مبارک لعب عطا ہوا نصیب ہوئی۔ صرف چند خوش نصیب یہود رس
 فیض سے فائز ہوئے۔ ان میں عبد اللہ ابن سلام بہت مشہور ہیں جو اجار یہود سے تھے اور نہایت
 عالم فاضل صحف سادی سے واقف تھے۔ آنحضرت کی تشریف آوری کی خبر سنکر مامر ہوئے جس وقت
 اس نورانی چہرہ کو دیکھا انہیں کایہ قول ہے کہ میرے دل نے بے اختیار گواہی دی کہ کذابوں کا
 ایسا چہرہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پھر جس وقت آپ کو یہ نصیحت کرتے سنا اَتَمَّا التَّائِبُ آفَتُو
 السَّلَاحَ وَ اطِيعُوا الطَّعَامَ وَ صَلُّوا لِمَا رَحِمَکُمْ وَ صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَ النَّائِمِ بِنِائِمٍ
 (ترجمہ) لوگو رسم اسلام جاری کرو محتاجوں کو کھانا کھلاؤ اور غریزوں سے سلوک کرو اور رات
 کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سوتے ہوں [قلب نور ایمان سے بھر گیا اور آنحضرت کی خدمت میں
 حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے رسالت کی تصدیق کرتا ہوں لیکن قبل اس کے کہ میرا اسلام آجھکا
 (یعنی صغر گزشتہ) فاران کے پہاڑ سے آسمانوں کو جال سے چھایا اس کی ستائش سے زین بھر گئی کتاب موقوف
 باب آیت ۱۲، بشارت سوم ہیرا دوست نورانی گندم گوں نہاردن میں سردار ہے اور وہ باطل عوام یعنی تفریق کیا گیا ہے
 و کتاب نبیجات سلیمان باب آیت ۱۰، الفایت ۱۱، بشارت چہارم سب قوموں کو ہلاؤ دنگا اور محمد سب قوموں کا آگیا
 (کتاب بھی بنی باب آیت ۷) بشارت پنجم تمام کرنگا تیرا مہود مود دیرے نے بنی تھو میں سے تیرے بجائیوں میں سے
 جھاس اُس کو مانیون کے بجائیوں میں سے بنی تیرا تمام کر دنگا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں دو دنگا اور جو کچھ میں نے
 کہہ دنگا وہ اُن سے کہہ دنگا (توریت کتاب پنجم باب آیت ۱۱ و ۱۵) یہ بشارت محمد کے مہوت ہونگی ایسی صاف بیحد ہے جس سے
 کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ خدا نے حقارت موسیٰ سے کہا کہ بنی اسرائیل کے بجائیوں میں سے ایک بنی مثل موسیٰ کے مہوت
 کر دنگا اور کچھ نہیں کہ بنی اسرائیل کے بجائی بنی اسمعیل میں اور بنی اسمعیل میں پھر آنحضرت کے اور کوئی بنی نہیں
 ہوا۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہ بشارت ہمارے بنی جناب پیغمبر خدا کی تھی۔ خطبات احمدیہ ص ۵۷، الفایت
 ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶

جو آپ گروہ یہود کو بلا کر میرا حال دریافت فرمائیے۔ آنحضرتؐ نے مجمع یہود میں عبد اللہ ابن سلام کی نسبت دریافت فرمایا۔ سب یک زبان ہو کر کہنے لگے وہ ہمارا سردار اور سردار زادہ ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا شخص مجھ پر ایمان لائے تب تو تم کو میری نسبت کچھ شک نہ لگے گا۔ یہود نے جواب دیا حاشا وکلا بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے عبد اللہ ابن سلام کو نکھارا کہ سامنے آؤ۔ حق پسند ابن سلام حاضر ہوئے اور باوجود بلند کہنے لگے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا: بھائیو! خدا سے ڈرو اور اس رسولِ برحق پر ایمان لاؤ کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ پیغمبر خدا ہے۔ یہودیہ سن کر اس قدر برجم ہوئے کہ اپنے ”اُسی سردار اور سردار زادہ“ کی نسبت کہنے لگے وہ وہ بڑا بڑا ہے اور ہمارے بڑے بڑے کا بیٹا ہے۔ دارالابوب میں قیام فرما کر آنحضرتؐ نے پہلے مہاجرین اور انصار میں عقد موافقات یعنی بھائی چارہ کر دیا کہ ایک دوسرے کو اپنا دینی بھائی سمجھ کر مثل عزیزوں کے برتاؤ کریں۔ اس طرح غریب الوطن مہاجرین کا ٹھکانا بھی ہو گیا اور پستی ہمدردی اور زبردستی اتفاق کا عملی سبق بھی ہو گیا۔ اُس وقت سر جاپنے باہمی خانہ جنگیوں کو یک قلم فراموش کر کے ایک گروہ انصار بن کر مہاجرین کے ساتھ شہر و شکر ہو گئے اور دنیا کو دَاْعُوْهُمُ اِلَیْجِبِلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا کے معنی سمجھا دیے۔

بھائی چارہ

باہمی اتفاق قائم کرنے کے بعد آنحضرتؐ نے خاص مدینہ میں وہ زمین جہاں کہ آپ کا ناؤ بیٹھا تھا خریدنا چاہی تاکہ ایک خدا خانہ جو اب مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے تعمیر کیا جائے۔ اُس وقت اُس ارامنی کے مالک دو قیمتمثل اور سیل تھے جو ایک انصاری کی نگرانی میں پرورش پاتے تھے۔ ان کو جس وقت یہ حال معلوم ہوا انجوشی خاطر اس زمین کو مسجد کے واسطے بلا قیمت دینے کو راضی ہو گئے مگر عمتہ للعالمین نبی کے درمند دل کو سہرگز گوارا نہ ہوا کہ یتیم کسی طرح بھی اپنے حق سے محروم ہو جائے اس لئے اپنے قدیم رفیق حضرت ابوبکرؓ سے دس مثقال زر و سنج دلو کر

لے اور پکڑا لوتی اندک کی بجائے سب وارنہ بجا دیا ہو۔ سورہ آل عمران پارہ ۴

ارضی خرید لی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔ اس مبارک خدا خانہ کے واسطے نہ کہیں سے قیمتی پتھر آئے اور نہ معمار و مزدور بلائے گئے۔ سید لاہیا اپنے مقدس ہاتھوں سے کچی انٹیں اٹھاتا تھا اور گروہ "خیرالام" کے ساتھ کام بنانے میں مشغول تھا۔ آخر انٹ اور گارے کی دیواریں بن گئیں کجور کی چال سے چھت پائی گئی اور خرے کی لکڑی کے ستون قائم کئے گئے اور محراب ہی عرصہ میں خالی بے نیاز کی تہی عبادت کے واسطے یہ سادہ عمارت جس میں نہ محراب نہ منبر نہ فرش فرش نہ ساز و سامان تیار ہو گئی لیکن اگر یہ چیزیں نہ تھیں تو کیا ہرج تھا بھلا جہاں تسلیم کی محراب، اخلاص کا منبر، تواضع کا فرش اور صدق و صفا کا ساز و سامان ہو وہاں خالی چیزوں کا کیا ذکر۔ مسجد تیار ہو چکی تو اس کے صحن میں ایک مگر ان مساکین کے واسطے مخصوص کردی گئی جو بعد کو اصحاب صفہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ غریب الوطن خانماں برباد بہت مفکوک الحال تھے۔ بیچارے کمانے کپڑے سے محتاج مگر اللہ اللہ دل (ایسا غنی) تھا کہ خدا و رسول کی محبت میں کسی چیز کی پروا نہ تھی پہلے مسجد میں بعد ازاں آنحضرتؐ نے اپنے اہل بیت کے واسطے حجرے بنوا کر اور اشرف اور زین عابدینؑ کو پانچ سو درہم اور دو اونٹ دیکر مکہ بیجا کہ حضرت فاطمہؑ زہرا اور ام کلثومؑ اور ام المومنین سودہؑ کو ہمراہ لائیں ساتھ ہی عبداللہ ابن ابوبکرؓ بھی گئے اور حضرت صدیق کے اہل و عیال بھی آگئے۔

بحر کے ساتویں مہینے آنحضرتؐ نے ابواب مکہ مکمل سے آٹھ کھجور کے حجرہ میں قیام فرمایا اور مجاہدین و انصار المہینان کے ساتھ فلاح دارین حاصل کرنے لگے۔ وقت نماز کی اطلاع کے واسطے اسی مسجد میں پہلے پہل وہ طریقہ مشروع ہوا جو اپنی آپؐ پر لکھ کر جبکہ ہر طرف ناؤں اور گھنٹوں کی صدا دیر و کلیسا میں گونجتی تھی اس حرم شریف میں اللہ اکبر کا دل ہلادینے والا آواز جوت سے تین برس خیر حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو جن کی اس وقت چھ برس کی عمر تھی آنحضرتؐ کو مضطرب منسوب کیا تھا۔ یہ منورہ چوچکڑے میں حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ کے گھر رخصت کی گئیں۔ اس وقت آپؐ کا سن گیارہ برس کا تھا۔ بعضوں نے اخلاق کیا ہے مگر یہی قول صحیح ہے ۱۱

نصرہ اور محی علی الغفل کی خوش آئند بنارت حضرت بلال حبیبیؓ سے عاشق کے حرم سینہ سے
 بھٹک کر ہوا میں بلند ہونے لگی۔ وعدہ لاشریک خدا کی عبادت کرنے والے اس دلکش آواز کو
 سنتے ہی فوراً اپنا اپنا کام چھوڑ کر نجوۃ مسجد میں حاضر ہوتے تھے اور اللہ اکبر کے ساتھ ہی
 امیر اور غریب شریف اور رذیل سب ایک ساتھ عجز و نیاز ادب و تعظیم اور تواضع اور خاک کھانے
 کی زندہ تصویریں بن جاتے تھے۔ پھر جس وقت رسول خداؐ ان کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے تھے
 ”جو شخص خدا کی مخلوق سے محبت نہیں رکھتا اور اپنے بچوں پر مہربان نہیں ہوتا وہی کسے گناہ کا
 خدا مجھ پر مہربان نہیں ہے جو مسلمان ننگے کو کپڑا پہنائے گا خدا اُسے بہشتی لباس عطا فرمائے گا۔
 مسنونہ ہر نیک کام خیرات ہے۔ ہتھارا بجنہ پیشانی اپنے بھائی کی طرف دیکھنا خیرات ہے۔ ایک گروہ
 کو نیک کام کرنے کی ہدایت کرنا خیرات ہے۔ سکے ہونے کو راستہ بتانا خیرات ہے۔ اندھے کی
 دستگیری خیرات ہے۔ شرک پر کنکر پھریا ٹھوکر کی چیز کو سر کا دینا خیرات ہے۔ پیاسے کو پانی پلانا
 خیرات ہے۔ انسان کی حقیقی دولت وہی نیکیاں ہیں جو اُس نے جیسے جی لوگوں کے ساتھ کی ہیں
 مرنے کے بعد دنیا میں تو یہ پوچھا جاتا ہے کہ کتنا مال چھوڑ کے مرا۔ لیکن قبضہ فرشتہ سوال کرتے
 ہیں کہ تو نیک اعمال کا توشہ کتنا اپنے ساتھ لایا؟ یہ سن کر سامعین کے قلوب معرفت سے بہر جاتے
 تھے اور نیک اعمال بجالانے کا جوش پیدا ہوتا تھا۔

مسلمانوں کو اب اگرچہ کچھ اطمینان ہو چلا تھا مگر ایک خوف ہر وقت رہتا تھا۔ جس شخص نے
 عربوں کی اس زمانہ کی تاریخ ان کی شورہ پشتی شہرہ کینگی اور جنگجوی کا اندازہ غور سے کیا ہو گا
 وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ کس کا خوف تھا۔ یہ اُن سنگدلوں کا خوف تھا جنہوں نے ان مظلوم
 مسلمانوں پر خدا واسطے طرح طرح کے ستم توڑے تھے اور صرف اس لئے کہ یہ وعدہ لاشریک خدا
 کے ماننے والے ہیں ایک ذمہ بین سے پیچھے نہ دیا آخر ان بیچاروں نے غریب الوطنی کی مصیبت
 اختیار کی اور خدا خدا کر کے ایک گوشہ عافیت نصیب بھی ہوا مگر ناظرین کو یاد ہو گا کہ جن ظالموں
 نے حبشہ میں ہجرت کر جانے پر کیا کیا بندشیں کیں تھیں وہ بھلا اب مدینہ میں کب چین سے

قریش ہوداؤ
 منافقین

بیٹھنے دیتے۔ بیشک کفار قریش کو مسلمانوں اور غاسکرا آنحضرت سے دینی معاملہ میں قبلی عداوت
 ہوگئی تھی اور اس عداوت کے ساتھ اب ان کو ایک نیا اندیشہ پیدا ہوا کہ مدینہ میں کہیں اسلام
 زور نہ پکڑ جائے اور پھر مہاجرین بدلہ لینے کی غرض سے ہم پر چڑھائی کریں۔

اس اندیشہ کا پتہ یوں چلتا ہے کہ پھر کے پہلے ہی سال ولید بن مغیرہ جو عداوت میں داخل
 کا ہی چچا تھا مرتے وقت زار و قطار رونے لگا اس وقت سرداران قریش اس کے پاس موجود
 تھے۔ ابو جہل نے کہا: اے چچا آپ موت سے اتنا کیوں ڈرتے ہیں؟ کیونکہ وہ اور متکبر ولید نے
 جواب دیا کہ مجھے موت کا کچھ خوف نہیں اگر غم ہے تو یہ ہے کہ کیس ابن ابی کبشہ (یعنی حضرت رسولؐ)
 کا دین پھیل نہ جائے اور کہ اسی کا ہو جائے۔ ابوسفیان جو اس وقت وہاں حاضر تھا کہنے لگا: اے
 ولید کچھ غم نہ کریں خاص میں ہوتا ہوں کہ اس دین کو ہرگز پھیلنے نہ دینگا، کفار قریش کے جب یہ
 خونخوار ارادے ہوں تو مہاجرین کو کیونکر المیدان ہو سکتا تھا۔ وہ یقین کرتے تھے کہ لَیْزًا لَّوْ
 یُقَاتِلُوْا کُمْ حَتّٰی یُؤْخَذَ وَکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنْ اَسْتَطَاعُوْا (ترجمہ) اہل مکہ تم سے برابر
 لڑتے رہینگے یہاں تک کہ وہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اگر ایسا کر سکیں [کفار قریش کے
 خوف کے علاوہ خود مدینہ میں اس وقت پورا امن و امان نہ تھا جہاں کئی گروہ ہو گئے تھے۔ عبداللہ
 ابن ابی ایک دو لختہ اور بابا اثر رئیس تھا۔ آنحضرت کی تشریف آوری کے پیشتر مدینہ میں اس شخص کا
 بڑا زور تھا اور اس کے ہوا خواہ بہت زبردست تھے اور قریب تھا کہ مدینہ کی حکومت اس کے
 ہاتھ آجائے لیکن حضرت رسولؐ خدا کے تشریف لاتے ہی شہر کا رنگ بدل گیا۔ انصار کا
 جاں نثارانہ جوش اور شہر والوں کا رُحمان ابن ابی کی امیدوں کا خاتمہ کرنے والا ثابت ہوا
 اب اس نے برملا مخالفت سے مصلحتاً کنارہ کیا اور اپنے گروہ کے ساتھ بظاہر مسلمان ہو گیا
 یہ جماعت جو منافقین کے لقب سے مشہور ہوئی میٹھی چھری بنکر اندر ہی اندر اپنا کام کرنے لگی اور

۱ ابن ابی رطلہ ۲ م

۳ سورہ بقرہ سید قول

جب تک ابن ابی زندہ رہا تارک موقوف پر دعا دی جاتی تھی اور مسلمانوں کی عیب جوئی اور
بربادی کی دہرے رہتی تھی۔ دوسرا گروہ یہود کا تھا چونکہ یہ لوگ اہل کتاب تھے اس لئے ان کو
اپنے علم پر غرہ تھا اور کہتے تھے کہ ہم کو بنی امی کیا سکھائے گا۔ ان کو اس بات کا بھی حسد
تھا کہ نبوت برابر بنی اسحق میں قائم رہی اب یہ ایک بنی اسمعیل میں کیونکر چلی گئی اور سب سے
زیادہ ان کو یہ قلبی عداوت تھی کہ ان کے دشمن اوس اور خزرج جو اب ملکر انصار رسول
کہلاتے تھے آپ کے جان نثاروں میں تھے مگر بائیں ہمدہ ان لوگوں نے ابی کھلم کھلا مخالفت
نہ کی اور بظاہر شریک حال ہو گئے۔ لیکن موقع محل کے منتظر تھے۔

آنحضرت نے مسلمانوں کو ایسے بُرے ہمایوں کے درمیان چھنا ہوا پا کر اور کفار قریش
کے حملے کا اندیشہ کر کے کمال دشمنی اور مدبرانہ لیاقت سے امن و امان قائم رکھنے اور مدینہ
کی حفاظت کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ جمہوری اصول پر ترتیب دیا جس کا خلاصہ یہ تھا
”تمہارے رسول اللہ کی طرف سے کل مسلمانوں کے ساتھ خواہ وہ قریشی ہوں یا شریبی اور ان لوگوں
کے ساتھ خواہ وہ کسی گروہ سے ہوں مگر ہمارے شریک حال رہنا چاہیں یہ معاہدہ کیا جاتا ہے
کہ یہ سب ملکر ایک قوم سمجھے جائیگے صلح اور جنگ کی حالت میں مسلمانوں پر یکساں عائد ہوگی
ان میں کسی ایک یا دو شخصوں کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ خود ہی جنگ کا اعلان دیں یا خود ہی
صلح کریں۔ یہودی جو ہمارے جمہوری انتظام میں شامل حال رہنا چاہتے ہیں ہر حالت میں
ہمارا فرض ہوگا کہ ہم ان کی حفاظت کریں اور ان کے لئے بے دریغ حلوں کے واسطے سینہ سپر
ہو جائیں۔ ان کے حقوق ایسے ہی ہونگے جیسے مسلمانوں کے۔ وہ مسلمانوں کے پہلو پہ پہلو
پر ممتاز ہونگے اور ان سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔ شریب میں جتنی قومیں یہودی آباد ہیں وہ
سب ایک نظر سے دیکھی جائیگی اور انہیں ان کے مذہبی فرائض انجام دینے کے واسطے
مسلمانوں کی طرح کامل آزادی ہوگی۔ جو لوگ یہود کی پناہ میں ہیں اور ان کے حلیف ہیں
ان لوگوں کی بھی ویسی ہی حفاظت کی جائے گی۔ اور ویسی ہی آزادی دی جائیگی۔ مجرم

جنوا یہودی ہو یا مسلمان سزا یاب ہوگا۔ اگر کوئی دشمن شرب پر حملہ کرے تو یہودی مسلمانوں کے ساتھ ہو کر اس کو پس پا کر نئے محمدیان جنگ میں آئینگے۔ جو شخص شرب میں داخل ہوگا اس کے یہی حقوق ہونگے۔ جرم پر کسی کی رعایت نہ کی جائیگی خواہ کوئی سردار ہو یا عام شخص اور نہ کوئی مجرم کی بیجا طرداری کرے گا۔ خواہ اس کا قریبی عزیز کیوں نہ ہو۔ تمام گزشتہ جھگڑوں اور قصیوں کی انتہا بھی جائیگی اور اب آئندہ کوشش کی جائیگی کہ باہم مخالف اور متعنا گرد ہونے کا اتحاد قائم ہو کر ابن ہشام ۳۴۲ ۳۴۳

تمام اہل مدینہ نے اس معاہدہ پر اپنی رضامندی ظاہر کی یہاں تک کہ بنی نضیر بنی قریظہ اور بنی قینقاع بھی بعد کو سوچ سمجھ کر مصلحتاً شریک ہو گئے۔ مگر اپنے اندرونی ریشہ دوانی سے باز نہ آئے۔ سب سے پہلے اس منصب قوم یہود نے مسلمانوں کو دق کرنا شروع کیا۔ قرآن مجید کی روشن آیتوں کو تحریف کر کے عام مجمع میں پڑھتے اور پھر خود ہی ان پر مقدمہ اڑاتے۔ ان کے سرداروں نے شعر کو لگا دیا کہ جو شاعر مسلمانوں کی بہتر بھوکے اس کو خوب صلہ ملے گا۔ اب کیا تھا انعام کے لالچ میں چاروں طرف سے جو کی بوجھار ہونے لگی۔ عورتیں بچے جو ان بوڑھے سب مسلمانوں کو چھیننے اور سر بازار بھوکے کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ جہاں کسی مسلمان کی صورت دکھی ہو۔ اشعار شروع کر دیے۔ اسی پر اکتفا نہ کر کے بعد یہود نے کفار قریش کو پوشیدہ پیغام بھیجا شروع کئے کہ اگرچہ ہم نے جو مسلم سے معاہدہ کر لیا ہے مگر جس وقت تم یہاں حملہ آور ہو گے ہم تمہاری مدد کریں گے۔ قریش کو جس وقت یہ اطلاع ہوئی نہایت خوش ہوئے کہ اب مدینہ پر حملہ کرنے اور آنحضرت اور مہاجرین کو فنا کرنے اور انصار کو ان کی حمایت کا مزہ چکھانے کا یہی وقت ہے۔ ساتھ ہی چند مغزز مدینہ والے جو آنحضرت پر ایمان نہیں لائے تھے اور آپ کی تشریف آوری کو نفرت سے دیکھتے تھے خدا ہو کر قریش سے جا ملے اور ان سے مدینہ کا کچا چٹا بیان کر کے ان کے حملہ آوری کے ارادہ کو اور بھی مضبوط کر دیا۔ کفار قریش کے سردار ابو جہل نے جس کو آنحضرت اور دین اسلام کے ساتھ سب سے زیادہ قلبی عداوت تھی اب

اعلان کے ساتھ کمالا بھیجا کہ مدینہ والوں کی حمایت پر نہ بھولنا میں عن قریب حملہ آور ہوتا ہوں۔
 ایسی نازک حالت میں جبکہ قریش کے حملہ کا ہر وقت خوف تھا مدینہ میں یہود اور منافقین کے
 عین وقت پر غارت خانیاں کاغذ نشہ تھا اور مہاجرین اور انصار کی جماعت بہت قلیل اور بے ساز
 سامان تھی۔ باقی اسلام کو کیا کرنا لازم تھا۔ مہاجرین اور انصار اپنے اہل و العزم پیغمبر کو اپنا دینی
 اور دنیوی پیشوا مانتے تھے اور ہر امر میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے ایسی صورت میں
 اپنے دفاع پر دلوں کی حفاظت کی تدبیر کرنا کمالات انسانی کا نقص تھا۔ خوشخوار اور کینہ ور
 کفار قریش سے ہرگز امید نہ تھی کہ فتح پاکر کسی ایک مسلمان کو بھی زندہ چھوڑینگے۔ پھر کیا خود
 کو اور مسلمانوں کو خاک و خون میں لوٹنا ہوا دیکھنا گوارا ہوتا۔ آپ کو راہِ خدا میں اپنی جان
 عزیز تھی مگر اسلام اور اُس کے ماننے والوں کی حفاظت جان سے بڑھ کر تھی۔ حقیقت یہ ہے
 کہ خدا نے آپ کو اس واسطے بھیجا تھا کہ آپ مکالمِ اخلاق کو پورا کریں یعنی جس طرح آپ کے
 فصیح و بلیغ کلمات احوال اور موثر نید و نصائح تہذیبِ اخلاق کے واسطے دستور العمل تھے۔ یہی طرح
 آپ کے باہمی اہل بیت پیدا کرنے والے اور امن و امان قائم رکھنے والے مدبرانہ اور عاقلانہ فعال
 تدبیر نازل۔ اور سیاستِ من کے واسطے قاعدے اور قانون تھے۔ بیشک آپ کی ذات پاک
 حکمت، عظمت، شجاعت اور عدالت کی زندہ تصویر تھی حضرت سچے سچے پیشینگوئی کی نبی
 کہ ”جب فاروقیہ (یعنی احمد) آئیگا تو وہ لوگوں کو ان کے گناہوں پر متنبہ کرے گا۔ راستبازی
 کی تلقین کرے گا۔ اور دنیا کو عدالت سے بھر دے گا (انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۸) بشیرِ نبوی
 نبی اسی نے تنبیہ اور تلقین تو بہت کچھ کر دی پیشینگوئی کے دو حصے مکہ میں پورے ہو چکے
 اب مدینہ میں اُس کے اولوالعزما نہ کوشتوں سے پیشینگوئی کا قیصر اخصہ یعنی پرفتنِ دنیا کو
 عدالت سے بھرنے کا وقت آگیا۔

”فاروقیہ“ دنیا کو
 عدالت سے
 بھرنے کا ہے۔

۱۵ قیصر سید احمد خاں سورۃ انفال طبع دارم ۱۳۵۵ھ

۱۶ فاروقیہ کی بحث کو سرسید مرحوم نے خطباتِ احمدیہ صفحات ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷ میں نہایت خوبی سے لکھا ہے ۱۲

جہاد اصغر

آنحضرت کو ہجرت قبول کرنے پر پورا ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ کفار قریش نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کر دی۔ ان کے مظالم کی انتہا ہو چکی تھی اب یہ ناحق کا ستانا اور فتنہ فساد میں مدد سے گزر جانا انہیں کی رسوائی کا باعث ہوا۔ سچ ہے کہ

حسب حق باتو مواسا ہا کند
چونکہ از حد بگذر و رسوا کند

غریب لوطن خانماں برباد مظلوموں کو اب درگاہ احکام الحاکمین سے پہلے پہل یہ حکم ملا اِذَنْ لِّلَّذِينَ يِقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلَمُوا ۖ وَإِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِسْمُ اللّٰهِ اَکْثَرُ (ترجمہ) جن مسلمانوں سے کافروں نے اب ان کو بھی اُن کافروں سے لڑنے کی اجازت ہے اس واسطے کہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو بیچارے صرف اتنی بات کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے جہاں اپنے گمروں سے نکال دئے گئے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹواتا رہتا تو نصاریٰ کے صومعہ اور گرجے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے (سورہ حج پارہ ۵، آیت ۵)

حضرت رسول خدا اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ جو ایک راہ خدا میں کمال صبر و استعجال کے ساتھ طے طے کی اذیتیں سہکڑ جہاد اکبر کی بے نظیر مثال قائم کر چکے تھے اب یہ خداوندی فرمان سنکر دین الہی کی حمایت میں ظالم اور مدد سے بڑھ جانے والے کفار کے شروفع کر کے واسطے سینہ سپر ہو گئے اور قبل اس کے کہ ظالم اپنا کام کر جائیں اور دین الہی کی نشانیاں مٹا دیں راہ حق میں مردانہ واد جہاد کرنے کے واسطے مستعد ہو بیٹھے۔ وہ پاکباز مقدس بزرگ جو بڑوں غار حرا میں دنیا کے کیمڑوں سے الگ یاد خدا میں مشغول رہتا تھا وہ نبی کریم جو

سفر قریش
کی آمدگی

ایسا رقیق قلب تھا کہ بکیوں اور درد مندوں کی مصیبت پر بے اختیار رو دیتا تھا یہاں تک کہ سخت دل خجکھو عوب اُس پر پہنچتے تھے کہ کہیں مردوں کے بھی آنسو نکلتے ہیں۔ ایسے فرشتہ خیز نیک نفس نے ایسی خطرناک حالت میں جبکہ اسلام اور اُس کے ماننے والوں کا خاتمہ ہی تھا جہاد فی سبیل اللہ میں وہ مردانگی اور قابلیت دکھائی اور دین حق اور اُس کے پیروؤں کی ایسی مخالفت کی کہ اگر حضرت موسیٰ اس وقت موجود ہوتے بے اختیار کھڑے آتے۔
 ایں کار از تو آید مرداں چنین گفت۔

ابوہل کہ سے پیغام خجک بھیج ہی چکا تھا اور اب تحفظ دین کے واسطے جہاد کا حکم بھی نازل ہو چکا۔ اس لئے ضرور ہوا کہ آنحضرتؐ تدبیر جنگ میں مشغول ہوں۔ آپ کو خیال تھا کہ جب قریش کی حملہ آور فوج مدینہ کی طرف روانہ ہوگی تو راہ میں جو جو قبائل ملتے جائیں گے ان کو بھی برا بھلا کہہ کر اپنے ساتھ ملا لیں گے اور اس طرح ان کے ساتھ ایک بڑی فوج ہو جائیگی۔ اس لئے ماہ صفہ میں حجر کے بارہویں مہینے پہلے پہل بہ نفس نفیس مع چند صحابہ کے نکلے اور وادان میں جو کہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے اور ابوداؤد ہاں سے اٹھ میل راجھا تھا ہے پہنچ کر قبیلہ

غزوۃ البوا یا وادان
صفحہ

بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناف سے اس بات پر معاہدہ کیا کہ وہ امن قائم رکھیں یعنی نہ قریش مکہ کی مدد کریں اور نہ مسلمانوں کی۔ یہ معاہدہ کر کے آپ واپس تشریف لائے۔

دوسرے مہینے آنحضرتؐ قریش مکہ کے ارادوں کا پتہ

غزوۃ بواط بیع الاول
صفحہ

لگانے کے واسطے چند صحابہ کے ساتھ سفر فرمایا اور رضوی

کی طرف بواط میں جو بھینہ کے پہاڑوں میں سے ایک

پہاڑ ہے لوگوں کو ہدایت کرتے ہوئے واپس تشریف لائے۔ مگر ابھی دم نہ لیا تھا کہ اسی

بھینہ میں کفار قریش میں سے ایک شخص کرز بن جابر

الغہری اپنی جماعت کے ساتھ چوروں کی طرح آیا اور

غزوہ سفوان یا بدر اولیٰ
بیع الاول
صفحہ

مدینہ والوں کے مویشی جو باہر چر رہے تھے ٹوٹ لے گیا۔ آنحضرتؐ نے یسئیس ہزار اس کا تعاقب کیا اور ستھوان تک جو بدر کے پاس ایک میدان ہے تشریف لے گئے مگر وہ منہ ہاتھ نہ آیا۔

جمادی الآخر میں آپؐ پر قبائل بنی کنانہ سے معاہدہ کرنے کی غرض سے سفر فرمایا اور مقام ذی العشرہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان تیغ کی طرف پہونچ کر بنی تمیم سے امن کا معاہدہ کر کے مدینہ واپس تشریف لائے۔

غزوہ ذی العشرہ جمادی الآخر ۳

جمادی الثانی کی آخر تاریخوں میں آنحضرتؐ نے عبداللہ بن جحش کے ہمراہ مہاجرین میں آٹھ یا بارہ آدمی ساتھ کر کے نخلہ کی طرف

سریہ نخلہ حبشہ

جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک سرسبز بستی ہے اور مکہ سے پہلی منزل ہے روانہ کیا اور ایک پرچہ پر بطور ہدایت کے لکھوا دیا کہ ”جب وہاں پہونچنا تو قریش کے ارادوں سے یہیں آگاہ کرنا اور مکہ کے قافلہ میں اگر کوئی شخص نجوشی تمہارے ہمراہ ہو جائے تو ساتھ لے لینا اور جب سر نہ کرنا“ یہ تحریر جس سے کسی متزعج کو اختلاف نہیں اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ سریوں کے بھیجنے یا خود جنگ کرنے میں جس کو غزوہ کہتے ہیں) آنحضرتؐ کا کیا منشا تھا کہ سے خوف فائدہ نکلتا تھا یہ احتمال ہوتا تھا کہ شاید اس کے ساتھ آن مسلمانوں سے جو مجبوری ہجرت نہ کر سکے تھے اور موقع پاکر مدینہ چلا آنا چاہتے تھے کوئی مسلمان ہمراہ ہو اور اس لئے اس کی مجلسی کے واسطے جس قدر ہو سکے اعانت کرنا چاہئے۔ اس دعویٰ کی تائید اس سریہ سے ہوتی ہے جو آنحضرتؐ نے سریہ نخلہ سے پیشتر ربیع کی طرف جو ابوا اور تھجد کی طرف ایک میدان ہے روانہ فرمایا تھا عبد بن عمرو اور عقبہ بن عدوان جو دل سے مسلمان تھے اور قریش کے قافلہ کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے موقع پاکر مسلمانوں سے مل گئے اور بغیر دوافیت مدینہ پہونچ گئے۔ اس

سریہ نخلہ سے پیشتر وہ اور سریہ آنحضرتؐ سے تھے تاکہ قریش مکہ کے ارادہ کا پتہ لگائیں سب سے پہلا سریہ سین البحر

رمضان ۳ میں دوسرا سریہ قرار ذیل قعدہ ۳

بعض مسلمان مورخین نے خواہ غلط فہمی سے خواہ اس خیال سے کہ ایک واقعہ کے متعلق جس قدر روایتیں ملیں بغیر تنقیح اور تحقیق کے درج کر دی جائیں مبصر آپ ہی کھوٹا کرا پر کھ لینگے انہی کتابوں میں یہ روایت بھی لکھی ہے کہ مدینہ پہنچ کر آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہ قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کو نکلے تھے۔ اس بیہودہ اور غلط روایت کی بنیاد عثمان اسلام آنحضرتؐ پر معاذ اللہ لوٹ لدا اور فتنہ و فساد کا سرتاپا غلط الزام لگاتے ہیں سبحان اللہ کہاں وہ "دنیا کو عدالت سے بھرنے والا" بنی اور کہاں یہ ترقائی انسان کو حقیقت حال دیکھنا چاہئے مخالفت اور تعصب جو ش میں انصاف کو ہاتھ سے نہ دے اور نفس واقعہ پر غور کرے۔

الغرض مسلمانوں کی یہ مختصر جماعت غلطی میں پہنچ کر قریش کے ارادوں سے آگاہ ہونے کو سٹھری۔ رجب کی پہلی تاریخ قریش کا ایک قافلہ طائف کی طرفت میوسے اور ادیم وغیرہ کے کر وہاں آ پہنچا۔ مسلمانوں کو گزر بن جابر الغزوی کے ہاتھوں اپنے مولیٰ لٹ جانے کا خیال کنٹنے کی طرح کٹک رہا تھا۔ اس قافلہ کو دیکھ کر جو ش انتقام میں اپنے نبی کا فرمان بھول کر اس پر حملہ کر دیا۔ سردار قافلہ عمرو بن الحضرمی کو تیرے مار کر اور عثمان بن عبد اللہ اور حکم بن کیسان کو میت کر کے مال و اسباب لوٹ کر مدینہ میں آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ یہ واقعہ سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تم کو لٹنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ چہلے اپنے پاس سے عمرو بن الحضرمی کا خون بہا اور کیا اور قیدیوں کو اپنے دو صحابیوں کے واپس آنے پر جو اس سریہ میں گم ہو گئے تھے چھوڑ دیا۔ کفار قریش اور یہود نے اس سریہ کے متعلق یوں بدنام کرنا شروع کیا کہ محمدؐ نے ماہ رجب میں جب کہ لڑائی حرام تھی جاتی تھی جنگ کی اجازت دی اور قافلہ لٹوا دیا۔ مسلمان اس لعنہ کو سن کر غمناک ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَيْسَ لَكُمْ مَلِكٌ عَنِ الشَّهِيدِ الْحَرَامِ قِتَالِ فِيهِ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (ترجمہ۔ آپ سے پوچھتے ہیں کہ شہر حرام میں لڑنا کیسا ہے آپ فرمادیجئے کہ شہر حرام میں لڑنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام (کعبہ شریف) سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا صحت پڑا گناہ

قافلہ لوٹنے کا
الزام محض
غلط ہے

ہے اور فتنہ (دین سے ہٹانا) اور شرک و کفر توڑنے سے بھی زیادہ گناہ ہے (سورہ بقرہ پارہ سیقول)

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے مسلمانوں پر اپنے منشا کے خلاف کارروائی کرنے پر نافرمانی کا اعلان ہی کرتے ہوئے اگر انصاف کیا جائے تو مسلمانوں نے کوئی زیادتی نہیں کی تھی۔ دو قوموں میں جبکہ جنگ کا اعلان ہو جاتا ہے اس وقت ہر فریق کو اپنے مفید مطلب کارروائی کرنے کا حق ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ایک طرف پشیدہ سستی بھی ہو چکی ہو مسلمانوں پر کیا کیا ظلم نہ ہوئے تھے یہاں تک کہ غاناں برباد ہو کر بالکل بے سروساں ہو گئے تھے اس پر طرہ یہ کہ بیچاروں کے مویشی بھی کا فوٹ لے گئے تھے اب اگر موقع پا کر انھوں نے بھی اپنے دشمن کے ایک قافلہ کو تباہ کر دیا تو کیا بجا کیا۔

کفار قریش اس واقعہ سے نہایت برازدختہ ہوئے اور بدلہ لینے کے منتظر تھے کہ اس

مابین میں ان کا ایک قافلہ شام کی طرف سے چالیس آدمیوں کے ساتھ بہت سا مال و اسباب لے ہوئے آ رہا تھا۔ ابوسنیان نے جو اس قافلہ کا سردار تھا اس خیال سے کہ مسلمان اس کو گھیر کر مال چھین

غزوہ بدر الکبر
۱۔ رمضان

نہ لیں عجلت کے ساتھ ایک قاصد کہ روانہ کیا کہ قریش جلد اس کی مدد کو نکلیں اور قافلہ کی حفاظت کریں جس وقت یہ خبر پہنچی ابوہبل نے جس کو آنحضرتؐ اور اسلام سے قلبی عداوت تھی ایسے موقع پر تمام کفار کہ کوبرا اٹھتے کر دیا کہ مسلمان ہمارے اس قافلہ کو بھی لوٹ لیں گے لہذا حیثیت مجموعی اس کے بچانے کو اور مسلمانوں کو فیت و نابود کرنے کو کہ آئندہ سے یہ خدشہ ہی اٹھائے تیار ہو کر کوچ کر دے جس وقت یہ متوجس خبر حضرت رسول خدا کو پہنچی آپ نے تمام اصحاب کے جن میں ۷۰۰ مہاجر اور ۳۰۰۰ انصار کل ۳۷۰۰ جو انفرادی طور سے کہ یہ حیثیت مجموعی کفار کے شروغ کرنے کے لئے کہہ کی طرف کوچ کیا۔ دونوں فوجیں اب اپنے اپنے مقام سے روانہ

۲۔ بدر عین نے اس موقع پر ہی وہ بیان کی کہ آنحضرتؐ ابوسنیان کے قافلہ کو لٹہنے لکے (میرے نوٹ برصغیر)

ہو میں لشکر قریش میں بسر کردگی ابو جہل قریب ایک ہزار کے خو خوار جنگ جو تھے جن میں مکہ کے تمام تجربہ کار جنگ آزمودہ سردار شامل تھے۔ سوار یہاں تک کہ اکثر پیادے بھی سوار زرہ پوش ہتھیاروں سے لیس تھے۔ سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے یہ سب ساز

(و بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) مگر کلام مجید میں یہ واقعہ اور ہی طرح بیان ہوا ہے پارہ ۹ سورہ انفال کی ابتدائی آیات میں ارشاد ہوتا ہے اَنَّا اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ مِّنْ بَيْنَتِكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّ قَوْمَ ثَقَلِيْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكَرُهُوْنَ كَاِبْرًا لِّكَ قَوْمِيْنَ ۝ زہرہ جس طرح میرے پروردگار نے تجھ کو تیرے گھر سے نکالا اور بنیک ایک گروہ اپنا والوں میں سے ناپسند کرنا تھا تجھ سے جگرتے تھے حتی بات پر کھلانے کے بعد بھی گویا گروہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ اس کو دیکھتے ہیں۔ اور جب تم سے اللہ وعدہ کرنا تھا دو گروہوں میں سے ایک کا کہ وہ بیشک تمہارے لئے ہے اور تم چاہتے تھے کہ بغیر شک و الگ گروہ تمہارے لئے ہو اور اللہ چاہتا تھا کچھ کوچ کرے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے، ان آیات کا صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابی انحضرتؐ اپنے گھر یعنی مدینہ ہی میں تھے اور وہاں سے کچھ بھی نہیں کیا تھا کہ آپس میں صحابہ کے اختلاف تھا بعض تو لڑنے کے لئے نکلتا پسند کرتے تھے اور بعض ناپسند کرتے تھے۔ جو لوگ لڑنے کے لئے نکلتا پسند نہیں کرتے تھے اسکی وجہ یہ بیان ہوئی کہ ”گویا وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ اپنے مارے جانے کو دیکھتے ہیں“، ادنی تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسنیان کا قافلہ جو شام سے آتا تھا اس میں صرف تیس چالیس آدمی تھے ان سے لڑنے کے لئے کچھ کرنے میں اور اس کے لڑنے میں ایسی کوئی خوف کی بات نہ تھی بلکہ یہ خوف قریش مکہ کی اس فوج سے تھا جو انہوں نے فیزع علم کے بعد جمع کی تھی۔ اس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قبل اس کے کہ انحضرتؐ مدینہ سے کچھ فرائض قریش کے لڑنے کو نکل چکے تھے یا آگاہہ جنگ ہو چکے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آواگلی جنگ کے بعد اور مدینہ سے کچھ کرنے کے قبل بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ نہ تم کے قافلہ کو لوٹ لینا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مورخین اور راویوں نے اس رائے کو جو بعض صحابہ نے دی تھی غلطی سے اس طرح پرستانہ کیا ہے کہ گویا پیغمبر خدا صلعم کا ارادہ قافلہ کے لوٹنے ہی کا تھا اور آواگلی جنگ مدینہ میں ہوئی تھی وہ قافلہ ہی کے لوٹنے کے لئے ہوئی تھی۔ زمانہ دراز کے بعد کسی واقعے کے بیان میں جو انو ابی چلا آتا ہو اس قسم کی غلطی کا واقع ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں مگر کلام مجید سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زبانی روایتیں غلط ہیں (و بقیہ نوٹ صفحہ آئندہ)

سامان اور پھر ایک ہی قبیلہ کے سب لڑنے مرنے چہری بند بھائی بند اور مقابلہ کس سے تین سو تیر
مظالموں سے جن کے پاس نہ سواری تھی نہ ساز و سامان۔ صرف تین گھوڑے سزاوٹ اور چو
زریں۔ اس طرح دونوں فوجیں بڑھی چلی آتی تھیں کہ راہ میں ابو جہل کے پاس ابو سفیان کا
بھیجا ہوا ایک قاصد پہنچا کہ قافلہ شام سمندر کے کنارے کنارے بخیر و عافیت مکہ پہنچ گیا۔ اب

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) بلکہ جو آواہ کی جنگ کی مدینہ میں ہوئی وہ بمقابلہ قریش مکہ کے ہوئی تھی نہ واسطے ٹوٹنے قافلہ کے
انہیں آیات میں دو گروہوں کا ذکر ہے ایک وہ جس کے ساتھ کچھ نشان و شوکت یعنی لڑائی کا سامان نہ تھا اس گروہ
سے وہ قافلہ مراد ہے جو شام سے آتا تھا اور جس کے ساتھ صرف تین چالیس آدمی تھے اور دوسرا گروہ قریش مکہ کا تھا
جس کے ساتھ بہت سا لشکر اور بہت کچھ نشان و شوکت تھی خدا نے فرمایا کہ ان دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ
تمہارے لئے ہے تم اس بے نشان و شوکت گروہ کو لینا چاہتے ہو مگر خدا چاہتا ہے کہ حق بات ہے یعنی دین اسلام
و ثواب ہو جائے اور کافروں کی بڑکت جائے پس اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ لڑنے کا حکم قریش مکہ کے
مقابلہ کے لئے تھا نہ اس قافلہ کے ٹوٹنے کے لئے بیان مذکور سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود قرآن مجید سے مندرجہ
ذیل امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ مدینہ ہی میں اور مدینہ سے کوچ کر نیچے پہلے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ قریش مکہ
لشکر کثیر کے ساتھ تنگ کے ارادہ سے نکلیں۔ دوسرے یہ کہ مدینہ ہی میں خدا نے حکم دیدیا تھا کہ قریش مکہ کے مقابلہ
میں لڑنے کو جاؤ اور جن صحابہ نے اس درمیان میں قافلہ ٹوٹنے کی رائے دی تھی خود خدا نے تعالیٰ نے مدینہ
میں اس کو نا منظور کیا تھا۔ جبکہ خود کلام مجید سے یہ امر ثابت ہو کہ آنحضرت نے دفع کفار کی غرض سے کچھ کیا تھا
تو کوئی روایت یا کوئی حدیث جو اس کے برخلاف ہو اور کسی کتاب میں مندرج ہو اور کسی نے روایت کی ہو قطلاً
اور قطلاً مرد ہے علقہ اس لئے کہ جو لوگ مسلمان نہیں اگر صرف تاریخانہ اصول پر نظر رکھیں تو یہی وہ سبب
کو تسلیم کر نیچے کہ زبانی روایتیں جو ایک زمانہ بعد تحریر میں آئیں قرآن مجید کے مقابلہ میں جب کہ ان دونوں میں اختلاف
ہو قابل قبول اور لائق وثوق نہیں ہو سکتیں۔ اب اگر ان روایتوں پر جو قرآن مجید کے برخلاف نہیں اعتبار کیا
جائے تو معلوم ہوتا ہے اور جو اوقات پیش آئے ان سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ سے جو لوگ لڑنے کو نکلے وہ
قریش مکہ کے مقابلہ میں ان کے حملہ کے دفع کرنے کے لئے نکلے تھے نہ قافلہ کے ٹوٹنے کے لئے۔ (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۰)

شکر قریش کو واپس آنا چاہئے مگر ابوہل جو اسلام کی بیخ کنی کی غرض سے نکلا تھا یہ پیغام
شکر کہنے کا جذبات کی قسم ایسا ہرگز نہ ہو گا جب تک ہم بدریں پہنچ کر قیام نہ کریں اور بن دن
تک رنگ رلیاں نہ منائیں تاکہ قبائل عرب میں ہماری دھماک بیٹھ جائے۔ ابوصغیان اس
آماجگی کی کیفیت سن کر خود بھی جھٹ پٹ مکہ سے روانہ ہوا اور شکر میں شامل ہو گیا۔

آنحضرت صابریں اور انصار کو ساتھ لئے ہوئے منزلیں طے کرتے ہوئے آ رہے تھے کہ

(بیتہ نٹ منہ گرڈشتہ) سیرت ہشامی ص ۳۳ میں کہا ہے کہ آنحضرت نے مدینہ سے مکہ کے طرف کوچ کیا۔ اس سے
واقع ہوتا ہے کہ یہ کوچ قریش مکہ کے مقابلہ میں تھا نہ شام کے قافلہ پر کیونکہ وہ قافلہ شام سے آتا تھا جو مدینہ سے جانب
شمال واقع ہے اور کہ جانب جنوب اور شام سے قافلہ کے مکہ میں آنے کا راستہ مدینہ سے جانب غرب پڑتا ہے۔ پس اگر
قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کیا جاتا تو مدینہ سے غرب کے جانب کا راستہ اختیار کیا جاتا نہ جنوب کا۔ اب یہ کہ آنحضرت
نے کیوں کوچ کیا مدینہ ہی میں کیوں نہ ٹھہرے رہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک لائق شخص جس کو خدا نے
معاملات جنگ کے سمجھنے کی لیاقت دی ہے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر حملہ آور قریش مدینہ کے دیواروں تک پہنچ جانے
تو ان کا روکنا اور ان کے حملہ کو دفع کرنا ناممکن تھا۔ مہاجرین کو دہان گئے ہوئے پورے دو برس بھی نہیں ہوئے
تھے۔ مدینہ کے جن لوگوں نے ان کو پناہ دی تھی اور دل و جان سے مہاجرین کے مددگار تھے اور جو انصار کھلتے تھے

ان کی تعداد بھی بمقابلہ آبادی مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے کچھ زیادہ نہ تھی۔ پس جب اہل مدینہ یہ حالت
دیکھتے کہ ان لوگوں کے سبب مدینہ پر کیا آفت آئی ہے اور غنیمت نے اُس کو گھیر لیا ہے تو ان سب کی حالت بالکل
بدل جاتی اور حملہ آوروں کا حملہ دفع کرنا غیر ممکن ہو جاتا اور اس لئے ضرور تھا کہ مدینہ سے آگے بڑھ کر ان کا مقابلہ

کیا جائے اور جو کچھ خدا کو کرنا منظور ہو وہ مدینہ سے باہر ہو جائے۔ اسلئے آنحضرت نے قریش کے مقابلہ کے لئے باہر نکلنا اور
اور آگے بڑھ کر روکنا ضرور سمجھا تھا۔ (تفسیر القرآن سید احمد خاں سورہ انفال) سید صاحب نے غزوات اور سرائی کو نہایت خوب
اور متین کے ساتھ سورہ انفال کی تفسیر میں بھی کر دیا ہے اور ذیل کے ماخذ سے کام لیا ہے ابن ہشام۔ کمال ابن اثیر
مواہب لدنی۔ قتلائی۔ ابن خلدون۔ ابوالفضل۔ مصلح الاطلاع۔ سیرت ابن اسحق۔ و آندیہ شکر یا قوت حموی۔

فتوح البلدان تاریخ یاضی۔ سیرت الحمد رکعت علی۔ یحییٰ البلدان۔ تہذیب المعاد۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ابن اسحاق۔ کتاب میں یہ
کئی تحریر اور ان ماخذوں کو پیش نظر رہا ہے۔

دُخْران کے مقام پر معلوم ہوا کہ قافلہ شام کے صبح و سالم پہنچ جانے پر بھی قریش مکہ مقابلہ کے واسطے بڑے پلے آتے ہیں۔ اپنے اپنے اصحاب استمراجاً دریافت فرمایا کہ اب کیا ارادہ ہے گردہ مہاجرین سے حضرت مقداد بن عمرو نے فوراً عرض کیا یا رسول اللہ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں کہ اپنے اولوالعزم بنی حضرت موسیٰ سے کہنے لگے ”تجس آپ اور آپ کا خدا دونوں لڑنے کو جائیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں“ بلکہ ہمارا یہ قول ہے کہ دشمنانِ دین کے مقابلہ میں ہم آپ کے ساتھ اپنی جانیں لڑانے کو حاضر ہیں آپ جہاں چلیں ہم سایہ کے طرح ساتھ ہیں۔ حضرت رسول خدا اپنے بہادر جانا بزمہاجر کا کلام سُکر سُکر اسے اور پھر وہی سوال کیا کیونکہ آپ کا روئے سخن انصار کی طرف تھا جو پہلے پہل مدینہ سے نکلے تھے چونکہ بیت العقبہ میں انصار نے آنحضرتؐ کی یہ عہد کیا تھا کہ جب آپ ہمارے شہر میں آئینگے تو مثل اپنے اہل و عیال کے ہم آپ کی حمایت کریں گے اس وجہ سے خیال ہو سکتا تھا کہ کیا عجب صرف مدینہ ہی میں نہ کہ مدینہ کے باہر اس عہد کی پابندی لازم سمجھی جائے۔ غرض کہ اس مکرر سوال کو سُکر انصار کے رجز شناس سرگروہ حضرت سعد بن معاذ نے جوش میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں آپ کی تصدیق کی ہے آپ کے عہد کو چلے ہیں۔ ہم ہر جگہ آپ کی اطاعت اور حمایت کے واسطے حاضر ہیں اُس خدا کی قسم جس نے آپ کو نبی بنایا ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں بیجانا پائیں ہم میں سے کسی کو نہیں جو فوراً پھانسی پڑے۔ ہم اپنے قول کے دشمن ہیں اور ہیں امید ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں حق تعالیٰ ہماری جاننا دیاں آپ کو دکھا کر آپ کو تاد و آباد اور ہمیں سرخرو کرے گا۔ حضرت رسول خدا یہ تقریر سُکر مسرور ہوئے اور فرمایا چلے چلو برکتِ الحق شامل حال ہے۔ تمہاری ہی فتح ہے۔ بخدا میں گویا دشمن کے قاتل کو دیکھ رہا ہوں۔

رمضان المبارک کی سترہویں شب کو آنحضرتؐ بدر کے مقام پر پہنچے اور یہ معلوم کر کے کہ قریش کی فوج بہت قریب نہی ہوئی ہے۔ آپ وچیں ٹھہر گئے۔ مسلمانوں کو ایک منہ

لَهٗ اِذْ هَبْ اَنْتَ وَرَبَّكَ فَفُتَّا لَنَا اِنَّا هَاهُنَا قَاعِلٌ وُنْ

سے زائد گھر سے نکلے ہو چکا تھا۔ منزلوں کے مارے تھکے ماندے گرد آلود ہو رہے تھے۔ راہ میں پانی کی سخت تکلیف آٹھائی تھی بدریں پھنک کر یہ خیال تھا کہ یہاں کے کنوئیں اور چشمے سے خوب سیراب ہونگے اور سارا کسل دفع ہو جائے گا۔ مگر یہاں اویسی معاملہ نظر آیا۔ لشکر قریش نے پیشتر سے پہونچکر ایک عمدہ جگہ پر قیام کر کے پانی پر قبضہ کر لیا تھا اب کیا ہو سکتا تھا سخت پریشانی ہوئی پیٹے تک کو پانی نہ رہا تھا ہاں اب شمشیر ضرور پاس تھا وہ بھی دشمنوں کے نصیب کا تھا۔ ایسی مصیبت میں بعض مسلمانوں کو یہ دوسوہ پیدا ہوا کہ ہم کو فتح کی بشارت دی گئی ہے اور حال یہ ہے کہ ہمارا قیام ایسے ریگستان میں ہے جہاں زانو تک پاؤں الگ دھسے جاتے ہیں چلنا پھرنا دشوار اور طرہ یہ کہ پیٹے تک کو پانی نہیں بے موت مرنے کا سامنا ہم مکملوں کے سامنے ہے خدا ہی ہے جو فتح ہو۔ جو ہی یہ ہمت ہارنے والا دوسوہ پیدا ہوا اب گرم گھرا یا بارانِ رحمت نازل ہونے لگا مسلمانوں نے سیر ہو کر پانی پیا نہادھو کر پاک صاف ہو گئے۔ بدن ہلکا ہو گیا دل قوی ہو گیا۔ ہمت بڑھ گئی اور عین موقع پر اس غیبی تائید سے فتح کی بشارت کا پورا یقین ہو گیا۔

صبح کو دونوں فوجوں میں تیاری ہونے لگی اور ہر آنحضرتؐ نے صفوں کو ترتیب دیکر فرمایا کہ ہر ایک کفار پیش دستی نہ کریں اپنی جگہ پر خاموش کھڑے رہنا۔ اور ہر لشکر قریش آراستہ ہو کر نہایت شان و شوکت اور کبر و نخوت کے ساتھ مستعد ہو گیا۔ سب سے پہلے عقبہ ابن ربیعہ اپنے بھائی شعیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان میں آیا اور مبارک طلب کیے۔ صابغی بقول گرد و انصار سے تین جانباز مقابلہ کو بڑے مگر متکبر عقبہ نے چلا کر کہا کہ اے محمد (صلعم) ہم مدینہ کے ان کسانوں پر کیا ہاتھ اٹھائیں اگر بھیجا ہے تو ہمارے برابر کے ذاتی بجائیوں کو بھیج آنحضرتؐ یہ سنکر حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلبؓ لے کر تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے وَ يُزِيلُ عَنْكَ مِنَ السَّيْءِ مَا يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكَ بِهِ وَيَذْهَبَ عَنْكَ دُجْرُ الشَّيْطَانِ وَ اِيْرَ بِطَعْنِ قُلُوبِكُمْ وَ يَتَبَيَّنَ بِهٖ اَلَا قُلْ اَمْرُ سَوْءٍ اَنْفَلَّ بِاَمْرٍ

اُدھر مسلمانوں کے دل اس غیبی امداد سے قوی ہو گئے۔ ہمیں بڑھکیں اور جوش
 خروش کے ساتھ کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ گروہ انصار سے دو بھائی معاؤذ اور معوذہ جان پر کھیل کر
 ابو جہل کی طرف پکے نہایت سخت لڑائی ہونے لگی۔ معاؤذ نے کمال دلیری سے ابو جہل پر
 ایسی تلوار ماری کہ اس کی ساق الگ ہو گئی۔ یہ دیکھ کر عکرمہ ابن ابی جہل نے معاؤذ کے شانہ
 پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ ہاتھ بیکار ہو کر ٹٹک پڑا۔ اپنے زخمی ہاتھ اپنے پاؤں سے دبا کر الگ
 پھینک دیا اور نہایت بیگبری سے اسی طرح لڑتے رہے یہاں تک کہ آپ کے دوسرے
 بھائی معوذہ نے ابو جہل کا کام تمام کر دیا۔ لشکر قریش میں اب ابری بڑ گئی چیدہ چیدہ سردار
 سب قتل ہو گئے تھے اب ان کے پریش دہو اس درست نہ تھے۔ بے تحاشا ٹوک دم بھاگے
 مسلمانوں نے بڑھکر جس کو پایا قید کر لیا۔ اس لڑائی میں قریش کا سارا کبر و نخوت خاک
 میں مل گیا۔ شامت اعمال سے ان کے سر سردار مارے گئے جن میں سے کئی سردار قریش
 حضرت علی مرتضیٰ کے زور ید اللہی سے قتل ہوئے۔ اور اسی طرح شتر گھار قید ہو گئے اور بہت
 کچھ مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس وقت تک عرب میں یہ دستور تھا کہ قیدی جان
 نہایت بیدردی سے قتل کئے جاتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اس خو غوار طریقہ کو بدل کر حکم دیا کہ
 خبردار اب ان بیدست و پا قیدیوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔ عمار بن اور انصاف
 نے اس حکم کی جان و دل سے تعمیل کی اور قیدیوں کو ایسے آرام سے رکھا کہ سر و یم میر جتا
 بیسے متعجب عیسائی لکھتے ہیں: ”محمد صلیم کے حسب ایما انصار اور عمار بن نے قیدیوں کو
 ۱۵ اشارہ ہے اس آیت کی طرف وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِمْ قُلُوبُكُمْ وَمَا الْقَوْلُ إِلَّا
 مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورہ انفال پارہ ۱) حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ نگاہ میں ایسی
 تندرہ تیز ہوا چلی کہ اس سے پہلے چلی نہ تھی چودہ بارہ اور سہ بارہ ویسے ہی تندرہ تھکے پلے (درج ابنوت جلد دوم صفحہ ۳۹)
 ۱۵ صرف دو شخصوں کو جنہوں نے اسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا سزا سے موت دی گئی ایک
 ان میں سے نصر بن مہث و دوسرا عتبہ بن ابی معیط ۱۷

اپنے پاس رکھا اور ان کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آئے ان میں سے ایک قیدی بعد کو کتا
 تھا کہ خدا مدینہ والوں کا بھلا کرے ان جو انمردوں نے ہمیں نوا کر کیا اور آپ پیدل چلے ہیں
 گیسوں کی روٹی کھائی اور آپ خالی خرے کھا کر سو رہے۔ (لائف آف محمد جلد سوم صفحہ ۱۲۰)
 میں دن تک آنحضرتؐ نے بد میں قیام فرمایا مسلمانوں میں کچھ مہاجر اور اٹھ انصار رشید ہوئے
 ان کو دفن کیا اور کشتگان قریش کو جن میں ابوہلہ - عقبہ - حشیشہ اور ابوسفیان کا بیٹا حنظلہ
 وغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ اس خیال سے کہ ان کی لاشیں طمع زراغ و زغنہوں گدھے کھدوا کر
 خاک میں چھپا دیا۔ میرے دن آنحضرتؐ نے میدان بدر سے کوچ فرمایا اور وادی صفراء میں پہونچ کر
 مال غنیمت برابر برابر تقسیم کر دیا۔ سورہ انفال جس میں غنیمت کی تقسیم کے احکام درج ہیں آئے
 بعد نازل ہوئی۔ بعد ازاں قیدیوں کی نسبت اپنے صحابہ سے مشورہ کیا حضرت عمرؓ اور حضرت
 سعد بن معاذؓ کی یہ رائے ہوئی کہ سب قتل کر دیے جائیں تاکہ قریش کا زور ٹوٹ جائے
 مگر حضرت ابو بکرؓ نے یہ رائے دی کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے جس سے دوفائدہ متصور ہیں
 اول یہ کہ کیا عجب یہ لوگ غناو سے باز آکر دین حق قبول کر لیں دوسرے یہ کہ زرفدیہ جو کچھ
 وصول ہوگا اس سے مسلمان ماجرندوں کی تنگ دستی دور نہ جائیگی۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابو بکرؓ
 کی رائے کو پسند فرمایا اور فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے قرار پائی پھر وہاں سے کوچ فرما کر مدینہ
 کو روانہ ہوئے۔ جس وقت آپؐ کی تشریف آوری اور اس خدا داد کامیابی کی خبر یہود مدینہ کو
 پہونچی آتش حسد سے جل گئے اور جوش عداوت سے علانیہ فساد برآباد ہو گئے۔ یہود بنی قینقل
 آنحضرتؐ کی غیبت میں ایک مسلمان کو گھیر کر رشید کر ڈالا تھا جس نے
 ایک یہودی کو ایک مسلمان عورت کی سر باز آبروریزی کے
 عوض میں لیش میں آکر حملہ کر کے مار ڈالا تھا اور اس وجہ سے مسلمانوں
 اور یہودیوں میں نزاع قائم ہو گئی تھی۔ جس وقت حضرت رسول خدا بدر سے واپس تشریف لائے
 حضرت عمرؓ نے اپنے اہل سے اپنے اموں ماس بن ہشام کو قتل کیا تھا۔

غزوہ بنی قینقل
 سوال نمبر ۱۳

یہودی قبیلے سے جن سے امن کا معاہدہ ہو چکا تھا اس واقعہ کی باز پرس کی۔ بنی قینقل نے بجا اس کے کلابنی زیادتی پر نادم ہوں نہایت شورہ نشی سے جواب دیا کہ اے محمد صلعم ہیدان کی کامیابی پر نہ بھولنا جس وقت ہم سے مقابلہ پڑے گا معلوم ہو جائے گا یہ کمکر ان لوگوں نے وہ عہد نامہ جو سابق میں تحریر ہو چکا تھا واپس بھیج دیا۔ اور علانیہ معاہدہ تو کر کر امن و امان میں غل ادا کر کے کرنے کو آمادہ ہو گئے۔ آنحضرت نے یہ حال دیکھ کر شوال سٹہ میں ان فساد کو لے کے حملہ کا محاصرہ کر لیا مگر قبل اس کے کہ لڑائی شروع ہو بطور اتمام حجت ان پر اسلام پیش کیا گیا۔ بنی قینقل کی اب آنکھیں کھلیں سمجھے کہ واقعہ بدر کی طرح ہمارا بھی مثل کتان کے تار تار الگ ہو جائیگا اس لئے صلح پر آمادہ ہو گئے۔ عبداللہ ابن ابی منافق نے بیچ میں پڑ کر اس بات پر صلح کرادی کہ امن و امان کے ساتھ اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو لے کر مدینہ سے نکل جائیں۔ صرف ان کے ہتھیار اور زمینیں ضبطی میں آجائیں۔ اس طرح شہر مدینہ ان فسادوں سے پاک ہو گیا اور یہ لوگ خیبر میں آباد ہو گئے۔

لے تاریخ کامل ابن ایشر جلد ثانی صفحہ ۵۵ مطبوعہ مصر ۱۲

سٹہ اس مابین میں دو واقعہ پیش آئے جن کو علامہ تھلائی نے سریوں میں داخل کیا ہے حالانکہ ان میں آنحضرت نے کسی کو کہیں بھیجا تھا۔ عمر بن عدی نے جو آنکھوں سے معذرت سے از خود ایک عورت عصمانیت مردان یہودیہ کو جو ان کی رشتہ دار تھی اور مسلمانوں کی چوہیں اٹھا کر کھاتی تھی غصہ میں آکر ایک رات کو مار ڈالا۔ سبط سالم بن عیمر نے ایک بڑے یہودی ابی علقہ کو جو مسلمانوں کو بہت ستایا کرتا قاتل کر دیا۔ ان واقعات کو محض اس خیال سے کہ دو کا فر مارے گئے سریہ میں داخل کرنا غلطی ہے بالفرض اگر پہلے واقعہ کی خبر بعد کو آنحضرت تک پہنچی مگر اس پر کچھ مواخذہ نہ ہوا جس کے کچھ سبب ہو گئے تو بھی اس کو سریہ نہیں کہہ سکتے۔ ہوا جب مدینہ میں پہلے واقعہ کے نسبت سریہ ہونے سے صاف انکار لکھا ہے اور دوسرے واقعہ کا ذکر و تہۃ الایجاب اور معارج النبوت میں سریوں کے عنوان سے کہیں پایا نہیں جاتا۔ (مدارج النبوت صفحہ ۱۴۲ و ۱۴۳ جلد دوم و تفسیر

غزوہ السویق ذی الحجہ ۲

آنحضرتؐ یہود مدینہ کا شرذبہ فراہم کر رہے تھے۔ یہودیوں نے اپنے ہاتھوں سے کئی لوگوں کو قتل کیا تھا۔ اب وہیل وغیرہ سردارانِ قریش کے قتل ہو جانے سے ان کے
 والوں کا یہی سردار مقرر ہوا۔ اس نے شہر میں منادی کر دی کہ اپنے اپنے مقتولوں پر کوئی روئے
 پیٹے نہیں کیونکہ آنسوؤں سے ہو کر کم ہو جائیگی اور بدلہ لینے کے خیال میں وہ جوش نہ رہے گا۔
 یہ سخت حکم دے کر اس نے قسم کھائی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں تب تک ساری
 زیب و زینت اور عیش و عشرت مجھ پر حرام ہے۔ بعد ازاں قیسرے ہی مہینے دو سو سواروں کو
 لیکر دفعتاً مدینہ پر چڑھ دوڑا اور شہر سے تین میل پر عریض کے مقام پر پہونچ کر باغوں کو جلا دیا اور
 ایک مسلمان انصاری اور اس کے ایک حلیف کو جو مکہ کا رہنے والا تھا قتل کر ڈالا۔ یہ سنا کر آنحضرتؐ
 فوراً دو سو مجاہدین اور انصار کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے مگر ابوسفیان اپنی جماعت کو پہلے ہی
 لے کر فرار ہو گیا اور راستہ میں ستو کے بورے جو یہ لوگ ساتھ لے کر چلے تھے بوجھ ہٹا کر نیکی
 غرض سے چھینک دیئے اور سب کے سب ہتھاشاکہ بھاگ گئے۔ اس واقعہ کا نام غزوہ السویق
 یعنی ستوالی لڑائی رکھا گیا۔ مسلمانوں کی یہ کامیابیاں قبائل عرب کی آنکھوں میں چا رہیں
 نورِ اسلام سے منور نہیں ہوتی تھیں کھٹکنے لگیں ان میں سے ہر ایک اب اس بات پر آمادہ
 ہوا کہ اسلام کا زور کسی طرح گھٹ جائے۔ سب سے پہلے یہودیوں نے
 ایکاکر کے ایک جماعت کیلئے کے ساتھ تاخت و تاراج کرنا چاہا۔ آنحضرتؐ
 مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر مقام قرقرۃ الکد پر پہونچے تین دن
 قیام فرمایا مگر کسی بے مقابلہ نہیں ہوا اور بنی سلیم مرعوب ہو کر متفرق ہو گئے۔ بعد ازاں نواح
 نجد کے موضع ذی امر میں بنی ثعلبہ نے متفق ہو کر حوالی مدینہ کے ٹوٹنے
 کا ارادہ کیا اور دعوثر بن عارض کو جو ایک مشہور جنگ آزماعہ اپنا
 سردار مقرر کیا۔ آنحضرتؐ کو جس وقت یہ خبر پہونچی ساڑھے چار سو

غزوہ قرقرۃ الکد محرم ۳

غزوہ ذی امر بیح الاول ۳

مسلمانوں کو سامنے کر کے صبح الاول کو ان کا شرفِ کعبہ کو منہ کر کے ہونے کو قبل اس کے کہ جنگ شروع ہو وہ لوگ مسلمانوں کی جماعت خوف زدہ ہو کر متفرق ہو گئے اور ہزاروں پر ہتاک گئے۔ اتفاقاً اس دن بانی برس گیا لوگوں کے کپڑے بھیگ گئے۔ آنحضرتؐ بھی ایک ایک درخت کے نیچے ٹھہر کر اپنے کپڑے سوکنے کے واسطے پھیلا دئے بنی ثعلبہ ہزار پرست مسلمانوں کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے آنحضرتؐ کو درخت کے نیچے تنہا آرام کرتے دیکھ کر اپنے سردار و عتورؓ نے کہا کہ ایسی حالت میں آپ کا کام تمام کر دینا مشکل نہیں۔ دعتور فوراً روانہ ہوا اور ایک آپ کے پاس پہنچ گیا مگر آپ جاگ پڑے۔ دشمن نے یہ دیکھ کر تلوار سنت لی اور چلا آیا۔ اے محمد صلعم اب کون ہے جو اس وقت میری خون آشام تلوار سے تجھے بچائے؟ ہر حال میں خدا ہی پر بھروسہ کرنے والے سردار انبیاء نے فوراً بے جھجک جواب دیا: اللہ میرا بچانے والا ہے۔ اس ذکرِ علی کی ضرب دعتور پر ایسی پڑی کہ آدھروہ مرعوب ہو گیا اور ادھر آپ نے لپک کر اسکی تلوار چھین لی اور فرمایا: ”کیوں! تجھے اب کون بچائے والا ہے؟“ دعتور نے حسرت مندی کے لہجہ میں کہا: ”افسوس کوئی نہیں“ بنی کریم نے یہ سن کر تلوار اُس کے آگے پھینک دی اور اڑنا شروع فرمایا۔ مجھ سے رحم کرنا سیکھ، دعتور آپ کی شجاعت اور جوانمردی سے ایسا متاثر ہوا کہ فوراً صدق دل سے کلمہ طیبہ زبان پر لایا اور مرتے دم آپ ہی کا کلمہ پڑھتا رہا۔

نور کا ایلیا

الغرض گیارہ دن کے بعد لشکر اسلام کے ساتھ آپ بخیر و عافیت مدینہ منورہ تشریف لائے۔ یہاں محمد بن مسلمہ انصاری نے اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ صبح الاول کو کعب بن اشرفؓ یہودی کو اس کے گھر پر جا کر قتل کر دیا تھا۔ مقتول یہودیوں کا ایک مشورہ شاعر تھا۔ آنحضرتؐ اور مسلمانوں کی شان میں جو یہ اشعار لکھ کر سخت ایذا دیا کرتا تھا اور کفار کو انھیں سے مقابلہ کرنے کے واسطے براہِ گنجہ کیا کرتا تھا۔ جنگ بدر کے بعد معاہدہ کے خلاف یہ شخص خود کر گیا اور مقتولان قریش کے پردہ و مرثیہ لکھ کر ان کے جوش انتقام کو اور بڑھا دیا۔ آج کل کسی ایسے بات کا تعینہ کہ ایسی حالت میں کعب بن اشرفؓ دشمنوں سے سازش (بیتروٹ) برصغیر (ایٹلیا)

کعب بن اشرف

مشہور سپیکر کے کچھ سے جو اثر ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ اس زبان میں شعرا کے کلام کا اثر ہوتا تھا۔ جنگ جو قبائل عرب پر یہ سحر بیان غنیمت کا جادو ڈالتے تھے ان کے اشعار جنگ و جدل کے قرنائے لڑائی کی آگ ان کی آتش نیا نیوں سے بھڑک اٹھتی تھی اور پھر اُس کا بجھنا فصل ہو جاتا تھا۔

غزوہ اُحد - سوال

قریش مکہ جنگ بدر کے بعد ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں سے اپنا بدلہ لین قیدیان بدر کا جس وقت فدیہ ادا ہو گیا اور یہ لوگ مکہ آ پہنچے سرداران قریش نے ایک سخت حملہ کی کیلیاری کر دی اور عمرو بن العاص اور ابو غری شاعر کو قبائل عرب کے پاس بھیجا کہ سب مل کر مدینہ پر حملہ کریں اور اسلام کا نام و نشان مٹا دیں۔ اس طرح تین ہزار آدمیوں کی فوج مرنے مارنے پر تیار ہو گئی جس میں سات سو آہن پوش جنگ جو تھے۔ ابوسیان جس کو آنحضرتؐ سخت عداوت تھی اس غوغاوار لشکر کا سردار مقرر ہوا اور اُس کی عورت ہندہ جس کا باپ عتبہ جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا انتقام کے جوش میں قریشی عورتوں کے پندہ کجساہہ لیبار کر کے لشکر کے ساتھ ہو گئی کہ میدان جنگ میں کشتہ گان بدر پر نوحہ پڑھ کر لوٹنے والوں کو جوش اور غیرت دلائے اور ساتھ ہی قریش کے بڑے بت ہبل کو اونٹ پر رکھ لیا تاکہ دینی حرارت سے جنگ کی آگ اور بھڑک اٹھے مگر سے جس وقت یہ طوفان بلا آٹھا حضرت عباسؓ نے فوراً ایک قاصد آنحضرتؐ کے پاس روانہ کیا۔ آپ نے یہ وحشت انگیز خبر سن کر فرمایا جَبَبْنَا اللہَ وَنَعَمَ الْوُكَيْلُ اور صحابہ سے مشورہ کیا۔ ایک فریق کی یہ رائے ہوئی کہ چونکہ لشکر قریش کی قیادت بہت زیادہ ہے اس لئے عورتوں اور بچوں کو قلعہ مدینہ میں

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) رکھنا تھا اور مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا تھا اس کا تعلق بظاہر ان اصولوں کے جو انتقام جنگ اور دشمنوں کے باسوسوں اور تباہیوں سے ملتا ہے رکھتے ہیں واجب تھا یا نادب آٹھ لوگوں کے تعین پر چڑھتے ہیں جو اصول جنگ سے واقف ہیں (تغیر رسید سورہ انفال صفحہ ۱۲۷)

ایک جا کر دیں اور خود مستعدی اور دلیری سے شہر کی حفاظت کریں اور میرے بابر نہ تھا
مگر حضرت حمزہ اور سعد بن عبادہ اور گردہ انصار کے وہ لوگ جو جنگ بدر میں حاضر نہ ہو سکے
تھے کہنے لگے کہ اگر ہم مدینہ ہی میں رہے تو دشمن ہم کو بزدل سمجھیں گے اور ان کی بہت بڑی جنگ
جنگ بدر میں ہماری جماعت کس قدر کم تھی مگر بفضلہ میدان ہمارے ہی ہاتھ رہا۔ اب ہم یہ
پیشہ کے قوی ہیں کس بات کا خوف کریں۔ ان لوگوں نے اس قدر اصرار کیا اور ایسی پرچوا
تقریریں کیں کہ آخر نکلنا ہی پڑا۔ کفار تیزی سے بڑھے آ رہے تھے جس وقت انکا لشکر عین
میں جو تبکن نجد میں مدینہ کے مقابل ایک پہاڑ ہے پہنچا آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا بعد نماز
جمعہ شہر سے کچھ کیا۔ تو ڈیڑھ دو روز تشریف لے گئے تھے کہ عبداللہ ابی منافق نے عین موقع
پر دعا دی اور اپنے تین سو رفیقوں کو لشکر اسلام سے الگ کر لیا اور شہر واپس آیا۔ آنحضرتؐ
کے ساتھ اب صرف سات سو جانباز مجاہد و انصار رہ گئے جنہوں نے تین ہزار کا فوجوں کے
مقابلے میں کوہ احد کے دای میں شام کے وقت ڈیرے ڈال دیئے۔ مہنت کے دن نماز فجر
کے بعد آنحضرتؐ نے لشکر اسلام اس طور پر آراستہ کیا کہ کوہ احد پشت پر تھا اور جبل عین
جانب چپ۔ چونکہ جبل عین میں ایک درہ تھا اس لئے آنحضرتؐ نے اس خیال سے کہ کہیں
دشمن کے سوار اس طرف سے گھس کر پشت لشکر پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔ عبداللہ بن جبیر کو بچا
تیر اندازوں کے ساتھ ورہ کی حفاظت پر مقرر کیا اور تاکید کر دی کہ کسی حالت میں ہار
اپنی جگہ سے جنبش نہ کریں۔

لشکر قریش میں سے سب سے پہلے ابو عامر راہب اپنی جماعت کو لے کر میدان میں
آیا۔ شخص مدینہ کا رہنے والا قبیلہ آؤس سے تھا اور بہت پار سا سمجھا جاتا تھا مدینہ میں
جب آنحضرتؐ تشریف لائے اور قبیلہ آؤس کے لوگ جو جو مسلمان ہونے لگے یہی
اسلام لایا مگر بعد کو مرتد ہو کر نکمہ بھاگ گیا اور قریش سے ملکر ہر وقت ان کو مدینہ پر حملہ
کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ جس وقت انصار مدینہ مجھے میدان جنگ

میں دیکھیں گے، آنحضرتؐ کا ساتھ چھوڑ کر میری طرف لوٹ آئیں گے۔ الغرض ابو عامر سے پہلے میدان میں نکلا اور مدینہ والوں کو پکارا کہ میں ابو عامر ہوں محمد صلعم کا ساتھ چھوڑو اور مجھ سے لجاؤ صادق القول و فاشعار انصار نے ایک دہاں ہو کر اس کو اس کی بد اعمالیوں پر تہرا بھلا کرنا شروع کیا اور حملہ کرنے پر مستعد ہو گئے۔ ابو عامر کی جماعت نے قریشی غلاموں کے ساتھ تیر و پیر کا بیٹھ برسانا شروع کیا مگر مسلمانوں نے نہایت دلیری سے ان کو تھوڑی ہی دیر میں پس پا کر دیا۔ ابو عامر اور اس کی جماعت بھاگ نکلی اور ان کے پیچھے مسلمانوں نے یورش کر دی حضرت زبیر بن العوامؓ نے اپنی صف سے ٹھکڑا کمال بے جاگری سے خالد بن ولیدؓ کے گروہ پر حملہ کیا اور اپنے شیرازہ حلوں سے کفار کی صفوں کو درہم برہم کر کے خالد کو پس پا کر دیا۔ یہ سال دیکھ کر ابو سقیان ایک نہر سواروں کے جھڑپ میں نکلا اور مسلمانوں پر تیر برسانا شروع کئے۔ قریش کی عورتیں دف بجا بجا کر پرجوش اشعار پڑھنے لگیں اور لڑائی کی آگ کو تیز کر دیا۔ کفار حلوں پر حملہ کرتے تھے مگر بہادران اسلام قدم جا رہے اور اس شدت سے کافروں پر تیر چلائے اور ایسے نشانے اڑائے کہ ان کے رخ پھر گئے۔ علم بردار قریش طلحہ ابن ابی طلحہ جو ایک شہور جنگ جو تھا اپنی قوم کو پس پا ہوتے دیکھ کر مارسیاہ کی طرح پیچ و تاب کھاتا ہوا نکلا اور میدان میں آگے بڑھ کر چلایا کہ اے محمد صلعم تمہارا گمان ہے کہ تمہاری تلواریں ہم کو جہنم میں بھیجتی ہیں اور ہمارا تینیں تم کو بہشت میں پہنچاتی ہیں۔ اچھا جس کو بہشت میں جانے کا شوق ہو میرے سامنے آئے۔ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰؓ اس کا یہ رجز نکر فوراً مقابلہ کو نکلے اور اپنے دلیرانہ حلوں سے اس کو ہار کر دیا۔ قریش کا علم سرنگوں ہو گیا مگر مقتول کے قبیلہ بنی عبدالدار کے نو آدمی دلیری کے ساتھ یکے بعد دیگرے علم کو اٹھاتے ہی رہے اور سب کے سب بہادران اسلام کے حربوں سے طلحہ کے ساتھ جہنم پہنچ گئے۔ حضرت حمزہؓ نے مین موقع پر مسلمانوں کے ایک گروہ کو ساتھ فیکر ایک سخت حملہ کیا اور گھسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے اپنی تلوار بلند کر کے فرمایا کہ کون ہے جو یہ تلوار مجھ سے لے اور اس کا حق ادا کرے۔ جانا ز مصیبا

پہلے کہ اس تلوار کو لے کر حق جہاد ادا کریں مگر اپنے ابو وجاہہ الغضاری کو وہ تلوار عطا فرمائی۔
 ابو وجاہہ تلوار لے کر بیٹھے اور صف اعدا میں شیر کی طرح گھس گئے اور اپنے شجاعیت کے ایسے
 جوہر دکھائے کہ کسی کو سامنے آنے کی تاب نہ رہی۔ آپ صفوں کو چیرنے ہوئے پیار کے پاس
 پہنچ گئے جہاں ابو سفیان کی عورت ہند زناں قریش کے ساتھ دف بجایا کر لڑائی کی آگ
 تیز کر رہی تھی۔ اپنے چاہا کہ شعلہ جو الر ہند نبیؐ کے عقبہ کو آبِ شمشیر سے سرد کر دیں مگر یہ خیال
 کر کے کہ رسولؐ کی تلوار کو ایک عورت کے خون سے رنگین کرنا زیبا نہیں بلٹ پڑے۔ ابو وجاہہ
 کے ان شجاعانہ حملوں سے کفار دنگ ہو گئے مسلمانوں نے اب چاروں طرف سے هجوم کر لیا
 اور اس جوش و خروش سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے کہ ان کے قدم اٹھ گئے اور اپنا سارا مال
 اسباب چھوڑ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے تھوڑی دیر تک انکا تعاقب کیا۔ بعد ازاں بے فکری کے
 ساتھ مال غنیمت کے ٹوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ درہ عینین کے پاس تیر انداز بھی جن کو درہ
 کی مخالفت کا تاکید ہی حکم تھا کفار کو بھاگتے دیکھ کر مال غنیمت لوٹنے کو بلکے عبد اللہ بن جبیر
 ان کے سردار نے ہر چند روکا کہ ہم کو حکم نہیں کہ کسی حالت میں اپنی جگہ کو چھوڑیں مگر سوائے
 دو چار آدمیوں کے اور کسی نے خیال نہ کیا۔ خالد بن ولید جس نے اثنائے جنگ میں کئی مرتبہ
 جا بجا کفار کو درہ سے گڈر کر پشت لشکر پر حملہ کر سکا کمانداروں نے قریب پہنچنے نہ دیا تھا۔ درہ سے
 درہ کو خالی پا کر اپنے کنیچا سے نکلا اور عکرمہ ابن ابی جہل اور اس کے رفیقوں کی لپک بڑی
 جماعت کو اپنے ہمراہ لے کر جلدی سے درہ میں ٹھسک اور باقی ماندہ محافظین کو جنہوں نے مقابلہ
 سے آخر تک منہ نہ موڑا شہید کر کے مسلمانوں کی پشت پر ٹوٹ پڑا اور فوراً ایک سوار مفور
 ابو سفیان کی طرف روانہ کیا اس اثنائے عمرہ نبیؐ نے آفریں کفار کا علم اٹھالیا
 تھا خالد کو لڑتے دیکھ کر ان بلند کردیا لشکر قریش اپنے علم کو لہرا دیا دیکھ کر بلٹ پڑا۔ اہل اسلام
 جابجا پھیلے ہوئے تھے اور خوشی خوشی مال غنیمت لوٹ رہے تھے اب دو طرف سے بڑی
 طرح ٹھسک گئے اور اس ناگمانی آفت سے جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا ایسے گہرا گئے کہ کچھ

مہینوں درہست کر کے مقابلہ کرنا کیا معنی آپس ہی میں گتہ گئے اور دوست دشمن کی تفریق کی
حضرت انسید بن خضیر اور ابو ہریرہؓ خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے زخمی ہوئے اور یہاں حضرت
حدیثہ انصاری کے والد شہید ہو گئے۔ کافروں نے ہر طرف سے پے درپے حملے شروع کر دیے
اور مسلمانوں کو سینہ پہ کی ہمت نہ دی۔ حضرت حمزہؓ جن کی قریش پر ڈھاک میٹھی تھی غضبناک
ہو کر بڑے اور کافروں کے ایک گروہ کے سردار سباع بن عبدالعزیٰ پر حملہ کیا اور اس کو
قتل کر کے رجز پڑھتے ہوئے دوسری طرف حملہ کرنے کو پلٹے تھے کہ ناگاہ خیر بن مطعم کا غلام
عبثی جو برہمی پسینے میں بے مثل تھا اور جس سے ہندؤیت عقبہ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس کے
باپ کے قاتل یعنی حضرت حمزہؓ کو کسی طرح شہید کر ڈالے تو اس کو آزادی و لادامی جائیگی ایسے
موقع پر حضرت حمزہؓ کو غیظ و غضب میں اور خود رفتہ دیکھ کر ایک پتھر کی آڑ میں چھپ رہا وہیں
وقت آپ اس کے قریب سے گزرنے لگے عبثی نے اپنے کمین گاہ سے نکل کر اس طرح آپ پر کیا کہ
برہمی پسینے کی کہ زیر ناف پار ہو گئی آپ اس کی طرف پلے مگر زخم کاری تھا قاتل بھاگا اور آپ
فرش خاک پر آ رہے اور روح مبارک پر واز کر گئی عبثی اب قریب آیا اور تلخیر چاک کر کے
مگر نکال کر ہندؤ وچ ابو سنیان کو دیا جس نے نہایت خونخواری سے اس کو دانوں سے
چبا کر پسینک دیا اور اپنا سارا زہور انعام کے طور پر عبثی کو اتار دیا۔

جا بنا زوں میں ایک بہادر قانون تسمیہ نیت کعب بھی تھیں۔ انہوں نے جب آنحضرت پر کافروں کا هجوم دیکھا اپنی مشک جس سے اثنائے جنگ میں مسلمانوں کو پانی پلا رہی تھیں سپیک دی اور ڈھال تلوار لیکر کافروں کو دفع کرنے لگیں یہاں تک کہ تیر و زخم کھائے مگر منافقے منہ نہ موڑا۔ علم بردار اسلام حضرت مصعب بن عمیر اب تک سلامی جنداً اُٹھائے ہوئے کافروں سے لڑ رہے تھے کہ یکایک ابن قتیہ نے ایسی تلوار ماری کہ آپ کا دامن ہاتھ الگ ہو گیا۔ آپ نے فوراً علم کو دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ ابن قتیہ نے دوسرے ہاتھ کو بھی قلم کر دیا اور نیزہ مار کر علم بردار اسلام کو گرادیا۔ آپ نے اس خیال سے کہ مسلمان اپنے علم کو مجیدہ میں بچھل کر میدان چھوڑ نہ دیں چلا کر کہا کہ ”محمد صرف خدا کے رسول ہیں اگر آپ شید ہی ہو جائیں تب بھی دین خدا مٹ نہیں سکتا۔ بھاگنے والے آپ ہی نقصان آٹھائیکے دین کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا“

الغرض ایک ایک صحابی رفاقت اور جو انفرادی کا پورا حق ادا کر کے خدا کے سامنے سرخرو ہو کر پہنچا یہاں تک کہ صرف چوتھے صحابی نصف مہاجر اور نصف انصاری اپنے رسول کے گرو مخالفت کرتے ہوئے باقی رہ گئے۔ کافروں کے ناز و دم دستے آپ کی طرف بڑھتے تھے مگر یہ سچے جان نثار جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عاصم کی بے نظیر تیر اندازی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت ابو بکر کے شجاعانہ طعنے حضرت ابو بکر اور حضرت سعد بن معاذ کی محافظانہ کوششیں اور حضرت طلحہ کی قابل یاد جان نثاری اور پامردی غرض کہ ان میں سے ہر ایک نے آخر تک مخالفت میں جان لٹا دی یہاں تک کہ سب کے سب مجموع ہو گئے اور کفار بالکل قریب آ گئے۔ مالک بن زہیر نے تاک کر ایک

۱۴ عن قتالی ارشاد فرماتا ہے وَمَا تَحْمِلُ إِلَّا رَسُوْلًا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ يُشِيْئُ

(سورہ آل عمران پارہ ۲)

۱۵ مہاجرین میں ابو بکر رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن بن عوف۔ زبیر بن العوام۔ سعد بن وقاص، طلحہ، ابو بکر رضی اللہ عنہ، ابو جراح اور انصاری ابو بکر رضی اللہ عنہ، عاصم، انس بن حنیف، جابر بن النضر، سہیل، سعد بن معاذ، عمار رضی اللہ عنہ، حمزہ رضی اللہ عنہ

تیرا حضرت پر چلایا مگر ملائے نے جلدی سے اپنا ہاتھ آنحضرت کے سامنے پھر کر دیا اور زیرِ مٹو کی انگلی میں چند کرہ گیا۔ کافروں نے اب قریب آکر حضرت رسول خدا پر تہر جانا شروع کئے۔ ان میں سے ابن قیس نے ایک پتھر اس زور سے مارا کہ مثنائی مبارک پر لگ کر ٹوٹ گیا۔ خود کے ہاتھ گھس گئے اور چہرہ انور خون سے تر ہو گیا۔ ساتھ ہی عبداللہ ابن شہاب نے ایک پتھر سے آپ کی کتبی زخمی کر دی اور عقبہ بن ابی وقاص نے چہرہ مبارک پر ایک پتھر ایسا مارا کہ نیچے کے چار دانت نکلے ہو گئے اور خون جاری ہو گیا۔ حضرت رسول خدا اپنی چادر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے وہ قوم کیونکر فلاح پائیگی جو اپنے پیغمبر کے ساتھ ایسا معاملہ کرے حالانکہ وہ انہیں خدا کی طرف بلاتا ہے پھر درگاہ الہی میں ہاتھ اٹھا کر عرض کرنے لگے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ قَاتِلُوْهُمْ لَا يَكْفُرُوْنَ (اے اللہ میری قوم کو بخند سے یہ جانتے نہیں ہیں) اللہ اللہ یہ عجب عفو و کرم ہے کہ اپنے خون کے پیاسوں کو بد دعا دینا کیا معنی درگاہ الحکم الحاکمین میں اُٹنے ان کی طرف سے معذرت کر رہے ہیں سبحان اللہ یہ کسکی شان ہے بس اسی کی جس کو درگاہ ارحم الراحمین سے ”رؤف الرحیم“ کا لقب ملا ہے۔ روحی فداک یا رسول اللہ الغرض جس وقت آپ تپتے ہوئے مجروح ہو گئے ابن مہیہ نے بڑھکر ایک تلوار ماری فداے نبی حضرت مٹو نے جن کا سارا بدن زخموں سے چور تھا پر اپنے ہاتھ پر وار روک لیا جس کے صدمہ سے ہاتھ بالکل بیکار ہو گیا۔ دوبارہ آتش مٹو نے پھر آنحضرت کی کمر پر وار کیا۔ چونکہ آپ اس دن دوزخ میں پہنچے ہوئے تھے۔ تلوار نے جسم مبارک پر کچھ اثر نہ کیا مگر زخموں کے بجاری بوجھ ضربے شیشہ کے صدمہ اور زخموں سے بکثرت خون بہ جانے کے سبب آپ جکڑ کر کشت زبیں سے لے حضرت مٹو کے اس دن اتنی زخمی تھے جس وقت کافروں نے آپ کو دو تلواں ماریں آپ غش کھا کر گریختے حضرت ابو بکر نے جلدی سے ان کے منہ پر بانی چڑھا جس وقت حضرت مٹو کو ہوش آیا پوچھا کہ آنحضرت کا کیا حال ہے۔ حضرت ابو بکر نے کہا پیغمبریں اور مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے حضرت مٹو نے کہا الحمد للہ جو مصیبت اس خوشخبری کے بعد ہو وہ مجھ پر آسان ہے ۱۳

ایک گڑھے میں جا رہے۔ آپ قیصر نے سمجھا کہ اس کا دارکاری بڑگیا ملا کر پکارا الا ان
 محمد اقد قتل۔ اہل اسلام اپنے رسول کے شہادت کی خبر سنکر بدحواس ہو گئے۔ ایک
 گروہ میدان سے ہٹ کر حیران پریشان پہاڑیوں میں چھپ رہا۔ دوسرے گروہ نے اس غم
 میں بے تابانہ کافروں پر حملہ کر دیا اور لڑ بھڑ کر شہرت شہادت نوش کر لیا۔ تیسرا گروہ میدان سے
 بھاگ نکلا اور مدینہ میں جا کر دم لیا۔ جس وقت یہ لوگ شہر پہنچے اور رسول خدا کی شہادت
 کی خبر کی زنانہ بنی ہاشم روتی پیتی حضرت فاطمہ کے ہمراہ میدان آمد کو چلیں۔ ساتھ ہی
 حضرت انس بن نضر انصاری نے خبر شہادت سنکر ایک چیخ ماری اور کہا یہ کیسے
 ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ زندہ رہیں اور رسول اللہ شہید ہو جائیں یہ کبکرا اپنے تلوار لی اور سید
 میدان آمد کی طرف پلکے اور پہنچتے ہی کافروں کے بیچ میں گس گئے اور سخت لڑائی کے
 بعد شہید ہو گئے۔ یحییٰ بن زکریا روایت ہے کہ آپ کے جسم پر کچھ اور اسی زخم لگے تھے اس طرح کہ اچکا
 تبتہ مردوں میں معلوم نہ ہوتا تھا۔ آپ کی بہن نے ایک تل سے جو ان کے انگلی پر تھا بچا نا
 اس طرح نوجوان حضرت خطلہ بن ابوعامر راہب جن کا اسی شب نکاح ہوا تھا خبر شہادت
 سنتے ہی مدینہ سے بے تابانہ آمد کی طرف دوڑے اور کافروں کو مارتے گراتے ہوئے اوسنیہ
 تک پہنچ گئے اور قریب تھا کہ اس کو فنا کر دیں مگر ہر طرف دشمنوں نے گھیر لیا اور آخر زخموں سے
 چور چور کر کے شہید کر ڈالا۔ الغرض جس وقت حضرت رسول خدا سخت مجروح ہو کر گڑھے
 میں جا رہے حضرت طلحہ جلدی سے آپ کو آغوش میں لیکر حضرت علی کی مدد سے اوپر لائے
 حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے خود کے حلیے جو پیشانی مبارک میں گس گئے تھے اپنے دھڑ
 سے پکڑ کر کھینچ لئے جس سے ان کے سامنے کے دونوں دانت ٹوٹ گئے اس نے ان کا
 لعب اتھم پڑ گیا۔ باقی ماندہ صحابہ جو اوپر آدھر حیران و پریشان تھے یا پتھروں کی آٹھ میں
 حضرت عثمان انھیں مغز میں سے گھونٹتے تھا تو اللہ عزوجل فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قُوْا لَوْ اَنَّکُمْ
 وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پارہ ۴ آل عمران)

چھپے ہوئے تھے اپنے رسول کو زندہ دیکھ کر دوڑے اور آپ کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ ایسی حالت میں جبکہ میدان دشمنوں کے ہاتھ تھا اور آپ اور آپ کے ہمراہی سخت مجروح تھے ابو العزم رسولؐ نے کمال استقلال، دراندیشی اور فن جنگ کی اعلیٰ قابلیت سے اپنے جانبا ز رفیقوں کو ساتھ لے کر جبل احد کی ایک محفوظ گھاٹی کے طرف رخ کیا تاکہ دشمنوں کی کھلی زد سے بچکر ہوشیاری کے ساتھ تحفظانہ کوشش کی جائے۔ ابوسفیان نے جس وقت اس جماعت کو پہاڑ کی طرف جاتے دیکھا اپنے گروہ کو ساتھ لیکر جا ہا کہ دوسری طرف سے چڑھکر راستہ روک دے مگر کچھ پیش رفت نہ گئی۔ حضرت رسولؐ خدا مومنین کو ساتھ لے ہوئے گھاٹی میں پہونچکے۔ لشکر قریش نے جس وقت میدان خالی دیکھا خوشیاں منانے لگے ہند زوجہ ابوسفیان اپنے ساتھ کی عورتوں کو ہمراہ لیکر متعل میں آئی اور کمال برجی سے سید شہدا حضرت حمزہؓ اور تمام شہیدوں کو بستنٹنائے خلفہ بن ابوعامر راہبؓ مثلاً کر کے ان کے مگر اور ناک اور کان وغیرہ کے ہار بنا کر پہن لے اور سب گانے بجانے لگیں۔ ابوسفیان کو اگرچہ اپنے خونخوار ارادوں میں بہت کچھ کامیابی حاصل ہو گئی تھی لیکن شجاعان اسلام کی دلاوری اور جاں بازی کا سکھ اس کے دل پر ایسا بیجہ گیا تھا کہ نہ یہ مہمت بندھی کہ مدینہ پر حملہ کرے اور نہ یہ جرات ہوئی کہ اپنی فوج کو لیکر آنحضرتؐ اور آپ کے تہوڑے سے رفقا کو جو پہاڑ پر پہاڑ کی طرح جم گئے تھے جنبش دے سکے اس کو یہ خوف تھا کہ اب اگر کچھ اور پیش قدمی کی گئی تو یہ زخم خوردہ شیر طیش میں آکر ٹکڑے اڑا دیں گے۔ اس لئے اپنی اسقدر کامیابی کو غنیمت سمجھ کر کوچ کا حکم دے دیا۔ آنحضرتؐ کو خیال گذرا کہ شاید لشکر قریش مدینہ پر حملہ نہ کرے اس لئے حضرت علیؓ مرتضیٰ کو چند صحابہ کے ساتھ روانہ فرمایا تاکہ ان کے ارادہ سے آگاہ کریں جب یہ معلوم ہو گیا کہ قریش اپنے گھروں کو جا رہے ہیں حضرت رسولؐ خدا شہدا کو دفن کرنے لگے۔

سے پہاڑ سے نیچے اترے۔ جس وقت آپ نے حضرت حمزہؓ اور تمام شہدا کی لاشوں کے ساتھ
 اس جہیز میں اور درنگی کو جو بڑی دیکھی وادی ہند اور اُس کی رفیتوں نے کی تھی دیکھا
 غم اور غصے قیام ہو گئے اور بے قابو ہو کر فرمایا: واللہ اب آئندہ ہیرم اور قسطنطنیہ
 قریش کے ساتھ ایسا ہی بڑا ہو گیا جائیگا، مگر معاویہؓ اُٹھی رحمۃ للعالمین رسول کو منسوب
 کرنے کو نازل ہوئی: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوِقِبْتُمْ
 بِهِ وَلَا لَیْنُ صَبْرُوْكُمْ لَعُوْخًا لِلصَّابِرِیْنَ ۝ (یعنی اور اگر تم کو ستایا تو تم ہی اسطرح
 ان کو ستاؤ اور اگر تم صبر کرو پس یہ صبر کرنے والوں کے واسطے بہت اچھا ہے۔ پارہ ۱۲
 سورہ غل) اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ نے اپنے بیٹا اب دل کو سنبھالا اور فرمایا ہند
 میں صبر کرو گھا اور اپنے ارادہ سے درگزر اور پھر ستر مرتبہ حضرت حمزہؓ کے واسطے استغفار پڑھا
 اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اُس وقت سے مثلاً کرنے کی خوشخوار رسم بالکل موقوف کر دی
 گئی۔

اس جنگ میں ستر صحابہ و اور فاقہ اور شجاعت و دیکر شہید ہو گئے اور کافروں
 کی طرف قریب تیس آدمیوں کے مارے گئے۔ لشکر قریش اگرچہ میدان اُحد سے اُسی دن
 کوچ کر گیا تھا مگر دوسرے ہی دن راہ میں ٹھہر گیا اور عکرمہ ابن ابی جہل اور ابوسفیان وغیرہم
 کی یہ رائے ہوئی کہ ایسی حالت میں جب کہ مسلمان سخت نقصان اٹھا چکے تھے مدینہ پر حملہ
 نہ کرنا سخت غلطی تھی۔ لیکن صفوان ابن امیہ نے یہ صلاح دی کہ ایا کرنے میں مدینہ کے
 تمام باشندے پیش میں آکر ایسا کر کے ہمارا مقابلہ کر بیٹھیں گے اس وقت بنی بنائی بات بگڑ جائی
 قریش اسی قیل و قال میں تھے کہ آدمہ آنحضرتؐ نے میدان اُحد سے پلٹ کر دوسرے
 پہاڑ پہنچے ہیں دستور تھا کہ اپنے قیدیوں کو فداء دیتے تھے اور دشمنوں کے مردوں کو نہایت بڑی قیمتوں پر
 تھے بنانیوں اور رومیوں اور ایرانیوں میں ایسی ہی بڑی لالچ تھی دین عیسوی نے اس خوشخوار رسم کی کچھ اصلاح
 نہ کی کیونکہ سولہویں صدی عیسوی تک تاریخوں سے ایسے ہولناک شلوں کا پتہ چلتا ہے (اسپرٹ آف اسلام پبلیکیشن)

ہی دن یک شب نہ کو مدینہ میں منادی کردی کہ بس وہی لوگ جو جنگِ اُمید میں کل جا رہے
شریک تھے میار ہو جائیں اور شکر قریش کا بچھا کریں تاکہ مشرکین کو معلوم ہو جائے کہ جو مدین
راہ خدا میں کسی طرح ہمت نہیں ہارتے۔

غزوہ حمار الاسد بدر شوال ۳؎

باد جو دیکھ صحابہ سخت مجروح اور شکستہ تھے اور اپنے زخموں کی
مرہم بچی کر رہے تھے مگر اپنے اولوالعزم رسول کا جس کا جسم اطہر
خود زخموں سے چورتھا زمانِ سنکروہ علاج چھوڑ چھاڑ کر دل و
جان سے مسلح ہو کر حاضر ہوئے اور کفار کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اس وقت کا سماں تاریخ
عالم میں سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ ایک خستہ حال جماعت راہِ خدا میں عجب شان سے
جاری ہے۔ بدن زخموں سے چور چور دل پر اپنے پیاروں کی دائمی مفارقت کا داغ
کیلج میں ناسور ہے۔ مگر اللہ رے ذوقِ شوقِ محبتِ ایمان کے نشہ میں چور سر تسلیم خم دل
محضوں پر نشانِ طاعتِ خدا و رسول نقش کا بحر دیکھنے میں بے تاب و توانِ زار و نزار
مگر حقیقت میں چاق چوبند ہشاش بشاش یہ کیوں؟ جذبِ صادق رنگ لایا ہے۔ توت
روحانی اپنا کرشمہ دکھا رہی ہے خواہ کیسی ہی حالت کیوں نہ ہو جائے مگر سہ

رشتہ در گردنم انگنہ دوست

می کشد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

مدینے سے آٹھ میل تک یہ دین حق کے شیدائی اپنے سچے پیغمبر کے ہمراہ بڑے چلے گئے اور مقام
حمار الاسد میں قیام کیا۔ شکر قریش میں جس وقت یہ خبر پہنچی ابوسنیان اور اس کے ساتھی
کے سردار سخت تیر ہو گئے پھر جس وقت شجاعانِ اسلام کی کھل کی بہادرانہ جنگ کا خیال
مجسم ہو کر آنکھوں کے سامنے بھرنے لگا سب کے سب مرعوب ہو گئے اور آغز میں یہ سمجھ کر کہ
تھناے بہرِ سر پر نہ آ پونجی خائف ہو گئے اور فوراً مکہ کی طرف چل دیے۔ صرف دو کافر
ایک وہی ابوغری شاعر جس کو آنحضرتؐ نے اس شرط پر جنگِ بدر کے بعد قید سے رہا کر دیا

تھا کہ اب آئندہ قریش کو نہ آجھارے مگر ان سے پھر دفاع کی اور دوسرا معاویہ بن المغیرہ گرفتار ہو گئے۔ ابو غری شاعر اپنے کینفر کردار کو پونچا اور معاویہ حضرت عثمان کی سفارش سے اس شرط پر رہا کیا گیا کہ تین دن کے اندر مدینہ سے چلا جائے ورنہ قتل کیا جائے گا۔ مگر وہ ہل سیدنا راہ بھول کر مدینہ میں پھر چھپ رہا آخر مسلمانوں نے اس کا پتہ لگا کر اس کی بد اعمالیوں کا نتیجہ دکھا دیا۔

سریہ الرجب صفر ۳۸ھ

لشکر قریش جس وقت مکہ پونچا سینان بن خالد ہذلی اپنی عجمت کو ساتھ لیکر جنگ اُمد کی کامیابی پر مبارک باد دینے کے لئے مکہ آیا یہاں پونچکر اُس نے سنا کہ سلامۃ بنت سعد نے جس کے کئی عزیز جنگ اُمد میں مارے گئے تھے یہ ہشت تار دیا ہے کہ جو کوئی اس کے بیٹے کے قاتلوں خاص کر حضرت عاصم بن ثابت انصاری کا سر کاٹ لائے گا سترہ نغیس اونٹ انعام پائے گا۔ سینان کو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح اس انعام کو حاصل کرے چنانچہ اُس نے گھر سے پونچکر قوم عضل اور قازہ کے سات بد معاشوں کو یہ پٹی پہنا کر مدینہ بھیجا کہ آنحضرت کے سامنے یہ انکار کریں کہ ہماری قوم میں لوگ اسلام کی طرف رجوع ہو گئے ہیں لہذا چند صحابیوں کو تعلیم اور اشاعت دین کی غرض سے ہمراہ کر دیجئے۔ مدینہ پونچکر ان لوگوں نے آنحضرت کے سامنے اپنا اسلام ظاہر کیا اور حضرت عاصم کے گھر آئے اور اُن کو اپنی بیٹی بیٹی باتوں سے ساتھ چلنے کے واسطے آمادہ کر کے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے پچھ صحابیوں کو جن کے سردار حضرت حاتم مقرر ہوئے ساتھ کر دیا۔ جس وقت یہ جماعت حجاز کے کنارہ ایک چشمہ کے پاس جس کا نام تہج تھا پونجی۔ بد معاشوں میں سے ایک شخص چپکے سے سینان کے پاس پونچا جس نے دُوسرا آدمی لے کر یکایک ان صحابیوں کو گھیر لیا اور چاہا کہ سب کو زندہ گرفتار کر کے مکہ لجائے مگر شیران کو زندہ پکڑ لینا آسان نہ تھا۔ حضرت عاصم اور آدھے ساتھی حق کی حمایت میں آغز جنگ لڑتے رہے اور دُشمن جماعت دیکر رشید ہو گئے۔ ~~خون آپس کے درمیان حق کی حمایت میں آگیا~~

ہوتے رہے اور وہ شجاعت و کوشش نہ کر گئے۔ صرف آپ کے دو ساتھی قبیث بن عدی اور
 اور زید بن دثنہ زخمی ہو کر گرفتار ہو گئے۔ سقیان ان دونوں کو لیکر مکہ پہنچا اور قریش کے
 ہاتھ بیچ دلا۔ جنہوں نے نہایت برہمی سے ان کو اسی قسم کی اذیتیں دیں جس طرح آپسین کے
 عیسائی پندرہویں صدی عیسوی میں مسلمان رعایا کو اسلام پر قائم رہنے کی وجہ سے "انگورشن"
 یعنی محکمہ تغذیہ میں دیا کرتے تھے چالیس جلاؤ نیزہ لے کر اس صلیب کے گرد جہاں یہ دونوں
 ثابت قدم بزرگ لٹکانے لگے تھے پھونچے اور اپنے نیزوں کی آبی سے چرکے دنیا شروع کئے
 ایک کاٹنے اُس حالت میں حضرت قبیث کی طرف مخاطب ہو کر کہا: کیوں اب تو تم یہی
 چاہتے ہو گے کہ تمہاری اس جگہ پر تمہارے پیغمبر ہوتے "عاشق کامل شہداء دین حضرت
 قبیث نے اس حملہ کی اذیت سے جو نیزہ کے زخم سے کہیں زیادہ تکلیف دہ تھا تپ کر جواب دیا
 "اگر مجھے میرے اہل و عیال اور عیش و عشرت کے سامان اس شرط پر ملیں کہ اُس پیغمبر
 برحق کے جسم نازک پر ایک کانٹا چبھو دیا جائے مجھے کسی طرح گوارا نہ ہوگا۔"

سریہ پرمعونہ صفر ۳۳ھ

انہیں ایام میں جبکہ سرہ الربیع کے اصحاب شہید ہو رہے
 تھے بنی عامر اور عہد بنی سلیم کے ایک کنوئیں پر جس کو نیزہ معونہ
 کہتے ہیں ایسا ہی پردرد واقعہ گذر رہا تھا۔ ابوہریرہ عامر اگرچہ
 مسلمان نہیں ہوا تھا مگر مذہب اسلام کو ناپسند بھی نہیں کرتا تھا۔ آنحضرت کی خدمت بابرکت
 میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کچھ صحابی اسلام کا غلط کرنے کو نجد کی طرف روانہ کریں تو
 غالباً وہاں کے باشندے مسلمان ہو جائیں گے۔ آنحضرت نے قبائل عرب کی جنگ جو طبیعت کا اندازہ
 لے کر فرمایا کہ اہل نجد سے اندیشہ ہے کہ وہ داعیوں سے اچھا سلوک نہ کریں گے۔ ابوہریرہ نے اس
 خیال سے کہ اس کا بیٹا عامر بن طفیل نجد کا دالی ہے عرض کیا کہ داعیوں کی مخالفت کا میں فریاد
 ہوں یہ سنکر آنحضرت نے چالیس شب زندہ دار صحابی جو قرآن کے قاری اور نہایت جادہ و فاضل

تھے تو حید کی منادی کرنے کو ساتھ کر دیئے۔ بیرمعوہ پر یہ لوگ ٹھہرے اور والی نجد کے نام
آنحضرت کا ہدایت نامہ روانہ کیا مگر حاکم نے بے گناہ قاصد کو قتل کر ڈالا اور یکایک ایک بڑی
جماعت کے ساتھ بیرمعوہ پر چڑھ دیا اور سب مسلمانوں کو گھیر کر شید کر ڈالا صرف عمرو بن
امیہ الضمری اور ایک اور شخص جو مردوں میں پڑے ہوئے تھے بچ گئے اور زندہ مدینہ واپس
آئے۔ رجیع اور بیرمعوہ کے حادثوں کی خبر ایک ہی شب کو آنحضرت کو پہونچی۔ آپ نہایت
منہم ہونے۔ نمازیں ان شیدوں کے واسطے دعا کی اور ظالم قاتلوں پر نفریں لگی جن کا حشر یہ
ہوا کہ والی نجد بہت جلد طاعون میں مبتلا ہو کر مر گیا اور اصحاب رجیع کے قاتل سفیان بن خالد
ہذلی کو اس کی دغا بازی کے عوض میں عبداللہ بن دینس الفزاری نے قتل کر ڈالا۔

غزوہ بنی نضیر بیچ الا و لستہم

بیرمعوہ سے عمرو بن امیہ الضمری نے جس وقت مدینہ کا رخ کیا راستہ
میں دو شخص قبیلہ بنی عامر کے جن سے آنحضرت عہد قتلے۔ چونکہ
واقعہ بیرمعوہ بنی عامر کی سر زمین میں گذر رہا تھا عمرو کو خیال گذر کر نشانہ
یہ لوگ بھی برادران دین کے قاتلوں میں ہونگے اس لئے جوش انتقام میں ان دونوں کو
جبکہ وہ سو رہے تھے قتل کر ڈالا۔ اور مدینہ پہنچ کر آنحضرت سے یہ حال بیان کیا۔ صورت واقعہ
اگرچہ صاف تھی پھر بھی آنحضرت نے فرمایا کہ میں ان دونوں مقتولوں کا خون بہا ادا کرونگا
چونکہ یہودی بنی نضیر اور آنحضرت کے درمیان معاہدہ تھا اور بنی نضیر اور بنی عامر آپس میں
علیف تھے اس لئے آنحضرت نے دیت ادا کرنے میں بنی نضیر سے مدد چاہی اور خود بنفس
نفس اپنے چند اصحاب کبار کو ساتھ لے کر ان کے محلہ میں تشریف لیگئے اور ایک دیوار کے
نیچے جا بیٹھے۔ انہوں نے آپس میں چیلچال کی کہ ایسی حالت میں کہ آپ کے ساز و سامان ہیں
لے سفیان نے واقعہ رجیع کے بعد اپنی قوم کو جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا یہ سن کر عبداللہ بن امیہ الضمری
چپ کر اس کے پاس پہونچ گئے اور ”اھلب خذ عہ“ کے موافق اس کا سر کاٹ کر مدینہ میں لائے یہ واقعہ
سیرہ رجیع کے بعد کا ہے (مراجع البیروت جلد دوم صفحہ ۱۹۵) ۱۱

آپ کا غامہ کر دینا مشکل نہیں۔ چنانچہ یہ تجویز قرار پائی کہ عمر بن جاش ذیوار کے اوپر سے
ایک ایک ایک بڑا بھاری پتھر آپ پر ڈھکیل دے۔ بنی نصیر اپنی دست میں پورا بندوبست
کر چکے تھے مگر

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

حافظ حقیقی نے اپنے رسول برحق کو اس مملکت سے آگاہ کر دیا۔ آپ نے ذر نبوت سے ان کے تیور
پہچان لئے اور فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ چلے آئے۔ جبکہ بنی نصیر کی یہ دغا بازی محقق
ہو گئی اور ساتھ ہی یہ پتہ بھی چل گیا کہ جنگ اُحد کے بعد ان لوگوں نے ابوسنیان سردار
قریش کے ساتھ علف کیا ہے۔ آنحضرت نے ایسے دغا بازوں سے جنہوں نے معاہدہ کے خلاف
کارروائی کی تھی کہلا بھیجا کہ اب یہی بہتر ہے کہ تم لوگ مدینہ چلے جاؤ۔ بنی نصیر چلے گئے
ہوئے مگر بعد کو عبداللہ بن ابی منافق کے بھڑکانے سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ آنحضرت نے
مجبور ہو کر ربیع الاول ۶ھ میں ان پر چڑھائی کی۔ بنی نصیر قلعہ بند ہو گئے اور آپ نے ان کا
محاصرہ کر لیا۔ آخر پندرہ دن کے بعد یہ امر قرار پایا کہ یہ لوگ مدینہ چلے جائیں اور محسن
ہتھیاروں کے جس قدر مال و اسباب ان کے اونٹ اٹھا سکیں لیجائیں۔ چنانچہ انہوں نے
چھتو اونٹوں پر اپنا اسباب لادا اور اپنے مکانات کو خود توڑ دیا اور غیر میں جا کر آباد ہو گئے۔
اب تک غریب لوگوں میں ہمارے ہمان نوازا انصاریوں کے گھر نہیں تھے اور وہی ان کے
انفیل تھے۔ جس وقت بنی نصیر کی اراضی خالی ہو گئی، آنحضرت نے انصاریوں سے فرمایا۔
مولے گروہ انصار اگر تم چاہو تو بنی نصیر کا مال و اسباب آپس میں تقسیم ہو جائے لیکن اگر تمہارا
اجازت ہو تو یہ مال و اسباب غانمان برباد ماجرین کو دیا جائے تاکہ وہ لوگ اپنے اپنے گھر بنا کر
اپنا بار آپ اٹھائیں اور تم سب کو دشمن ہو جاؤ، یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد
بن عبادہ انصاری کی طرف سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں ارضی

اور مال و اسباب اپنے بھائیوں کو جنہوں نے دین کی محبت میں غبت اختیار کی ہے بخوشی دینے کو راضی ہیں مگر اس کے ساتھ ہی پیشتر کی طرح ان کا بار بھی اٹھانے رہیں گے، تمام انصاریوں نے اپنے دونوں سرداروں کے کلام کی تائید کی حضرت رسول خدا ان عالی ہمت میناروں کی جو انفرادی سے نہایت مخمونا ہوئے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دیکھنا کہ انکی اومال و اسباب کو مہاجرین اور دو انصاریوں پر جو نہایت غیب تھے تقسیم کر دیا۔

غزوہ بدر الاخری ذیقعدہ ۳

ابوسفیان نے جنگ اُمہد سے پلٹتے وقت آنحضرت سے پکار کر کہا تھا کہ میں آئندہ سال مقام بدر پر تم لوگوں سے پھر لڑونگا اور سب کا فیصلہ کر دوں گا۔ اس وقت تو اس نے کامیابی کے جوش میں پیام جنگ دیدیا تھا مگر جب وعدہ قریب آیا آنکھیں کھل گئیں اور دل ہی دل میں ڈرنے لگا کہ کبیر جنگ بدر کا ایسا واقعہ پیش نہ آجائے عجیب کنکشن تھی نہ بھلتے ہی بن پڑتی تھی اور نہ ٹھہرتے۔ اس لئے اب یہ کارروائی تھی کہ ایک شخص نعیم بن مسعود کو سکھاڑھا کہ مدینہ پہنچا کہ مسلمانوں کی قریش کے ساز و سامان اور آمادگی سے ڈرا دے کہ وہ لڑائی کو نہ نکلیں تاکہ ہم کو یہ مشورہ کر دے کہ موقع ملے کہ مسلمانوں پر ہمارا رعب چھا گیا نعیم مدینہ پہنچا اور مسلمانوں کو بہت کچھ ڈرایا۔ مگر یہ خدا ہی پر مجبور نہ کرنے والے جو انفرادی اپنے اولوالعزم رسول کے ہمراہ ذیقعدہ ۳ کو حسب وعدہ ہجرت کرتے ہوئے بدر میں پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے ابوسفیان بھی قریش کی فوج لیکر روانہ ہوا لڑ رہا تھا ہی سے لوٹ گیا اور کہا کہ یہ سال قحط کا ہے اس لئے ٹھہرنا مناسب نہیں۔ آنحضرت نے ٹھون ٹھون تک بدر میں قیام فرمایا مسلمانوں نے خوب تجارت کی اور محسوس و خرم سب مدینہ واپس آئے۔

اسلام کی روز افزوں ترقی بہت پرست قبائل عرب سے دیکھی نہ گئی۔ ان میں سے ہر ایک نبی اپنی جگہ پر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہونے لگا۔ جس وقت یہ خبر آنحضرت کو معلوم ہوئی آپ نے محرم ۳ میں پہلے بنی عطفان کی طرف کوچ کیا جس وقت لشکر اسلام قریب

پہونچا بنی علفان بغیر اٹلے بھڑے متفرق ہو گئے اور آنحضرت صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس آئے بعد ازاں یہ خبر معلوم ہوئی کہ دوسرے الجندل میں جو مدینہ اور دمشق کے بیچ میں ایک قلعہ تھا وہاں کے لوگ لڑنے کے واسطے جمع ہوئے ہیں اس لئے ربیع الاول ۳۷ھ میں آپ نے آہستہ آہستہ کوچ کیا لیکن اٹھاؤ راہ میں یہ دریافت کر کے کہ وہ لشکر اسلام کی آمد کی خبر سن کر منتشر ہو گئے ہیں آپ مدینہ واپس آئے۔ پانچ مہینے کے بعد پھر آپ نے سنا کہ عمارت بن ابی ضرار سردار بنی المصطلق ایک بڑی جماعت کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کے واسطے آمادہ ہوا ہے آنحضرت صحابہ کے ساتھ اس کا شر دفع کرنے کے واسطے مدینہ سے روانہ ہوئے اور شعبان ۳۷ھ کو درسیع پر جو

غزوہ بنی المصطلق شعبان ۳۷ھ

جو قیدی کی طرف واقع ہے قیام فرمایا جس وقت دشمن کا لشکر سامنے آیا آپ نے اتمام محبت کے واسطے اعلان کر دیا کہ اب بھی اگر خدا وادب پر ایمان لا کر فتنہ و فساد سے باز آئیں ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کیا جائے گا مگر دشمنوں نے آشتی کے پیغام کو بے پروائی سے ٹال کر جنگ شروع کر دی۔ دلیران اسلام نے ایک ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور غور بنی ہی دیر میں میدان ماریا بنی المصطلق اپنا مال و سباب اور اہل و عیال چھوڑ کر بھاگے اور مسلمانوں نے ان پر قبضہ کر لیا۔ سردار قبیلہ عمارت بن ابی ضرار کی بیٹی بردہ جو قید ہو کر ثابت بن قیس کے حصہ میں پڑی وہ

آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ”یا رسول اللہ میں ایمان لائی ہوں۔ میں اس قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہوں مگر اب میرا شمار قیدیوں میں ہے۔ مجھے اتنی معذرت نہیں کہ اپنے واسطے گراں بہا آزادی حاصل کروں آپ ہی میری مدد کیجئے“ اس تقریر سے متاثر ہو کر آپ نے فوراً ثابت بن قیس کو روپیہ ادا کر کے بردہ کو آزادی دلائی اور خود نکاح کر لیا۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے بنی المصطلق کے تمام قیدی اس خیال سے کہ اب یہ لوگ ہمارے پیغمبر کی بیوی بھائی بند ہیں اس لئے ان کا قید رکھنا بے ادبی ہے آزاد کر دئے۔ یہ دیکھ کر بہت بنی المصطلق

۱۔ آنحضرت نے ان کا نام جو یہ رکھا۔ ان کا بھی شمار اہل امت میں ہے ۱۲

مسلمان ہو گئے اور بعد کو ان کے سردار عارث بن ابی ضرار نے بھی صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا۔

غزوہ خندق ذیقعدہ ۳

یہود بنی نضیر جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مدینہ سے نکل کر خبیر میں آباد تو ہو گئے مگر ہر دم اس بیچ و تاب میں تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو زک دیکر اپنا کلیہ ٹھنڈا کریں۔ وہ دیکھتے تھے کہ ایک طرف قریش اور دوسری طرف قبائل عرب نور اسلام کے بھائیوں کس طرح سرگرم ہیں کچھ پیش رفت نہیں جاتی اس لئے اگر کچھ ایسی تدبیر ہو کہ سب ملکر ایک ساتھ مدینہ پر حملہ کریں تو البتہ کامیابی ہو سکتی ہے۔ یہ سوچ کر یہود کے میں چنے ہوئے سردار ہبلہ مکہ پہنچے اور البوسینا کو جو خود موقع کا منتظر تھا لڑنے پر آمادہ کیا اور پھر قبائل عرب کے پاس گئے اور ان کو بھی براہیگنہ کر کے آپ بھی ملیار ہو گئے۔ اس طرح شورہ پشت قریش کینہ و ر سیود اور خو خوار قبائل عرب سب مل کر دہل ہزار کی زبردست جمیعت سے جو عربیہ ملک میں جہاں ایک طاقتور شخصی سلطنت کا نشان نہ تھا حیرت اور خوف کا باعث تھے مدینہ پر حملہ کرنے کو روانہ ہوئے جن وقت یہ گرجا ہوا بادل اُمنڈ آیا آنحضرتؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ سبہوں نے اپنی اپنی تجویزیں پیش کیں جہاں دیدہ حضرت سلمانؓ نے جو ملک فارس کے رہنے والے تھے عرض کیا کہ ہمارے ملک میں یہ دستور ہے کہ اگر دشمن کا ایک بڑا گروہ کسی شہر پر حملہ کرتا ہے تو تحفظ کے خیال سے شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں اور پھر اطمینان سے مقابلہ کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور خود بہ نفس نفیس صحابہ کے ساتھ شہر کے گرد خندق کھودنے کے چودن میں ایک گہری خندق کھود لی اور

۱۵ اس غزوہ میں عبداللہ ابن ابی سفیان بھی ساتھ تھا۔ یہ شخص اسلام کی عیب جوئی اور آنحضرتؐ کی آزار رسانی میں درپردہ کوشش کیا کرتا تھا۔ اس سفر میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی پر ہمت لگائی۔ یہ واقعہ سورہ نور پارہ ۱۸ میں درج ہے۔ ابن ابی کی جھوٹ کی قلمی جس وقت کلکائی مغزیوں پر مدھنڈن جاری ہوئی۔

تمام عورتوں اور بچوں کو شہر میں ایک محفوظ مقام پر یکجا کر کے ذلیقہ شہر کو متن ہزار آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کو نکلے دشمنوں کے گرد ہوں نے اب محاصرہ شروع کر دیا اور ہر طرف پھیل کر باہر آنے جانے کا راستہ مسدود کر کے جنگ شروع کر دی اور ساتھ ہی یہ کارروائی کی کہ یہودی بنی قریظہ کو جو مدینہ میں معاہدہ امن کے موافق رہتے تھے عہد شکنی پر آمادہ کر دیا۔ مسلمانوں نے اب تک محاصرہ کی سختی کو کمال استتلال سے برداشت کیا تھا اور نہایت دیر سے اپنے مورچے سنبھالے ہوئے تھے مگر گھر کے بھیدی یعنی یہودی بنی قریظہ کے ایسی خطرناک حالت میں دغا دے جانے سے گھبرا گئے۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے چند صحابہ کو حضرت سعد بن معاذؓ کے ہمراہ بنی قریظہ کے پاس بھیجا اور ان کو ان کا عہد یاد دلایا مگر ایسے طوفان ہلا میں جب کہ انہیں کشتی اسلام کے ڈوب جانے کا پورا یقین تھا کینہ و رسیو دینے نہ چاہا کہ ڈوبتے کو تنکے کا سارا بھی نصیب ہو اور اس لئے صاف جواب دیا کہ ”کیسا تمھیں رسول ہم کیوں اس کا کیا میں ہمارے اس کے درمیان کچھ عہد و پیمان نہیں ہے“ بنی قریظہ کی اس عہد شکنی نے ان منافقین پر جو اب تک مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے بہت برا اثر کیا انہوں نے براہ کنا شروع کیا کہ خدا و رسولؐ کا میانی کے وعدے تو بہت کچھ کے مگر اب معلوم ہوا کہ صرف دھوکا ہی دھوکا تھا یہ بات سن کر بعض مسلمان بھی جن کے دل کمزور تھے ہمت ہارنے لگے اور لشکر اسلام کو آفتوں نے ہر طرف گھیر لیا۔ اندر باہر اور پیچھے جان کے پیاسے دشمن تیز اور تھمر برس رہے اور پیچھے سے بغلی گھونٹے پڑ رہے ہیں اس پر طرہ یہ کہ کھانے پینے کی تنگی پیش پتھر بندے ہوئے زبان میں کانٹے پڑے ہوئے مگر ابوالقزم رسولؐ اور جانا بزار صحابہ عبر و ثبات توکل اور استقلال کی زندہ مثال بن گئے بیشک ”ہمت مرداں مدد خدا“

۱۲ ولیم میر لائٹ آف محمد جلد ثالث صفحہ ۲۵۹

۱۳ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَ اِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ اِلَّا غُرُورًا (سورہ اعراب پارہ ۲۱) ۱۲

آنحضرتؐ نے تین سو آدمی گھوڑوں کی مخالفت کے واسطے شہر میں بھیج دیے اور خود بہر نفس مناجرین اور انصار کے ساتھ مورچوں کو سنبھالنا شروع کیا۔ دشمن رات کو بھی شیخوں مارتے تھے اور جان توڑ کر کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح آنحضرتؐ کے خیمہ میں گھس آئیں مگر بہادر اسلام ان کو مار کر بچا دیتے تھے۔ پھر بھی کافروں کی یہ حالت تھی کہ ان کے تازہ دم دستہ کے دستہ نہ دن کو مقابلہ سے باز آتے تھے نہ رات کو۔ البوسفیان کا یہ حال تھا کہ اپنے چیدہ چیدہ سواروں کو لیکر دلیرانہ خندق میں اترتا تھا مگر مثل اُس موج کے جو سمندر میں تیزی سے اٹھکر زور شور سے کنارہ پر ٹکرا کر پھیل جاتی ہے پس پاسو کر داپس جاتا تھا۔ ایک دن قریش کا ایک نامی گرامی پہلوان عمرو بن عبدود جسے لوگ ہزار مردوں کے برابر سمجھتے تھے قریش کے سرداروں کو لیکر لڑا پھر مگر خندق بچاؤ آیا اور میدان میں آکر بکاڑا چل من مہیا دس کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرے۔ اس پہلوان کی دھاک کچھ ایسی بیٹھی تھی کہ لوگ دم بخود ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت علی مرتضیٰؓ آنحضرتؐ کے خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے آپؐ نے اپنی ذوالفقار عطا فرما کر مقابلہ کی اجازت دی۔ دونوں طرف سے لشکر اس معرکہ کو دیکھنے کے واسطے اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر گئے حضرت علیؓ نے تمام حجت کے واسطے پہلے اس کو اسلام کی تلقین کی مگر جب اُس نے نہ مانا آپؐ مقابلہ کو بڑے۔ ابن عبدود پیل مست کی طرح شیر خدا پر چھٹا۔ تور اور شجاعت کا مقابلہ شروع ہو گیا۔ گرد و غبار بلند ہوا۔ تماشا یوں کو کچھ نظر نہ آیا بس ایک لمحہ کے بعد دیکھا تو یہ دیکھا کہ حق سر بلند ہے اور باطل خاک و نول میں لوٹ رہا ہے۔

ابن عبدود کو قتل کر کے حضرت علی مرتضیٰؓ پہرے ہوئے شیر کی طرح دشمن پر چھٹ پڑے اور ان کو مارتے گراتے ہوئے خندق کے اس پار کر آئے۔ البوسفیان کی پھر میت نہ پڑی کہ خندق کے قریب آتا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

محاصرہ کو اب طول ہوتا جاتا تھا۔ دو مہینے سے زائد دیر ان اسلام صبر کی تلخی چک رہے تھے۔ آخر دعا بنوئی سے شیریں پھل کھانے کا وقت آگیا۔ دشمن حملہ کرتے کرتے عاجز آگئے تھے مگر کوئی مورچہ سب نہ ہوتا تھا قبائل عرب جنہوں نے خیال کیا تھا کہ لڑائی میں اس قدر طول نہ ہوگا قریش کے شریک حال ہونے سے گہرا اٹھے۔ بنی قریظہ اور قریش ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔ لشکر میں نا اتفاقی پھیل گئی اس پر طرہ یہ ہوا کہ ایک شب کو سخت طوفان آیا۔ ہوا کے سرد اور تیز تھکڑیوں سے خیمے اکھڑ گئے۔ دیگیں الٹ گئیں اور آگ بجھ گئی اور سارے لشکر میں ایک تسک سا چمک گیا۔ ہمیں پہلے ہی پست تھیں اب رہے سے حوس بھی جاتے رہے۔ سب کے سب عجب بے سروسامانی سے گرد و غبار کی طرح آدمی کے ساتھ اڑے چلے گئے۔ صبح کو دیکھا تو مطلع صاف تھا اور آفتاب رسالت اب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ یہ محاصرہ میں دن تک رہا جس میں آنحضرت اور آپ کے اصحاب نے ایسی ایسی مصیبتیں بھیلیں جو کسی معرکہ میں پیش نہ آئی تھیں۔ خاص کر بنی قریظہ کی عمدہ شکنی سے بہتوں کو اپنے بچنے کی بہت کم امید تھی۔ اس نے جس وقت دشمنوں کی فوج منتشر ہو گئی آنحضرت اسی وقت ان عمدہ شکنوں کو سزا دینے کے واسطے آمادہ ہو گئے۔

بنی قریظہ نے جنگ بدر میں بھی کافروں کو مدد دیکر عمدہ شکنی کی تھی

مگر عذر معذرت کر کے بچ گئے تھے۔ اب پھر عین موقع پر دعا دیکر اسلام کے شانہ میں کچھ کسر باقی نہ رکھی تھی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ جیسی

غزوہ بنی قریظہ
ذیقعدہ ۳ھ

۱۵ جس زمانہ میں مدینہ پر چڑھائی کرنے کو فوجیں مبع ہو رہی تھیں اور آنحضرت شرکے گرد و خندق کھودنے میں مصروف تھے اسی زمانہ میں ابولانغ مجلی سلام بن ابی العقیق ہی کہتے تھے یہودیوں کا ایک سردار مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے قوموں کے جج کرنے میں بہت کوشش کر رہا تھا۔ عبداللہ ابن عتبک انصاری اپنے تین ساتھیوں کو لیکر خیر کو جہاں وہ رہتا تھا گئے اور رات کے وقت اس کی خواجگاہ میں گھس کر اس کو مار ڈالا یہ واقعہ بھی کتب ابن اشرف یہودی کے اقدہ کی طرح تھا جس کا ذکر سر یہ محمد بن مسلمہ کے بیان میں ہو چکا ہے۔

بن خطب سردار یہود بنی النضیر کو جس نے یہ سارا فساد مچایا تھا دشمنوں کے بھاگ جانے اور
 معاہدہ اٹھ جانے کے بعد اپنے قلعہ میں پناہ دیکر چھپا رکھا تھا۔ ایسے دغا بازوں سے کیا آسیہ
 سنی کہ وہ مدینہ میں امن و امان کے ساتھ رہیں گے یا آئندہ ان کا کوئی معاہدہ قابل و وثوق
 ہو گا خاص کر جب کہ حبشی بن خطب ایسا فساد ہی ان کے یہاں پناہ گزین تھا۔ الغرض جب
 آنحضرت لشکر اسلام لیکر روانہ ہوئے بنی قریظہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ بند ہو گئے اور آخر محاصرہ
 کے طول کھینچنے سے عاجز آکر کھلا چھا کہ بنی النضیر کی طرح ہم بھی جلا وطن ہونے کو آمادہ ہیں جس کا
 جواب یہ دیا گیا کہ ”بلا کسی شرط کے وہ اپنے تئیں سپرد کر دیں پھر آنحضرت بھیج چاہیں گے ان کی
 نسبت حکم دینگے“ تب انہوں نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر کے لئے حضرت ابولبابہ کو جو اس
 قوم سے تھے جو بنی قریظہ کے حلیف تھے ہمارے پاس بھیجیں وہ گئے اور یہودیوں نے ان سے
 پوچھا کہ ہم تمہارے پیغمبر کے حکم پر اپنے تئیں سپرد کر دینا قبول کر لیں یا نہیں انہوں نے کہا ہاں
 اگر اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا جس سے یہ اشارہ تھا کہ سب قتل ہو گئے، ابولبابہ خوب جانتے تھے
 کہ بنی قریظہ دومرتبہ اپنا عہد توڑ چکے تھے ان کا کوئی معاہدہ جو وہ آئندہ کے لئے کریں قابل اعتبار
 نہ ہو گا اور اگر وہ اسلام قبول کرنے پر راضی ہوں تو بھی اس پر یقین نہ ہو گا اور وہ منافق سمجھے
 جائیں گے جن کی نسبت جب وہ علانیہ کوئی دشمنی کر چکے ہوں وہی حکم ہے جو ان لوگوں کی
 نسبت ہے جو علانیہ کافر ہیں۔ علاوہ اس کے ابولبابہ کو معلوم تھا کہ وہ بغاوت کی سزا کے مستحق
 ہیں اگر ان کی جگہ کوئی مسلمان قوم ہوتی تو وہ بھی بغاوت کی سزا سے بچ نہیں سکتی تھی۔ اس
 سبب سے انہوں نے اپنے قیاس کے موافق اشارہ کیا کہ سب قتل کئے جائیں گے۔ تب بنی قریظہ
 نے یہاں کہ تفسیر کشاف صفحہ ۱۱۲ میں لکھا ہے اس بات پر اپنے تئیں سپرد کرنے سے کہ آنحضرت
 جو چاہیں گے ان کی نسبت حکم دینگے انکار کیا۔ اس پر گردہ انصاریں سے بنی اوس جو بنی قریظہ
 کے حلیف تھے درمیان میں پڑے اور آنحضرت نے کہا کہ جس طرح آپ نے یہود بنی قریظہ سے

جو خنزیر کے حلیف تھے معاملہ کیا اسی طرح ان کے ساتھ بھی کیچے (یعنی جلا وطن کر دیے) آنحضرت نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ہماری قوم کا سردار سعد ابن معاذ جو فیصلہ کرے وہ منظور کیا جائے؟

حضرت سعد ابن معاذ فیصلہ کے واسطے بلائے گئے اور اس بات کا پورا اطمینان کر کے کہ اب انہیں کے فیصلہ پر نبی قرظیہ اور آنحضرت عمل کریں گے مثل آس بج کے جو قانون عدل کی سخت مگر بجا گرفت سے مجبور ہو کر چلائی کا حکم سننا ہی یہ فیصلہ کیا کہ مرد قتل کئے جائیں اور عورتیں بیچے لوٹھی غلام بنائے جائیں اور مال و اسباب تقسیم کر دیا جائے اسی فیصلہ کی تعمیل کرنا پڑی اور بجز تین شخصوں کے جن پر بغاوت کا الزام ثابت نہیں ہوا تھا قریب تین سو آدمیوں کے قتل کئے گئے۔

سر سید مرحوم تفسیر القرآن سورہ توبہ صفحہ ۸۴ میں لکھتے ہیں ”اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ واقعہ نہایت خوفناک تھا مگر کون رانا ہے اور کون سی قوم ہے جن کے ہاتھ سے باغیوں کی نسبت اس سے بھی سخت سزائیں نہیں دی گئیں۔ جن لوگوں نے بغاوت کی تاریخیں پڑھی ہیں یا اپنی آنکھوں سے اس آئینوں صدی عیسوی میں بھی جو سولہ ریشہ یعنی تہذیب کا زمانہ کہلاتا ہے یا اس سے تھوڑا زمانہ پہلے بغاوت کے واقعات دیکھے ہیں ان کی آنکھوں میں کمی ہو آدمیوں کا بجرم بغاوت قتل ہو جانا کوئی بڑا واقعہ نہ ہوگا۔“

اصل یہ ہے کہ اگر نبی قرظیہ اس بات پر راضی ہو جائے کہ آنحضرت جو چاہیں گے ان کی

۱۱ تفسیر القرآن سر سید احمد خاں سورہ توبہ صفحہ ۸۴

۱۲ یہ یاد رہے کہ آس وقت تک آیت حریت جس میں ان لوگوں کے قتل کا جو لڑائی میں قید ہو جائیں اور ان کے لوٹھی غلام بنانے کا استیلاء ہے نازل نہیں ہوئی تھی۔ وہ آیت یہ ہے خاما متنا بعد وامننا قتل اعداؤں سے مہذبہ ان لوگوں کو بلکہ قیدیوں جنگ سزائیں دی گئی بلکہ باغیوں کے لئے جو سزا ہوئی چاہئے وہ وہی گئی (تفسیر القرآن سر سید سورہ توبہ صفحہ ۸۳) ۱۲

نسبت حکم دینگے تو ہرگز ایسا خوفناک واقعہ نہ ہوتا۔ ابولبابہ بن کوہنی قرظیلہ نے مشورہ کے واسطے بلایا تھا اگرچہ ان کا قیاس اپنی جگہ پر حسیہ تھا مگر جس شخص نے آنحضرت کی زندگی کے حالات سے آپ کی طبیعت کا حسیہ اندازہ انصاف کے ساتھ کیا ہو گا وہ ضرور اس بات کو تسلیم کرے گا کہ رسول کریم کا فیصلہ ان بد بختوں کے واسطے ایسا سخت ہرگز نہ ہوتا۔ مگر بنی قرظیلہ پر شامت سوائی کہ انہوں نے ”سرووف الوحیدہ“ بنی رہبر و سہ نہ کر کے آپ کے فیصلے سے انکار کیا اور یہ خیال کر کے کہ سعد ابن معاذ ہمارے علیف ہیں اور اس لئے کچھ رعایت کریں گے، عین کو حکم مقرر کیا۔ حضرت سعد اسلام کے سچے شیدائی تھے وہ خوب جانتے تھے کہ اگر یہ لوگ اس وقت بچ گئے تو جب موقع پائیں گے زک دیئے بغیر نہ بیگیں علاوہ اس کے جنگ خندق میں حضرت سعد کو کاری زخم لگا تھا جس کے سبب سے اپنا فیصلہ منانے کے دوسرے ہی دن شہید ہوئے۔ ان وجوہات سے آپ نے ایسا حکم سنایا اور بنی قرظیلہ فیصلہ رسول پر راضی نہ ہونے سے اپنے ہاتھوں آپ تباہ ہو گئے۔

غریزے کہ از در گش سر تافت

بہر در کہ شد ہیج عزت یافت

شہر مدینہ اب اگرچہ مخالفوں سے پاک ہو گیا مگر مسلمانوں کو بیرونی دشمنوں سے کسی طرح نجات نہ ملتی تھی قبا اہل عرب اگرچہ محاصرہ تھا مگر چلے گئے تھے مگر اپنی شرارت سے باز نہ آئے تھے۔ یہ جنگی اکھڑ تو لوٹ مار و غارتگری اور قتل و خون پرستے رہتے تھے اور کسی طرح سیدھی چال نہ ملتے تھے قریب ایک سال کے یہ شور و شش قائم رہی جس میں دو تین سال اس ایک سال کے اندر حسب ذیل غزوات و سرایا پیش آئے۔

غزوہ بنی لیحان بیچ الاول سلمہ شد اسے ریح کے خون کے عوض آنحضرت نے بنی لیحان کی طرف کچھ کیا مگر وہ لوگ یہ خبر نہ کر سکا کہ وہاں لوگ یہ چھپ رہے اور کوئی لڑائی نہ ہوئی۔ غزوہ غابہ ریح الاخر سلمہ منید بن حصن افزازی ایک شہر پر سردار بنی غطفان کے سوار ساتھ لیکر مدینہ پر صحرائے مدینہ

آنحضرت کو خود تشریف لے جانا پڑا اور فساد دفع کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ موسم حج آپ کو بجاغزوٹوں
مہاجرین نے چھ برس سے وطن کی صورت نہ دیکھی تھی مکہ کی گھلیاں ان کی آنکھوں میں پڑتی
تھیں غائے کعبہ جس کے طواف کے وہ عادی تھے اس کی زیارت کا شوق دل کو قیاب کرتا
تھا مگر مشرکین مکہ کی عداوت سے کسی طرح یہ تمنا پوری نہ ہوتی تھی۔ غائے کعبہ مدتوں سے عہ
(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) آنحضرت کے اونٹوں کو لوٹ لے گیا اور بنی غفار کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کی پرپی
کو پکڑ لے گیا حضرت سلمہ بن عمرو بن الاکعی نہایت دلیری سے تنہا اس کے پیچھے دوڑے اور تیروں کی بوچھاڑ کر کے
ایسے نشانے اڑائے کہ عینہ کے ہمراہی اونٹوں کو چھڑ کر بھاگے۔ یہ خبر جس وقت مدینہ پہنچی پہلے آنحضرتؐ سے پہنچی
بن زید کو چند سواروں کے ہمراہ بھیجا بعد کو خود تشریف لے پہلے خیف سے سیڑھی چڑھا آدمی مارے گئے آنحضرتؐ
لیٹے بھاگ گئے۔ سر یہ عکاشہ ریح الآخر سلسلہ۔ سر یہ نبی ثعلبہ ریح الآخر سلسلہ۔ سر یہ ذی القعدہ و قحط
ریح الآخر سلسلہ۔ بدوں کی تادیب کے واسطے بھیجے گئے اور ان کی شورش دفع کی گئی۔ سر یہ عیص جمادی الاول
قریش مکہ جن سے لڑائی پھڑی ہوئی تھی ان کا مال و سبب تجارت شام سے آ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے ذیشان مائتہ
کو بھیجا کہ قریش مکہ تک یہ سامان نہ پہنچنے پائے۔ زید گئے۔ تافلہ کا مال و سبب عین لیا اور چند آدمی قید
کر لئے یہ کارروائی ایسی ہی عیسیٰ کہ اکھل دشمن کی رسد روک دی جاتی ہے تاکہ اس کا زور ٹوٹ جائے۔ سر یہ
طرف۔ جمادی الآخر سلسلہ۔ سر یہ جمی جمادی الآخر سلسلہ۔ سر یہ وادی القری رجب سلسلہ۔ اعرا کے مقابلہ
میں یہ معمولی انتظامات تھے۔ آخر الذکر سر یہ میں کئی مسلمان شہید ہوئے اور حضرت زید ان کے سردار ہی صحت
زخمی ہوئی۔ سر یہ دومۃ الجندل شعبان سلسلہ۔ دومۃ الجندل کے لوگ ہمیشہ حلا کا موقع دیتے تھے چنانچہ ہجر کے
چوتھے سال میں ہی ان کے حاکم کا احتمال ہوا تھا اور خود آنحضرتؐ نے کچھ فرمایا تھا۔ انہی اسی سال
عبدالرحمن بن عوف کو سردار کر کے ان لوگوں پر بھیجا اور کہا کہ کوئی دغا کی بات مت کرو اور خدا کی راہ میں
لڑو اور کسی نابالغ بچہ کو نہ مارو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تیری اطاعت کر لیں تو ان کے سردار کی بیٹی سے شادی
کر لے۔ عرب میں تو قوموں کو اپنا پورا پورا ساتھی یا حاکم بنالینے کے صرف دو طریق تھے عہدے سے ایک طائف
ہو جانا دوسرا رشتہ کر لینا اسی پولیکل مصلحت سے آنحضرتؐ نے عبدالرحمن کو (بقیہ نوٹ بر صغیر آئندہ)

کی تمام قوموں کا مشترک معبد تھا اور سال کے چار مہینے رجب ذوالحجہ ذوالحجہ اور محرم
 زیارت کے واسطے مخصوص تھے جن میں لڑائی قطعی حرام بھی جاتی تھی اور دوست و دشمن
 بلا روک ٹوک جج کرتے تھے اور کوئی کسی سے فراہم ہونے کا حق نہ رکھتا تھا۔ آنحضرتؐ نے
 اسی خیال سے کہ قریش مکہ زیارت کے لیے مانع ہونگے ذوالحجہ سلسلہ کو چودہ سو صحابہ
 (تبعہ نوٹ صفحہ گزشتہ) وہاں کے سردار کی بیٹی سے شادی کرنے کی ہدایت کی تھی اور یہی ایک بڑا سبب تھا کہ
 آنحضرتؐ نے اپنی اخیر عمر میں متعدد قبیلہ کی غزوتوں کو اپنی ازواج مطہرات میں داخل کیا تھا باوجودیکہ عالم خضاب
 میں بجز ایک بیوی کے کوئی اور نہ تھی۔ بہر حال عبدالرحمن وہاں گئے تین دن قیام کیا اور اسلام کا دھڑکا لگائے اور
 مسلمان ہو جانے کی ان کو ہدایت کی۔ اصحن بن عمر الکلبی جو وہاں کا سردار اور عیسائی تھا مسلمان ہو گیا اور اس کے
 ساتھ سترہ آدمی مسلمان ہو گئے اور جو مسلمان نہیں ہوئے انہوں نے اطاعت اختیار کر لی اور جزیہ دینا قبول کر لیا
 سترہ ذک ثبانی سلسلہ آنحضرتؐ نے سنا کہ قبیلہ بنو سعد لوگوں کو جمع کر رہے ہیں اور تیرہیں جو یہود و ملہ کے گئے
 ہیں ان کو مدد دینے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس لئے اپنے سوا آدمیوں کو حضرت علیؑ کی ہمراہ روانہ کر دیا۔ دشمن بغیر
 لڑائی متفرق ہو گئے اور ان کا مال و اسباب لوٹ میں آیا۔ سترہ زید بن عارضہ سلسلہ ام فرقہ جو قوم خزاعہ کے
 سردار تھے اس نے مسلمانوں کا ایک قافلہ جو شام میں مال تجارت کے لئے جاتا تھا لوٹ لیا۔ آنحضرتؐ نے حضرت
 زید کو ان کی سرکوبی کے واسطے بھیجا۔ یہ گئے اور دفعتاً حملہ کر دیا۔ ام فرقہ اور اس کی بیٹی گرفتار ہو گئی تھیں ابن عمرؓ
 ہذیلہ کے لشکر میں تھے اس ضعیف عورت کو نہایت بری طرح سے مار ڈالا۔ مگر اس واقعہ کے متعلق بہت کچھ اختلاف
 روایات ہے۔ لیکن ہمس میں کچھ شک نہیں کہ آنحضرتؐ نے قیس کے اس فعل پر اگر واقعی وقوع میں آیا ہے ضرور
 مار مار کر غلاہ فرمائی ہوگی کیونکہ عموماً آپؐ کی یہ نصیحت تھی کہ عورتیں اور بچے نہ مارے جائیں۔ سترہ بن رواد
 شمال سلسلہ۔ اسیر ابن رزم یہودی جو خیبر کے یہودیوں کا ایک سردار تھا عطفان کے یہود کو جمع کر کے مدینہ پر
 حملہ کرنے کی فکر کرنے لگا۔ آنحضرتؐ نے عبداللہ ابن رواد کو بعد دریافت حال تیس آدمیوں کے ہمراہ بھیج کر لشکر
 اور معاملہ کے واسطے بھیجا عبداللہ ابن رواد نے اس سے گفتگو کی اور وہ آنحضرتؐ کے پاس آنے میں اس لالچ
 سے راضی ہوا کہ خیبر کی سرداری اس کو مل جائے چنانچہ تیس آدمی ہمراہ لیکر ساتھ چلا (تبعہ نوٹ صفحہ آئندہ)

کے ساتھ بغیر ہتھیار لائے ہوئے مدینے پہنچ گیا۔ قربانی کے اونٹ ہمراہ لائے اور قربانی

کی علامت کے طور پر جو نشانیاں مقرر تھیں وہ ان پر کر دیں۔

صلح حدیبیہ
ذیقعدہ ۱۲

قریش کو جب یہ خبر ہوئی کہنے لگے کہ ہم ان لوگوں کو زیارت بھی

نہ کرنے دیں گے اور فوراً لشکر مہیا کر کے نکلے اور خالد بن ولید

اور عمرہ ابن ابی جہل کو ہر دوں کے طور پر آگے بجا لگاؤ۔ آنحضرتؐ ایک دوسرے راستہ

سے جو بہت دشوار گزار اور پتھر پلایا تھا عجلت سے ساتھ پہنچ کر کے ایک منزل بمقام قادیہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) سب لوگ اونٹوں پر سوار ہوئے۔ یہودی آگے سلمان پیچھے جب مقام قرعہ میں پہنچے

ابن زبم کے دل میں شبہ پیدا ہوا جیسا کہ زائد المعاد میں لکھا ہے اور اس نے عبداللہ کی تلوار پر ہاتھ ڈالا جو اپنے

بھی شہ ہوا اور وہ اونٹ پر سے کود پڑے اور اس کے پاؤں پر تلوار ماری ابن زبم بھی کود پڑا اور غارہ اور

سونا عبد اللہ کے منہ پر مارا وہ زخمی ہوئے۔ اس ہنگامہ کو دیکھ کر ہر ایک مسلمان نے یہودیوں پر حملہ کیا

اور آٹا فانا سب کو مار ڈالا۔ تیسری عینہ شوال ۱۲ھ عکمل اور عرنہ کے چند آدمی پہلے مسلمان ہوئے پھر

وغادہ اور آنحضرتؐ اونٹوں کو چرائے گئے اور چرواہوں کی آنکھیں چھوڑ دیں اور ان کو نہایت بُری طرح

مار ڈالا۔ آنحضرتؐ نے کرز بن جابر الغزوی کو ان کے قتل میں بھیجا۔ غادہ باز پکڑائے اور یہودی شریعت کے

موافق ان سے قصاص لیا گیا۔ تیسری عید بن امیہ شوال ۱۲ھ ابوسفیان ابن حرب نے مکہ سے ایک آدمی

مدینہ میں بھیجا کہ کسی بہانہ سے آنحضرتؐ کو قتل کر دے وہ مع خجرو اس کے پاس چھاپا ہوا تھا پکڑا گیا۔ مگر آنحضرتؐ

نے اس شرط پر کہ کچھ حال بتا دے اس کو امن دیا چنانچہ اس نے بتا دیا اور اس کو چھوڑ دیا کہ وہ مکہ چلا جائے

یہ دیکھ کر عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم مدینہ سے چلے کہ ابوسفیان سے اس کا بدلہ لیں مگر مکہ میں ان کا حال

کھل گیا لوگ دوڑے لیکن یہ وہاں سے بچ کر نکل آئے۔ موائہب لدنیہ میں اسکو سریہ میں داخل کیا ہے

لیکن روضۃ الاحباب میں یہ ذکر نہیں ہے۔ غالباً صاحب موائہب نے عمرو بن امیہ کی روانگی سریہ محمدیہ

(ماغوذہ فی غیر سیدہ سورۃ انفال صفحہ ۹۱ - ۹۲)

پہونچکر قیام فرمایا اور قریش سے کہلا بھیجا کہ ہم رطنے کے ارادہ سے ہرگز نہیں آئے ہیں ہم کما
 خانہ کعبہ کی زیارت کر لینے دو قریش نے نہ مانا۔ آخر کار آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ کو جن کے مکہ
 میں بہت سے بااثر رشتہ دار تھے قریش کے پاس بھیجا۔ مگر یہ فساد کی بجائے دے گئے
 حضرت عثمانؓ سے کہنے لگے کہ بس تم زیارت کرو اور کسی کو ہم ہرگز اجازت نہ دینگے۔ جناب اللہ
 نے جواب دیا کہ میں رسول اللہؐ کے بغیر زیارت نہیں کر سکتا۔ اس پر قریش کو غصہ آگیا کہ یہ وہا
 محمد صلعم اپنے رسول کو اس قدر کیوں چاہتے ہیں۔ اور انہوں نے فوراً حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا
 لشکر اسلام میں یہ خبر لڑ گئی کہ حضرت عثمانؓ کو قریش نے شہید کر ڈالا۔ حضرت رسول خداؐ سنکر
 نہایت ملول ہوئے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ سے بیعت کے لئے فرمایا کہ کہ ثابت قدم
 رہیں اور اب مقابلے سے منہ نہ موڑیں۔ اگرچہ مسلمانوں کے پاس سامان جنگ کیا معنی تھیا
 ہیک نہ تھے صرف ایک ایک تلوار ہی جو اس زمانہ میں زائرین رہستہ کی حفاظت کے
 خیال سے رکھ لیا کرتے تھے مگر بایں ہمہ شیع رسالت کے گرد پھوانہ وار جمع ہو گئے اور سچی
 شہادت اور بے نظیر شہدائ کے ساتھ مارنے پر بیعت کی انہیں مخلص جانباڑوں نے
 حق میں ارشاد ہوا ہے لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرِ
 وترجمہ بیشک راضی ہوا اللہ ایمان والوں سے جب کہ بیعت کرتے تھے تیری درخت کے نیچے۔
 سورہ فتح پارہ ۲۶ قریش کو جس وقت اس بیعت الرضوا کی خبر ہوئی جمیل ابن عمر کو صلح
 کا پیغام دیکر بھیجا صلح اس بات پر منحصر تھی کہ اس سال آپ حج و عمرہ کو نہ آئیں۔ ہاں آئندہ سال
 قضا کر لیں مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہریں اور ایک ایک تلوار کے سوا کسی کے پاس
 کوئی ہتھیار نہ ہو بہت رد و بدل کے بعد آنحضرتؐ نے یہ باتیں منظور کر لیں اور حضرت علیؓ صلح
 کئے گئے آپ نے جس وقت بزمان رسول لبسہ اللہ الرحمن الرحیم عمر فرمایا
 سبیل نے کہا میں نہیں جانتا کہ رحمن کون ہے لکنو بسمک اھم جیسے تم لوگ مسلمان
 ہونے کے پہلے کھاکرتے تھے مسلمانوں نے کہا نہیں ہم تو لبسہ اللہ ہی لکھیں گے معنی بیشک

رسول نے اس لفظی بحث کو چھوڑ کر فرمایا اے علی تم کیا ہرچ یہ بسک اللہم لکھ دو۔ بعد ازاں یہ عبارت لکھی گئی ہذا ما صلح علیہ محمد رسول اللہ سبیل نے پھر ٹوکا اور کہنے لگا اگر ہم اس بات کو قبول کرتے کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو آپ سے لڑتے ہی کیوں لہذا آپ بجائے رسول اللہ کے محمد بن عبد اللہ، لکھو اے خداے نبی حضرت علی مرتضیٰ یہ سن کر کہنے لگے مجھ سے یہ نہ ہو گا کہ میں وصف رسالت کو محو کر دوں۔ آنحضرت کمال حلم و وقار سے ارشاد فرمایا اے علی ضبط سے کام لو اور ”ابن عباسؓ“ ہی لکھ دو۔ الغرض صلح نامہ تحریر ہو گیا اور یہ شرطیں بھی داخل کی گئیں کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہے اور سب لوگ امن و امان میں رہیں جو لوگ قریش سے عہد کرنا چاہیں مسلمان اس میں دخل نہ دیں اور اس طرح قبیلہ مسلمانوں سے عہد کرنا چاہیں قریش کچھ تعرض نہ کریں۔ اگر کوئی قریشی بغیر اپنے ولی کی اجازت کے مکہ سے بھاگ کر آنحضرت کے پاس چلا جاوے تو آپ اس کو اگرچہ مسلمان ہو واپس کر دیں لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس چلا آئے تو قریش اس کو واپس نہ کرینگے یہ آخری شرط اصحاب کو سخت ناگوار ہوئی مگر حضرت رسول خدا نے کمال ددرا نہ نشی سے اس کو بھی منظور کر لیا اور صحابہ سے فرمایا کہ کریم کا مبارک آن لوگوں کو جو مسلمان ہو گئے ہیں مگر ابھی تک قریش کے پنجہ میں پھنسے ہیں جلد نجات دیجھا اب رہی یہ بات کہ جو کوئی ادر سے بھاگ کر قریش سے بچا اور وہ اس کو واپس نہ کرینگے تو کیا ہرچ ہے ایسے شخص کو جو ہمارا ساتھ چھوڑ کر مردہ ہو جاوے اس کو ہم لے کر کیا کرینگے غرض کہ صلح ہو گئی اور آنحضرت نے قرار کے موافق حج و عمرہ کا ارادہ فرما دیا اور وہیں قربانی کی اور صحابہ کو لے کر مدینہ پہلے آئے۔

یہ صلح بہت سے مسلمانوں کو جنہوں نے صرف ظاہر پر قیاس کیا سخت ناگوار ہوئی۔ سب سے زیادہ حضرت عمرؓ کو یہ صلح ناگوار تھی اس لئے کہ آپ کو خیال تھا کہ اس طرح شوکت اسلام میں خلل آگا لیکن جس صلح کے آئندہ خوشگوار نتائج آئے دیکھ کر تب مجھے کہ رسول اللہ کے فعل کی یہ مصلحت تھی بیشک حضرت رسول خدا کے فیض صحبت کا اثر یہ تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے آتش مزاج (بیتہ نوٹ بر صغیر آئینہ)

وہ مجھے پہلے محمد کریش کا اب زور ٹوٹ چلا ہے اس لئے یہ دب کر صلح کرنا کیا معنی۔ مگر حقیقت میں یہ صلح حضرت رسول خدا کی عالی ظرفی صلح پسندی اور دور اندیشی کی زبردست دلیل ہے۔ قریش کی معاذانہ کوششوں کو جو اب تک اسلام کے مٹانے میں جوش و خروش کے ساتھ ہو رہی تھیں اپنے نہایت استقلال اور شجاعت سے دفع فرمایا تھا مگر جنگ خندق کے بعد یہ ملاحظہ فرما کر اب قریش میں لڑنے کی طاقت بہت کم باقی ہے آپ کو یہ امید پڑی کہ اب اگر ان کو مسلمانوں سے ملنے پہلے اور اسلام کے دینی اور دنیوی برکتوں پر غور کرنے کا موقع ملتا تو ان کے سخت دل نرم ہو جائیں گے مہالت اور تعصب کے پردے جو آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے اٹھ جائینگے اور اسلام کی حقیقت اور اس کے باقی کی کینیت آئینہ ہو جائیگی۔

اسی وجہ سے آپ نے مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ باجوہ دیکھ صحابہ کو نہایت ناگوار تھیں صلح کر لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی سال میں سیکڑوں قریش کے دل آپ کے اوصاف حمیدہ سے متاثر ہو کر نور اسلام سے روشن ہو گئے صلح مدینہ کی یہی مصلحت تھی اور اُن کا فتحنا لاکھ فتحیں ہیں

اسی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت کو قریش کی طرف سے اب اطمینان ہو گیا تھا اس لئے

آنحضرت کا بادشاہوں کے نام نامے روانہ کرنا شروع

مدینہ پہونچکر یہ ارادہ کیا کہ مددہ لاشریک خدا کے نام کی منادی اس کی وسیع زمین کے ہر حصے میں پہونچ جائے خواہ خلق خدا مانے یا نہ مانے فرض رسالت تو ادا ہو جائے تھا۔ اس زمانہ میں خسرو پرویز تاجدار ایران تھا آتش پرستی کا ہنگامہ گرم تھا اور آہرمین اور ایزد کا دُور دورہ تھا اسی طرح روم مصر اور حبش میں ”بابا“ بیٹا اور روح القدس“ کی عبادت رہی تھی اور قیصر روم متوقف مصر اور نجاشی حبشہ صلیب کے سامنے

(بقیہ نوٹ منور گزشتہ) ایسے دست ہونگے کہ اپنے خلافت کا نام نہ اس خوبی کے ساتھ دوست دشمن کے ساتھ برتاؤ کیا اور ایسا عمرہ اور علوانہ انتظام کیا کہ اسلام کو اوج کمال پر پہونچا دیا۔ کچھ شک نہیں کہ جیوقت آپ نے اپنے مدد و نف میں صلح بیت المقدس کے واسطے نام کا سفر کیا دافعہ مدینہ آنکھوں کے سامنے پہونچا ہوا۔

سرنیاز مجھ لائے تھے۔ بشیر و نذیر نبی نے ان چاروں بادشاہوں کو جو لاکھوں خلق اللہ کی جان و مال کے مالک تھے، احکم الحاکمین کا دران بیدار کرکے منادیا یعنی نبوت کے ساتویں سال آنحضرتؐ نے بادشاہوں کے پاس ان کی ہدایت کے واسطے نامے روانہ کئے۔ روم اور مصر اور حبشہ کے حکمران چونکہ عیسائی اہل کتاب تھے اس لئے آپ نے ان کو یہ تحریر فرمایا: **تَعَالَا لَوِا إِلَیْ کَلِمَۃٍ مِّنْ دُونِیْ وَبِئْسَ الْکَلِمَۃُ الَّا تَعْبُدُوا لِلّٰهِ وَلَا تُشْرِکَ بِهِ شَیْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اٰمِرًا بِالْاٰمْرِ وَدُوْنِ اللّٰهِ فَاِنَّ کُوْلَوا فُتُوْا اَنْتُمْ هٰذِهِ وَاِنَّا تَابِعُکُمْ** (ترجمہ: یا اے ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں ہو کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا ہم میں کوئی کسی کو مالک نہ سمجھے پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کمند و کہ تم اس بات کے گواہ ہو کہ ہم تو ایک ہی خدا کو ملتے ہیں۔ پارہ ۳ سورہ آل عمران - غ) منصف مزاج نجاشی نے جس وقت یہ تحریر پڑھی دل نے بے اختیار گواہی دی کہ حق تو یہی ہے حضرت مسیحؑ بھی حقیقت میں توصید کی تعلیم کرتے تھے مگر اوشانے آپ کی سچی تعلیم پر خاک ڈال دی۔ جس وقت یہ خیال راسخ ہو گیا تعصب کا پردہ آنکھوں سے اٹھ گیا حقیقت کی روشنی جلوہ گر ہو گئی صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھ کر تثلیث کے مثلث سے مکمل اسلام کے نورانی دائرہ میں داخل ہو گیا۔ ہر قتل مقیر و دم اور مقوس مصرعی اگرچہ قاتل ہو گئے مگر جب جاہ مری بلا ہے رسم و رواج کی پابندی قید سخت ہی دل کی کمزوری کی وجہ سے اتنی جرأت نہ کر سکے کہ بر ملا تصدیق و رسالت کر کے دین حق قبول کر لیتے مقوس نے اتنا ضرور کیا کہ آپ کے نامہ کا شائستہ جواب دیا اور تحفہ تحائف بھیج کر اپنی دوستی کا اظہار کیا اور مقیر و دم نے اپنی کی خاطر و ارات کر کے اور نیاز و مندی کا اظہار کر کے رخصت کر دیا۔ مگر خسرو پر دیز تاجدار ایران کے پاس جس وقت آپ کا نامہ پہنچا اسے منقول ہو کر مقوس نے مایہ قلیہ کو بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں دیتا بھیجا تھا۔ انھیں کے بلن سے ابراہیم ابن رسول اللہ تولد ہوئے مگر ایام رضافت میں آنحضرتؐ کے سامنے ہی انتقال کر گئے۔

اور عہد ان کی یہ جہارت من محمد رسول اللہ الی کسری عظیم فارس (یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف کسری بادشاہ فارس کے نام ہے) تاجدار ایران یہ سنتے ہی انگ گھولا ہو گیا اور شکبرانہ لہجہ میں کہنے لگا میرے نام کے پہلے کسی دوسرے کا نام لکھنا سخت گستاخی ہے یہ مکر بغیر اس کے کہ مضمون نے خط چاک کر کے پھینک دیا اور قاصد کو دوبار سے بھگوا دیا اور باذان کو جو اس کی طرف تین کا صوبہ دار تھا لکھا کہ کاتب کو گرفتار کر کے حضور میں بھیج دے سچ ہے جب کسی قوم کے برباد ہونے کے دن قریب آ جاتے ہیں امرا اور حکام کے سر میں کبر و نخوت کا سودا سما جاتا ہے۔ فرق مراتب کا خیال ٹہرتے بڑھتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بات بات میں اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اپنا فخر اور غرور اس میں سمجھتے ہیں کہ لوگ ان کے سامنے غلامانہ تذلل کے ساتھ جھکے رہیں۔ حالانکہ سچی عورت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ ان کی خوبیوں سے متاثر ہو کر لوگوں کے دل خود بخود ان کی طرف جھکیں۔ الغرض خسرو پرویز نے قاصد کو نکال دیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ رسول رب العالمین نے جس وقت اس شکبر بادشاہ کی بددماغی کا حال سنا منائیت منائیت فرمایا قاصد مطلق اسطرح اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر ڈالے گا۔ یہ وہ پڑھبت جملہ تھا جس کی تصدیق میں تاریخ کے صفحات شاہان عالم کے واسطے موقع عبرت ہیں فالغیر فاما اولی الاکابر۔

اسلام کی یہ روز افزوں ترقی دیکھ کر دشمن آپ ہی آپ جلع جاتے تھے خاص کر یہود کے

غزوہ خیبر جمادی الآخرہ

۱۔ باذان نے دوسرے داروں کو دینے کہا کہ آنحضرت کے حالات دریافت کریں۔ جس وقت ان شخصوں کی معرفت اس کو پورے پورے حالات آنحضرت کے معلوم ہو گئے کہ آپ میں کہاں تک صدق اور خلوص ہے فوراً ایمان لایا اور اس کے ساتھ بھکے ایرانی جو عین میں رہتے تھے مسلمان ہو گئے۔

آنحضرت نے باذان کو بدستور عین کا صوبہ قائم رکھا۔ ۱۲

جس کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ مذیکہ شمال و مشرق کی طرف آٹھ منزل پر ایک شاداب قلعہ
 زمین تنابس میں دس مشہور اور مستحکم قلعے تھے اور اسی وجہ سے اس سرزمین کو خیر کہتے تھے
 جہاں یہودی آباد تھے جن میں اتنی نصیر کئی تین قلعہ وغیرہا یہودی جو مذیکہ جلا وطن کئے
 گئے تھے شامل ہو گئے تھے۔ یہ سب رات دن اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں
 کی طاقت کو توڑ دیں۔ جنگ خندق کے بانی مہانی یہی فداوی تھے مگر جب اس طرح کچھ زور
 نہ چل سکا تو اب خود ہی دس ہزار کی جمعیت لڑنے کو آمادہ ہوئے اور اتنی اسد اور بنی
 علفان عرب کے صحابی قبائل کو بھی اپنا علیف کر لیا۔ اور جنگ کا سامان کرنے لگے۔ جب
 ان لوگوں کی آماوگی جنگ کی خبر گرم ہوئی آنحضرتؐ نے اس خیال سے کہ یہ مذیکہ دل نہ
 کو گیر نہ لے۔ اس لئے چودہ سو صحابی ہمراہ لے کر خدا ہی پر بھروسہ کر کے خیر کی طرف اس فساد
 کے مٹانے کے واسطے کوچ کیا۔ عبد اللہ ابن ابی منافق نے پیشتر ہی سے آنحضرتؐ کی روانگی
 کی اطلاع یہود خیر کو کر دی اور وہ لوگ ملیا رہے کہ کھلے میدان میں لڑنے کو آمادہ ہو گئے۔
 آنحضرتؐ نے اس تیزی سے منزلیں طے کیں کہ قبائل عرب یہود کی مدد کو نہ پہنچ سکے اور اس
 خوف سے کہ کہیں مسلمان ان کے گھروں پر حملہ نہ کر دیں پلٹ آئے۔ جب کو آنحضرتؐ بنایت
 ہوشیاری اور خاموشی سے کوچ کر کے اچانک قلعہ خیر کے چٹان کے قریب پہنچ گئے صبح کو
 یہود یہ باجرا دیکھ کر متحیر ہو گئے اور مجبوراً قلعہ بند ہو گئے۔ قلعوں کی مضبوطی پر یہود کو پورا بھروسہ
 تھا۔ انہوں نے خیال کیا کہ خیر اگر میدان میں لڑائی نہ ہوئی نہ سہی یہ مستحکم قلعے مسلمانوں سے کبھی
 فتح نہیں ہو سکتے محاصرہ سے ماہر اگر آپ ہی پلٹ جائینگے۔ آخر لڑائی شروع ہو گئی اور یہود نے
 قلعوں پر سے تیر اور تیر برسانا شروع کئے مگر مسلمانوں کے بڑے ہوئے جوش کو کوئی چیز نہ
 نہ ہوئی۔ انہوں نے حملے پر حملے کرنے شروع کئے اور آخر وہ تین قلعے فتح کر لے لیکن جس قلعہ کو
 جو بنایت مستحکم اور سارے قلعوں کی ناک تھا کسی طرح سر نہوتا تھا جلیل القدر اصحاب نے بہت
 کوشش کی مگر ناکام رہے محاصرہ کو لول ہو رہا تھا آنحضرتؐ نے آخر ظم حضرت علیؑ رضی کو دیا

اور اس قلعہ کے نفع کرنے کے واسطے روانہ فرمایا۔ جناب مرتضیٰ مسلمانوں کو ساتھ لے کر بڑے
 آدھرے مارٹ اور رجب جو شجاعت پرورد کے سرگروہ تھے ایک جماعت کثیر کے ساتھ
 قلعے سے نکل کر مسلمانوں کو روکنے کے واسطے چلے۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے
 بہادر جان توڑ کر لڑنے لگے۔ حضرت شیر خدا جوش و خروش کے ساتھ دلیرانہ بڑے اور
 پہلے مارٹ کو جس نے کئی مسلمانوں کو شہید کر کے تملکہ مجاہد یا تمار کر گرا دیا۔ یہ دیکھ کر مارٹ
 کا بھائی رجب جس کی شجاعت کی دہاک بیٹھی ہوئی تھی غیظ و غضب میں بڑا اور حضرت
 علیؑ پر حملہ کیا آپ نے نہایت پھرتی سے اس کی زد سے بچ کر سر پر ذوالفقار کا ایسا وار کیا کہ چشم
 میں رجب دو ٹکڑے ہو کر ڈھیر ہو گیا۔ رجب کو مار کر غضبناک شیر احمی صفت اعدا میں ٹکس پڑا
 یہ حیرت انگیز دلیری دیکھ کر مسلمانوں کی ہمتیں بڑھ گئیں اور انہوں نے ایک ساتھ اپنے
 اولوالعزم سردار کے پیچھے پوشمنوں پر حملہ کر دیا۔ ایک سخت معرکہ کے بعد جس میں ذوالفقار علیؑ
 کی طرح کبھی یہاں نکلی کبھی وہاں اور کبھی ایک دل دہلانے والے رجز کے کڑا کے ساتھ
 زمین پر آکر پھر اٹھ کھڑی میدان بھاف ہو گیا۔ دشمن قلعے کے طرف بھاگے اور مسلمانوں نے
 ان کا تعاقب کیا۔ اس گھیر و داریں ایک یہودی نے پلٹ کر حضرت علیؑ پر ایک تلوار مار کر اپنے
 وار ڈھال پر لے لیا مگر اپنا ہنک منہ بکے صدر سے ڈھال نیچے گر گئی جس کو ایک دوسرے یہودی
 نے فوراً آٹھالیا اور لیکر بھاگا یہ دیکھ کر جرات حیدری جوش میں آئی ایک ترک قلعے کے بھاگ
 پڑ ہوئے اور زور دیا اسی سے ایک کو اڑکھڑکھڑا کر زور سے ہلایا اور کھینچ کر اگ پیچک دیا
 اور اندر ٹکس گئے۔

حسن القیوم کے فتح ہو جانے کے بعد یہود کا سارا غور و خاک میں مل گیا اب انہوں نے
 نہایت عاجزی سے امن کی درخواست کی اور ذیل کی شرائط پر صلح ہو گئی:

اول یہ کہ تمام اہل خیبر کو جان کی امان دی جائے۔
 دوسرے یہ کہ تمام اہل خیبر اپنا سارا مال و اسباب بطور تادان جنگ کے دیں

لیکن اگر کوئی شخص اپنا مال چھپا سکے تو اس سے جان اور اہل و عیال کے امن کا منہ نہ قائم ہو سکتا۔
 تیسرے یہ کہ تمام زمین خیبر کی ان کی ملکیت نہ رہے گی مگر وہ اپنے گھروں میں آباد ہو گئے
 اور زمینوں پر بھی قابض رہینگے اور پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج دیا کریں گے لیکن بعد کو اگر
 یہ لوگ پھر بد عہدی کریں تو آنحضرت کو اختیار ہو گا کہ ان کو جلا وطن فرمائیں۔

صلح کے بعد بھی آنحضرت خیبر ہی میں تھے کہ ایک یہود نے زینب بنت حارث مرحب
 کی بھتیجی نے آپ کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ نے ایک ہی لقمہ کھا یا تھا کہ ہاتھ
 کھینچ لیا اور زہر اپنا فوری اثر کرنے نہ پایا مگر رفتہ رفتہ سرایت کرتا گیا اور چوتھے برس مرض
 کا باعث ہوا۔ یہود نے اگرچہ جان لینے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا مگر کریم انہس نبی کو اپنے
 ذاتی آزار کا بدلہ لینا گوارا نہ ہوا اور ممان کش زینب کو چھوڑ دیا۔

۱۱۔ کنانہ بن ابی لہب نے دغا بازی کر کے نہایت بیش قیمت مال چھپا رکھا جو تلاش کے بعد ملا لہذا وہ مارا گیا اور
 اس کے اہل و عیال قید ہو گئے مئی بن غلب سردار بنی نضیر کی بیٹی صفیہ جو کنانہ کے بھائی میں تھیں قید ہو کر آئیں۔
 چونکہ ایک بہت معزز اور شریف خاتون تھیں اور حضرت ہارون کی اولاد میں تھیں اس لئے آنحضرت نے حضرت صفیہ
 جس وقت وہ ایمان لائیں آزاد کر کے عقد کر لیا۔ یہ سلسلہ برادری قائم ہونے سے یہود کی مخالفت میں کمی
 ہو گئی یہی مصلحت تھی جس کے سبب اسی سال آنحضرت نے ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ سے جو مسلمان ہو کر
 حبشہ میں ہجرت کر گئیں تھیں اور وہاں یہ ہو گئی تھیں عقد کر لیا جس کے سبب ابوسفیان کی مخالفت کا زور کم
 ہو گیا۔ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آنحضرت نے مزہ و شادیاں کیں حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت جویزہ
 حضرت ام حبیبہ، حضرت صفیہ کا ذکر ہو چکا ایمان کے علاوہ حضرت صفیہ بنت حضرت عمر، حضرت زینب بنت خویلد
 حضرت ام سلمہ حضرت زینب بنت جحش، حضرت سمیرہ بنت الحارث بھی آپ کے عقد بھاج میں آئیں۔ ۱۲

۱۳۔ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۔ ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ مگر بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت نے زینب کو چھوڑ دیا تھا مگر
 جس وقت یثرب بنی براد آپ کے ایک صحابی جو اس دعوت میں نہر کیتے زہر کے اثر سے وہیں خیبر میں مر گئے تہ زینب
 بطور قصاص ایک مسلمان کے قتل ہوئی۔ ذکر ان فی الملاحج جلد دوم صفحہ ۳۴ مگر یہ روایت مستند نہیں ہے ۱۴

الغرض آنحضرت صحابہ کے ساتھ خیر سے منظر و منصور روانہ ہوئے راہ میں داؤدی اتھری
 فک اور تیماکے بیویوں نے بھی خیر والوں کی شکستے تبنہ ہو کر اپنے آپ کو مسلمانوں کے
 سپرد کر دیا اور بلور زمیوں کے رہنے لگے۔

مدینہ پہنچ کر اسی سال ذیقعدہ کی پہلی تاریخ آنحضرت نے صلح حدیبیہ
 کے موافق دو ہزار صحابہ کے ساتھ عمرہ القضاء ادا کرنے کے واسطے
 مکہ کی طرف کوچ کیا۔ قریش نے معاہدہ کے موافق اب کچھ تعرض کیا

عمرۃ القضاء ذیقعدہ

اور بکے سب اپنے اپنے گھروں سے نکل کر جبل اوقیس پر جہاں سے مکہ کا پورا سین نظر آتا تھا
 بیٹھ گئے۔ صحابہ بن اور انصار اپنے ہر دلعزیز رسول کے ساتھ خوشی خوشی مکہ میں داخل ہوئے
 اور مناسک حج ادا کرنے لگے۔ قریش دور سے مسلمانوں کے ذوق شوق اور آدابِ یارت
 کو دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں متاثر ہو رہے تھے پھر جس وقت تین دن کے بعد آنحضرت اپنے
 قول کے موافق تمام صحابہ کو ساتھ لیکر شہر خالی کر کے مدینہ روانہ ہوئے قریشیوں کے دل پر
 آپ کی شانِ دلربائی کا ایسا متناطیسی اثر پڑا کہ ان میں سے بہت آدمی مدینہ پہنچ گئے
 اور شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے کیوں نہیں؟

نہ دل دامن دستاں می کشد
 کہ عشقش گریبان جاں می کشد

۱۵ اس مابین میں قہاں لب کی خوشوش و فح کرنے کی غرض سے چند سرایا روانہ کئے گئے جن میں خیف
 و طایاں ہوئیں۔ وہ سرایا حسب ذیل ہیں۔ سر یہ حضرت ابو بکر بنیان سے۔ ج میں غی کلاب کی طرف یہ سرتو
 روانہ ہوا۔ خیف و طائی ہوئی۔ کچھ آدمی مرے کچھ قید ہوئے۔ سرتو تیرہ حضرت عمر بنی آدمیوں کے ساتھ
 روانہ ہوئے مگر دشمن ہاجا گئے۔ کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ سر یہ اسامہ بن زید۔ یہ سر یہ حبہ کی طرف روانہ ہوا
 لڑائی نہیں ہوئی۔ صرف ایک شخص ملا جس پر اسامہ نے تلوار طائی۔ اس نے کلہ پڑھا۔ یہ سمجھے کہ اس وقت
 کا ایمان قبول نہیں۔ اس کو قتل کر ڈالا۔ آنحضرت نے یہ منظر اساتذہ پر مناسبت علی ظاہر فرمایا۔ ۱۶

قریش کے مشہور جنرل خالد بن ولید کو جس نے جنگ ۴۵ میں مسلمانوں کو غنا کر دیتے ہیں
کچھ کسرباتی نہ رکھی تھی عثمان بن ابی طلحہ جس کے پاس غنا کعبہ کی کتیاں رستی تھیں اور
عمرو بن العاص جو قریش کا عجیب غریب چلتا پڑھ تھا ان تینوں بزرگوں کو جذبہ صادق
مدینہ کیلئے لایا اور شرف اسلام سے فارز کر دیا۔

سیرۃ مروتہ جمادی الاول

آنحضرت نے آن چار بادشاہوں کے علاوہ جن کا ذکر
اوپر ہو چکا ہے یمامہ، بحرین، عمان وغیرہا صوبجات عرب
کے مختلف فرمان رواؤں کے نام بھی ہدایت نامے
ارسال فرمائے تھے ان میں سے شاہ عمان نے اسلام قبول کر لیا۔ باقی حاکموں نے قاصدوں کو
واپس کر دیا۔ صرف ایک قاصد حارث ازدی جو حاکم بصری کے پاس بھیجا گیا تھا موتہ کے مقام
پر جو شام کے علاقہ میں ہے عثمان کے سردار شرجیل کے ہاتھ سے بلا محاذ اس کے کہ قاصدوں
سے کبھی کسی حاکم نے تعرض نہیں کیا مارا گیا۔ بے گناہ حارث کی شہادت کی خبر جب مدینہ میں
پہونچی اہل اسلام اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے کو کمر بستہ ہو گئے۔ آنحضرت نے مین ہزار
مسلمانوں کو جن میں حضرت خالد بن ولید بھی شامل تھے بسر کر دی حضرت زید بن حارثہ غسانیوں
کی طرف روانہ فرمایا۔ حاکم عثمان بجائے اس کے کہ تلافی امات کرتا اپنے قرب و جوار کے
عیسائی قبائل عرب کو جمع کر لایا اور قیصر روم کو لکھ کر رومیوں کے چند دستے بلوا کر ایک قہار
فوج کے ساتھ مقابلہ کو روانہ ہوا۔ مسلمانوں نے اس زبردست فوج کے مقابلہ میں نہایت
دلیری سے صف بندی کی اور ہولناک جنگ شروع ہو گئی۔ دشمن کی فوج کثیر العدد ہو نیکی
علاوہ فن جنگ میں بھی اعلیٰ قابلیت رکھتی تھی کیونکہ ان میں رومیوں کی شاہی فوج کا ایک
حصہ بھی شامل تھا جس نے ابھی ابھی ایران کی ایسی زبردست سلطنت کو تہ دالا کر دیا تھا
یہ سب کچھ تھا کہ شجاعان اسلام کسی سے دہنے واپے نہ تھے سردار لشکر حضرت زید بن حارثہ
مقتول ہوئے کہ دشمنوں کی مجموعی تعداد قریب ایک لاکھ کے ہو چکی تھی ۶۲

جو سابقین اولین میں سے تھے مسلمانوں کو جو ش دلاتے ہوئے بڑے اور خود ہی میدان
 میں نکل پڑے اور سخت رطائی کے بعد شجاعت کی پوری داد دیکر شدید ہو گئے یہ دیکھ کر
 حضرت جعفر بن ابی طالب نے علم اسلام اٹھایا اور نہایت دلیری سے دشمنوں پر حملہ پر حملہ
 کرنا شروع کیا۔ آخر اعدائے مذہب میں آگے اور چاروں طرف سے تیر اور نیزوں سے سخت
 زخمی ہو گئے اور دایا ہاتھ تلوار سے جدا ہو گیا آپ نے جلدی سے قلم دوسرے ہاتھ سے لکڑیا
 مگر جب وہ بھی الگ ہو گیا اپنے دونوں بازوؤں کو ملا کر علم کو سیکنہ لگایا یہاں تک کہ
 مکر پر تلوا کے ایک کابری زخم لگنے سے روح مبارک پرواز کر کے اعلیٰ علین کو پہنچی۔ یہ
 دیکھ کر حضرت عبداللہ بن رواحہ بیتا بٹے اور جلدی سے علم اسلام اٹھایا اور زور شور سے
 کافروں پر حملہ کیا اور بہتوں کو مار کر آخر خود بھی شدید ہو گئے مسلمانوں کے اب قدم دنگا گئے
 اور میدان سے پیچھے ہٹتے ہی تھے کہ حضرت خالد بن ولید جھلا کر آگے بڑھے اور علم اسلام بلند
 کر کے مسلمانوں کو بہت دلا کر غیظ و غضب میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور اپنی جرات اور
 شجاعت کے جوہر دکھانے لگے آس دن نو تلواریں اس دلاور سردار کے ہاتھ سے ٹوٹیں
 یہاں تک کہ دشمنوں پر رعب چھا گیا مگر رومیوں نے میدان نہ چھوڑا آخر رات کی تاریکی نے
 دونوں فوجوں کو دم لینے کی مہلت دی۔ علی الصبح فریق جنگ کے ماہر حضرت خالد نے لشکر
 آہستہ کرتے وقت صفوں کی ترتیب کو بالکل پلٹ دیا یعنی کل جو لوگ آگے لڑ رہے
 تھے ان کو پیچھے بچھایا اور پیچھے والوں کو آگے اس طرح صفوں کو اسی صورت سے جایا کہ
 دشمنوں کو یہ معلوم ہوا کہ شاید کوئی تازہ دم فوج ان کی مدد کو آگئی۔ صفوں کو درست کر کے
 حضرت خالد شیر غراں کی طرح دشمنوں پر چھپے اور جان توڑ کر لڑنے لگے۔ کفار گزشتہ جنگ
 کا ہونا ک گشت دنوں دیکھ کر مروع ہو گئے تھے اب مسلمانوں کی مدد پہنچ جانے کے ذہنی
 خیال اور حضرت خالد کے قیامت خیز حلوں سے خائف ہو گئے اور بے اختیار میدان سے
 ہٹ گئے۔ حضرت خالد نے نہایت دور اندیشی سے تعاقب مناسب نہ جانا اور میدان حریت لینا

اور اسلام کی دھاک بٹھادینا کافی سمجھ بکھ باقی نامزدہ مسلمانوں کو جو اس ہولناک معرکہ میں شہداء
سے بچ گئے تھے ساتھ لیکر آنحضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور اپنی یادگار جانفشانی
کے صلہ میں سیف اللہ کا لقب ماہل کیا۔

غزوہ فتح مکہ رمضان ۱۱ھ

آنحضرت کو قریش مکہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا کہ صلح حدیبیہ کے
موافق دس برس تک چین سے بیٹھے ذہنگے اور کچھ فساد نہ کریں گے مگر
دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ قریش نے عہد شکنی کی۔ من جملہ
شرائط معاہدہ حدیبیہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو قومیں چاہیں اس معاہدہ میں آنحضرت کے
ساتھ شامل ہو جائیں اور جو قومیں چاہیں قریش سے مل جائیں۔ چنانچہ بنو خزاعہ آنحضرت کے
ساتھ اور بنو بکر قریش کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہو گئے۔ یہ دونوں قبیلے مدت سے
ایک دوسرے کے دشمن تھے اور آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ بنو بکر نے موقع پا کر اپنے
قدیم دشمن پر حملہ کرنا چاہا۔ قریش نے پچکے پچکے ہتھیاروں سے مدد کی اور ایک جماعت بھیجی
جس میں عکرمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ سرداران قریش شامل تھے اپنے چہرے
کو نقابوں سے چھپا کر بنو بکر کے ساتھ ہو کر بنو خزاعہ پر غیابہ مارا اور ان کے بہت آدمی
جان سے مار ڈالے۔ بنو خزاعہ سخت نقصان اٹھا کر بھاگے اور حرم کعبہ میں جہاں مشرکین
عرب بھی کشت و خون حرام سمجھتے تھے پناہ لی۔ نوفل سردار بنو بکر نے وہاں بھی ان کا
پیچھا نہ چھوڑا اور کہنے لگا ”آج کے دن خدا کوئی چیز نہیں چھوڑے گا بلکہ لینا چاہئے“ ناچار
بنو خزاعہ نے ذہیل بن ورقہ کی پناہ لی اور اپنے ایک سردار عمرو بن سالم کو چالیس
آدمیوں کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں یہ سانحہ عرض کرنے اور مدد طلب کرنے کے
واسطے بھیجا۔ جس وقت بنو بکر کے ظلم و ستم اور قریش کی عہد شکنی اور فساد کی اطلاع آنحضرت
کو ہوئی آپ اپنے ہم عہدوں کی امانت کے واسطے آمادہ ہو گئے۔ اور قریش عہد شکنی
کو کر بیٹھے مگر معافیہ انداز نہ ہوا کہ آنحضرت کو خبر ہو چکی تو آپ مندر اس کا بدلہ لینے پس

ابوسفیان معذرت اور دوبارہ عہد کرنے کو مدینہ میں آیا۔ مگر ان فسادوں سے جنوں نے
 عہد شکنی کو کبیل سمجھ لیا تھا معذرت قبول کر کے جدید معاہدہ کرنا تھا مگر ایسی حالت میں
 جبکہ بنو بکر کے ساتھ ہو کر انہوں نے بنو خزاعہ کے بہت لوگوں کو قتل کر دیا تھا اور ان پر
 بے انتہا زیادتی کی تھی بالکل خلاف تھا۔ اس لئے، اررمضان المبارک ۳۳ھ کو آنحضرت
 مہاجرین اور انصار اور قبائل عرب کی ان قوموں کو جو مسلمان ہو گئیں یا مسلمانوں کی
 حلیف تھیں ساتھ لیکر بارہ ہزار کی جمیعت مکہ کی طرف کوچ فرمایا اور سخت ناکہ بندی
 کر دی کہ قریش کو خبر نہ ہو۔ مگر انظران میں جہاں سے مکہ چار فرسنگ رہ جاتا تھا پھر بنو بکر
 آنحضرت نے حکم دیا کہ شب کو ہر شخص اپنے اپنے سامنے الا و روشن کر کے بیٹھے تاکہ قریش یہ
 نظارہ دیکھ کر مرعوب ہو جائیں اور جنگ سے باز آئیں۔ اس شب کو ابوسفیان دو اور ہزار
 قریش کو لیکر مکہ سے نکلا تاکہ لشکر اسلام کی خبر لائے۔ جس وقت ان لوگوں کو ٹیلہ پر سے
 مگر انظران کا لٹ و دق میدان ایک عظیم الشان دریائے آتین نظر آیا آنحضرت خیر
 ہو گئیں اور ہاتھ پاؤں پھول گئے اسی شب کو حضرت عباس عم رسول اللہ مکہ کی راہ پر
 چلے تاکہ اگر کوئی قریشی مجھے تو اس کو سمجھا دیں کہ اب بھی غنیمت ہے قریش امن کے
 طالب ہوں ورنہ اپنے ہاتھوں آپ تباہ ہو جائینگے جس وقت آپ اس ٹیلہ کے قریب
 پہنچے ابوسفیان کی آواز پچا نکر پکارا۔ ابوسفیان قریب آیا اور گہرا کرکٹ لگا اب کیا کیا
 جائے۔ حضرت عباس نے فرمایا بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر
 ہو جاؤ۔ چنانچہ اپنے اس کو اپنے حجر پر بٹھالیا صبح کو ابوسفیان نے حضرت عباس کے سجھائے
 بچھلنے سے آنحضرت کے سامنے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ اپنے اس کو دمان دی اور
 ارشاد فرمایا کہ مکہ میں جا کر اعلان کر دے کہ جو کوئی شخص تیرے گھر میں پناہ لے یا اپنا
 ہور واہ بند کر کے بیٹھ ہے یا حرم کعبہ میں پناہ لے یا سبھتیار ڈال کر کچھ تعرض نہ کرے ان
 سب کو دمان دی جاتی ہے یا ستمناے نو آدمیوں کے جو واجب قتل ہیں ان کو

آدمیوں کا مفصل حال بعد کو تحریر ہوگا

الغرض لشکر اسلام وہاں سے نہایت کمزور کے ساتھ روانہ ہوا۔ آنحضرت نے جس وقت رفیقوں کو اس شان و شوکت کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا وہ وقت یاد کیا جب آنحضرت برس پیشتر اسی شہر سے موزیوں کے پنجہ سے بچ کر نہایت بے بسی سے اپنی جان نیکم نکلے تھے اور تین دن تنگ تار یک غارتور میں سخت مصیبت کی گھڑیاں کاٹتے رہے تھے اس بکیسی کی حالت کو اس خدا داد شوکت کا مقابلہ کر کے آپ بہت متاثر ہوئے اور نہایت خضوع اور شوع کے ساتھ قادر مطلق کی درگاہ پاک میں سر نیاز خم کر کے سجدہ شکر بجالائے اور حمد و ثنا اور سبح و تہلیل پڑھتے ہوئے بڑے اور فوج کے کئی حصہ کر کے مکہ کو چار طرف سے گھیر کے داخل ہونے لگے۔ قریش مقابلہ بے سود سمجھ کر اپنے دروازے بند کر کے بیٹھ رہے مگر بانی فساد و فساد بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ وغیرہما قبیلہ بنو بکر اور جو انان قریش کی ایک جماعت ساقدار لے کر نکلے اور حذمہ کے مقام پر جد ہرے حضرت خالد بن ولید ایک ہزار سواروں کے ساتھ داخل ہو رہے تھے سر راہ انکر مقابلہ شروع کر دیا۔ حضرت خالد نے غصہ میں آکر تلوار نکال لی اور لڑائی شروع ہو گئی دو مسلمان اور اٹھائیس آدمی بنو بکر اور قریش کے مارے گئے۔ آخر دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ بعض غاروں اور دروں میں چھپ رہے اور بعض اپنے گھر بھاگ آئے اور دروازہ بند کر کے بیٹھ رہے۔ پھر کسی گروہ سے مقابلہ نہیں ہوا اور آنحضرت لشکر اسلام کے ساتھ مکہ میں داخل ہو گئے اور پہلے بیت اللہ کی طرف چلے جس کو اس کے بانی حضرت ابراہیم کی تعلیم کے برخلاف بشرکین نے ”بیت البصم“ بنا رکھا تھا۔ اب وہ وقت آگیا کہ بیت اللہ ان نجاستوں سے پاک ہو جائے اور ہمیشہ کے واسطے اس وحدہ لا شریک خدا کی عبادت کے واسطے جو مکان اور جنت سے منزه اور فہم و ادراک سے اعلیٰ اور ارفع ہے مخصوص کر دیا جائے شرک جلی اور خبی کا مٹانے والا توحید کامل کا تعلیم دینے والا بنی آدمی بڑھا جائے الحق و نہی الباطل کی تربیت صدرا گو خجہ نگہی اور علمت و علل خداوندی کے زلزلہ سے وہ سب

جو کبھی خود موجود تھے اب بچے مبعود کے سامنے منکسر بل آ رہے اور چشمِ زدن میں نیا دنیا ہو گئے۔

جس وقت کبہ کو بتوں سے پاک کر کے آنحضرتؐ باہر تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ قریش کلمہ اس خیال سے کہ دیکھیں اب ہمارے حق میں کیا فیصلہ ہوتا ہے اور ہمارا ظلم و ستم اور فتنہ فساد کیا روز بد دکھاتا ہے گنہگاروں کی طرح سترھ کلمے کھڑے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ لوگو تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا؟ ایمان قریش نے نہایت عاجزی سے عرض کیا "اے نیک برادر ہم تیرے بس میں ہیں" نبی کریمؐ نے ان تمام اذیتوں سے جو ان ناقدروں کے ہاتھ محض انھیں کی فلاح دارین کے واسطے سہی تھیں درگزر فرما کر مکہ راft اور ترم سے آبدیدہ ہو کر ارشاد فرمایا لا تقرب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین یعنی آج تم پر کچھ الزام اور ملامت نہیں خدائے مہربان کو معاف کرتا ہے اور وہ بڑا رحم کرنے والا ہے اذھبوا انتم الطلقاء جاؤ میں نے تم سب کو چھوڑ دیا۔ بعد ازاں آپ نے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد دیر تک وعظ اور نصیحت فرماتے رہے اور قہقہے اور پرہیزگاری کی تلقین فرمائی۔ قریش ان نصائح کو ہجرت کے پیشتر بھی سنا کرتے تھے مگر تعصب اور جہالت کبر و نخوت کی وجہ سے کبھی توجہ نہ کی اب جبکہ ناصح مشفق کی نصیحت و کھلی حجابِ ظلمت اٹھ گیا سخت دل نرم ہو گئے اور نمازِ نظر کے بعد جب آنحضرتؐ کو ہ صفایہ تشریف فرما ہوئے۔ جوق جوق خدمتِ احمدؐ میں حاضر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے مردوں کے بعد زنان قریش جن میں ہند زوہہ البوسنیان بھی شامل تھیں حاضر ہوئیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش کی توہین کرنے والی ہند کی خطا معاف فرمائی اور ان سب کو اسلام کی تلقین کی۔

وہ تو آدمی جن کے قتل کا آنحضرتؐ نے مکہ میں داخل ہونے سے پیشتر اعلان کیا تھا ان میں سے ایک عبداللہ بن ابی مرثد تھا یہ شخص پہلے مسلمان ہو گیا تھا اور وہی کی

اکنایت کیا کرتا تھا مگر اپنی جنابت سے الفاظ بدل دیا کرتا تھا جس وقت اس کی یہ چالاکي آنحضرت کو ظاہر ہو گئی عبداللہ مدنی سے بھاگا اور مکہ میں آکر قید ہو گیا۔ اب جبکہ اس کے قتل کا اعلان ہو چکا اپنی جان بچانے کے لئے حضرت عثمان کے پاس جو اس کے رضاعی بھائی تھے چھپ رہا۔ حضرت عثمان نے حق رضاعت کے خیال سے اس کو حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر کیا اور یہاں تک منت سماجت کی کہ رسول اللہ نے اس کی جان بخشی کر دی۔

دوسرا شخص عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ اس نے ہر معرکہ میں قریش کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کو بہت ستایا تھا اور اسلام کے منانے کی کوشش میں اپنے باپ ابی جہل سے کچھ کم نہ تھا۔ بنو خزاعہ پر اسی نے قریش کی طرف سے چھاپہ مار کر عہد شکنی کی تھی۔ فتح مکہ کے دن حضرت خالدؓ سے شکست کھا کر بھاگا۔ ام حکیم اس کی بیوی آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ایمان لا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے شوہر پر رحم کیجئے اور اس کو جان کی امان دیجئے کہ میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ آپ نے اسکی استدعا کو قبول فرمایا۔ مکر مہنے ہنس وقت اپنی بیوی سے یہ حال سنا آنحضرت کے عفو و کرم نے متحیر ہو کر دل سے تصدیق رستا کرتے ہوئے خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور مخلص محبوں میں داخل ہو کر مرتے دم تک نہایت پاکبازی سے بسر کر کے اسلام کی خدمت میں سرگرم رہے۔ بھان اللہ ابو جہل کا بیٹا اور ایسا صاحب ایمان یہ صرف فیض محبت نبویؐ کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ کیوں نہیں سے

کمال ہم نشین درمن اثر کرد

وگر نہ من ہماں خا کم کہ مستم

تیسرا شخص ہیار بن الاسود تھا جس نے رسول اللہ کی بیٹی حضرت زینبؓ زوجہ ابوالعاص کو جبکہ وہ جنگ بدر کے بعد مکہ سے مدینہ آرہی تھیں شیدہ کر ڈالا تھا۔ فوج مکہ کے دن یہ شخص چھپ رہا مگر بعد کو آنحضرت کی خدمت میں یکایک کلمہ پڑھتا ہوا حاضر ہوا اور کہنے لگا

یا رسول اللہ میں اب بہت شرمسار ہوں آپ مجھے معاف فرمائیں۔ کریم لہنس نبیؐ نے مبارک
 جھکالیا اور فرمایا میں نے تجھ کو معاف کیا اب تو کیوں شرمندہ ہے اسلام سب پہلے گناہوں
 کو نیت دنا بود کرتا ہے۔

چوتھا شخص ابنِ خطل اور پانچواں مقیس بن صبابہ چٹا الحارث بن نفیل تھا۔ اول کے
 دونوں شخص مرتد ہو کر مدینہ سے بھاگ آئے تھے ابن خطل نے ایک مسلمان غلام کو مار ڈالا
 تھا اور مقیس نے ایک نصاریٰ کو الحارث بھی مجرموں میں تھا۔ یہ تینوں آدمی ایمان نہیں
 لائے اور مسلمانوں نے ان کا پتہ لگا کر قتل کر ڈالا۔

ساتویں آٹھویں اور نویں تین عورتیں تھیں جنہوں نے خون کیا تھا ایک سارہ مولاء
 بنی عبد المطلب اور دو ابن خطل مقتول کی گالنے والی لونڈیاں۔ سارہ اور ایک لونڈی حنا
 بہو گئیں اور ایمان لاکر گنج گئیں مگر دوسری لونڈی نے اسلام قبول نہ کیا اور مسلمانوں نے
 اس کا پتہ لگا کر قصاص میں مار ڈالا۔

مکہ فتح ہو جانے کے بعد آنحضرتؐ نے اسی مہینہ میں غرمی سواع اور منات تین مشہور تہوں
 کو جن کی پرستش کرنے والے اب مسلمان ہوتے جاتے تھے توڑوا دیا اور بت پرستی کے زہر
 ریشہ کو اکھاڑ کر حق پرستی کے کھیت کو ہر ہرا کر دیا۔ بعد ازاں مختلف قبیلوں میں صحابہ کو غلط
 اور نصیحت کے لئے بھیجا قبائل عرب جو اب تک قریش مکہ کے انجام کے منتظر تھے حق کی فتح دیکھ کر

۱۵ مرحوم مرسید فیہ القرآن جلد چارم سورہ توبہ صفحہ ۹۹ میں تحریر فرماتے ہیں: الحارث اور ان دونوں گانے
 راہیوں میں سے ایک گانے والی کے مارے جانے کی وجہ ہم کو معلوم نہ ہوئی۔ بعض علماء سے میں نے سنا کہ ان دونوں
 کو بھوس کسی خون کے قصاص مار ڈالا، الاہم کو کہیں اس کی تصریح نہ ملی مگر یقین ہے کہ ان دونوں پر کوئی ایسا
 جرم تھا کہ جس کی سزا بجز قتل کے اور کچھ نہ تھی خصوصاً ان دو گانے والیوں میں سے ایک کے مارے جانے کی سزا
 کوئی ایسی وجہ ہوگی جس سے اس کا قتل کرنا لازمی ہوگا کیونکہ آنحضرتؐ کی بیٹہ یہ ہدایت تھی کہ کوئی عورت ہنر
 قصاص کے اور کسی طرح برباد نہ ماری جائے۔“

جو جو جو مسلمان ہونے لگے اور صحابہ نے دین حق کی اشاعت میں نہایت زحمت اور سہولت سے کام کیا۔ صرف حضرت خالد نے نانہمی سے ایک قبیلہ پر بہت زیادتی کی جسکی تفصیل یہ ہے:-

جس وقت حضرت خالد اپنی جماعت کے ساتھ قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف جن میں اسلام پھیل چلا تھا گئے وہ لوگ اس خیال سے کہ کسی دشمن نے حملہ کیا ہے ہتھیار لے کر نکلے مگر جس وقت

سر یہ خالد بن ولید
شوال ۸

آہوں نے مسلمانوں کو دیکھا رک گئے۔ حضرت خالد نے پوچھا تم مسلح ہو کر کیوں آئے آہوں نے وجہ بیان کی۔ خالد نے کہا اچھا ہتھیار ڈال دو آہوں نے ہتھیار ڈال دیے پھر آنے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو آہوں نے بجائے اس کے کہ ”اسلما“ یعنی چمیلان ہو گئے ہیں ”جہانا“ یعنی ہم بے دین ہو گئے ہیں کہا۔ اس کہنے سے ان کا یہ مطلب تھا کہ ہم نے اپنا پہلا مذہب بہت پرستی چھوڑ دیا۔ لیکن اس زمانہ میں جب کوئی مسلمان اس لفظ کو کہتا تو اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا کہ ہم کافر ہو گئے۔ آتش فزج خالد نے جن کو ابھی مسلمان ہوئے دو برس بھی نہیں ہوئے تھے یہ منکر حکم دیا کہ ان سب کو قید کر لو اور صبح کو ان کے قتل کا حکم دیا۔ مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ وہاں تھے آہوں نے خالد کے اس بجا حکم کو نہ سنا اور اپنے اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیا مگر بنو سلیم نے جو مال میں مسلمان ہوئے تھے اپنے قیدیوں کو قتل کر ڈالا جس وقت آنحضرت نے یہ حال سنا خالد پر نہایت غصہ ہوئے اور چلا کر کہا۔ ”خداوند! جو کچھ خالد نے کیا میں اس سے بالکل بری ہوں کا یہ نیکر آپ نے فوراً حضرت علیؑ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا ان کے مقتولوں کی دیٹ ادا کی اور ان کے آسٹو پوچھنے میں کوئی دقیقہ آٹھانہ رکھا۔“

غزوہ حنین شوال ۸
کنتع ہو جانے سے قریش کا اگر چہ فتنہ دفع ہو گیا اور بہت سے قبائل عرب بھی جو قریش کے انجام کے

منتظر تھے ملیح ہو گئے مگر ہوازن اور ثقیف کے دو مشورہ دی قبیلہ جن کی سرحد مکہ سے
 ملی ہوئی تھی مخالفت کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ قبیلہ بڑے جری اور جنگجو تھے۔ ملائیت کی
 سرسبز اور شاداب اراضی ان کے قبضہ میں تھی جس کی سبب نشہ دولت سے مست ہو کر
 کسی کو کچھ نہ سمجھتے تھے۔ فتح مکہ کی خبر سن کر کہنے لگے کہ محمدؐ نے ایسی قوم پر فتح پائی جس کو فن
 جنگ کی مہارت نہ تھی۔ اب قبل اس کے کہ ہمارے معاملات میں دخل دیا جائے ہم خود
 پیش قدمی کر کے اسلام کا زور توڑ دیتے ہیں۔ الغرض ہوازن اور بنی ثقیف نے اکٹھا
 ہو کر اور اپنے ہم سوگند مختلف قبائل بنی مضر بنی ہلال وغیرہا کو ساتھ لیکر چار ہزار کی جمعیت
 سے بسر کر دکی مالک بن عوف نضری مکہ کی طرف کوچ کیا۔ ان لوگوں نے اپنے اہل عیال
 اور اپنا سارا مال و اسباب اور مویشی ہمراہ لے لئے تاکہ بمصدق "مال عرب پیش عرب"
 بے فکر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ اوٹھاس کے مقام پر جو ایک نہایت محفوظ تنگ اور پتھریلی
 جگہ ہے لشکر نے قیام کیا۔ آنحضرتؐ نے اس شورش کی خبر سن کر بارہ ہزار کی جمعیت سے ہوشیار
 ہو کر مکہ سے اوٹھاس کی طرف کوچ کیا دشمن نے پیشتر ہی سے وادی حنین پر جو مکہ سے شمال
 مشرق کی طرف دس میل کے فاصلہ پر ہے نہایت تیزی سے بڑھ کر قبضہ کر لیا تھا اور ناکہ پر
 جو ایک تنگ اور دشوار گزار درہ تھا گھات لگا کر چھپ رہا۔ اہل اسلام اپنی کثرت اور
 دشمن کی قلت سے مطمئن تھے کہ فتح آسانی سے حاصل ہو جائیگی۔ اس لئے نہایت بے فکری
 سے بڑھے آتے تھے۔ آنحضرتؐ نے وادی حنین کے قریب پہونچ کر لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم
 دیا اور ایک ایک گروہ آگے پیچھے درہ سے گزرنے لگا سب سے پہلے حضرت خالدؓ قبیلہ بنو سلیم کو
 لئے ہوئے درہ میں داخل ہوئے کہ یکایک ہوازن کے کماندار اپنی اپنی کمین گاہوں
 سے نکل پڑے اور ایک ساتھ چاروں طرف سے تیروں کی بوچھا کر دی اور ایسی تیز دستی
 اور قہر رانہ بازی دکھائی کہ لشکر خالدؓ جس میں بخت دی لوگ تھے جو حال میں مسلمان
 نہ تھے انہارہ ہے اس آیت کی طرف اِذَا أَحْبَبْتُمْ لَكُمْ كَثْرَتَكُمْ فَلَمْ يُغْنِ عَنْكُمْ كَثْرَتُهُمْ (سورہ توبہ: ۱۰)

ہوئے تھے منتشر ہو گیا اور نہایت بدحواسی سے جاگا مسلمانوں کے گروہ جو آگے پیچھے آئے
 تھے ان لوگوں کا یہ حال دیکھ کر اپنے آپ کو سبھال نہ سکے اور نہایت بے ترتیبی سے منتشر
 ہو گئے۔ اور ہوازن تیرہ تے ہوئے بڑے لشکر میں غیب تلکھ گچ گیا اور ایک دوسرے کی
 خبر نہ رہی۔ آنحضرت نے یہ دیکھ کر جو شش شجاعت میں اپنے اشتر کو تیز کیا اور انا البشی
 لا کذب انا ابن عبد المطلب کا رجز پڑھتے ہوئے کفار پر حملہ کرنے کو بڑے مگر حضرت
 عباسؓ آپ کے چچانے فوراً رکاب تھام لی۔ تب آپ نے فرمایا کہ میرے جانناز ماجر اور وفا
 انصار کو پکار دو۔ حضرت عباسؓ نے نہایت بلند آواز سے پکارنا شروع کیا۔ اے گروہ انصا
 اے بیعت رضواں کرنے والو۔ اے سورہ بقرہ پر ایمان لانے والو اور آؤ، اصحاب نبی
 فوراً دلبیک دلبیک کہتے ہوئے دوڑے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رسول کے گرد جمع
 ہو گئے اور تلواریں سونت کر دشمنوں پر جنہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی تھی زور شور کے
 ساتھ برس پڑے اور ایک ہی حملہ میں حریف کی ساری تیرہ دستی اور قدر اندازی کو آپ
 شمشیر سے دھو کر اپنی خدا داد شجاعت کے جوہر دکھا دیے۔ آخر ہوازن بھاگے اور مسلمان
 نے درہ میں گھس کر ایک سخت مقابلہ کے بعد دشمنوں کو چراگندہ کر دیا جن میں سے ایک
 گروہ اپنے سردار مالک بن عوف کے ساتھ طائف کے مستحکم قلعہ کی طرف بھاگا اور دوسرا گروہ
 اوٹاس کی طرف اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو بچانے کو دوڑا۔ آنحضرت نے فوراً
 ابو عامر اشعری کو کچھ فوج دیکر مغزورین کے تعاقب میں اوٹاس کی طرف بھیجا۔ ہوازن نے
 پھر مگر مقابلہ کیا اور ایک خوشخوار معرکہ کے بعد جس میں حضرت ابو عامر شہید ہو گئے مسلمانوں
 نے فتح پائی اور دشمنوں کے اہل و عیال اور مال و اسباب سب پر قبضہ کر لیا۔ خود آنحضرت
 بہ نفس نفیس طائف کی طرف بڑے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ والے اپنے اہل و عیال اور
 سارا مال و اسباب کھو کر اب جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور مرنے مارنے پر تیار ہو گئے کہ اسی
 اثنا میں فیصل بن عمرو دوسے جن کو آنحضرت نے ذوالکینین کے بتخانہ کو توڑنے کے واسطے

بیجا تاجار سو آدمیوں کے ساتھ آلات قلعہ کشائی منجیق اور دبابہ لیکر خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ مگر حضرت رسول خداؐ نے اس خیال سے کہ اہل طائف اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو پیٹنے اور اتنی مصیبتیں اٹھانے کے بعد خود ہی مطیع ہو جائیں گے (چنانچہ یہی ہوا) جب کہ بعد کو بیان ہو گا) سوال کی آخری تاریخ کو محاصرہ اٹھا لیا۔ اور مقام جعرانہ میں جہاں خنین اور ادھاس کے غنائم جمع کئے گئے تھے تشریف لائے چوہیں ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اونٹنیہ چاندی علاوہ قیدیوں کے غنیمت میں ہاتھ آئی تھی۔ آنحضرتؐ نے اس خیال سے کہ مہاجرین اور انصار دولت ایمان سے مالال ہیں اس لئے قریش کو ہن میں نو مسلم تھے اور بعض ایمان نہیں لائے تھے مگر اس جنگ میں قومی حمیت کے لحاظ سے آنحضرتؐ کے شریک ہو گئے تھے تالیف قلوب کی غرض سے مال غنیمت سے بڑے بڑے حصے دیئے اس مابین میں ہوا زن نے اپنے چند سرداروں کو آنحضرتؐ کی خدمت میں اسی جعرانہ کے مقام پر پروا نہ کیا اور اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ آپؐ ان کی حالت پر رحم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جس قدر قیدی میرے اور میرے خاندان بنی عبدالمطلب کے حصہ میں آئے ہیں ان سب کو میں بخوشی چھوڑ دوں گا۔ لیکن تم دیکھتے ہو کہ اب میرے ساتھ کن کن طبیعتوں کے لوگ ہیں اگر صرف مہاجر و انصار ہوتے تو وہ میرے قدم بہ قدم چلتے۔ اس لئے بہتر ہے کہ کل علی اصباح نماز فجر کے بعد مجمع عام میں تم اپنی درخواست پیش کرنا اس وقت کوئی صورت حل آئیگی۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد سرداران ہوا زن نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے واسطے عرض کیا۔ آنحضرتؐ ارشاد فرمایا میں نے اپنے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ کے قیدی تم کو بلا کسی معاوضہ کے بخش دیئے۔ بنی مکرم کا یہ رجحانہ برتاؤ دیکھ کر مہاجرین و انصار جن کے قلوب میں محبت نبویؐ منور ہو گئے تھے نہایت متاثر ہوئے اور سب ایک ساتھ عرض کرنے لگے

قیدیوں کی
رہائی

اے اوقیہ پائیس دم ہم کے برابر ہوتا ہے۔ ایک دم قریب چار آنے کے۔ اس لئے کل رقم قریب

پائیس چار روپیہ کی ہوئی ۱۱

لگے۔ یا رسول اللہ ہم نے بھی اپنے اپنے حصے سب قیدی بلا معاوضہ بخندے۔ اب نہ
 نبی سلیم اور نبی فزارہ وغیرہا قبائل عرب اور وہ لوگ جو حال میں مسلمان ہوئے تھے باقی
 رہ گئے جنہوں نے قیدیان جنگ کے ساتھ ایسا ریمانہ برتاؤ نہ دیکھا تھا یہ سنا اس لئے پس
 پیش کرنے لگے مگر آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو بھی فی قیدی چھ اونٹ اپنی طرف دے کر
 راضی کر لیا اور ہوازن اور ثقیف کے تمام قیدیوں کو پہنے کے کپڑے عطا کر کے آزاد کر دیا۔
 اور اس طرح اس آیت قرآنی کی جو فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی کہ **إِنَّمَا مَنَّا بَعْدُ وَأَمَّا**
فَدَاءُ یعنی اب قیدیان جنگ کو بار احسان رکھ کر چھوڑ دیا فدیہ لیکر سورہ فتح پارہ ۲۷
 عملی تفسیر کر کے شق اول یعنی احسان رکھ کر چھوڑ دینے کی گریمانہ طرز عمل کی ترغیب دلائی۔
 ان قیدیوں میں علیم دانی کی بیٹی شیمابھی تھیں جس وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر
 ہوئیں اور اپنا حال بیان کیا آپؐ نہایت شفقت سے اپنی روئے مبارک بچا دی اور
 اس پر شیماکو بٹایا اور اپنے رضاعی ماں باپ کا جن کا انتقال ہو چکا تھا حال پوچھتے رہے
 بعد ازاں شیماکو بہت کچھ دے دلا کر غوث اور احترام کے ساتھ ان کی خواہش کے موافق
 ان کے قبیلہ میں بھیج دیا۔

مالک بن عوف سردار ہوازن و ثقیف نے جس وقت قیدیوں کی آزادی کا حال
 سنا بہت متاثر ہوا اور اسی مقام حبرانہ میں خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور ذوق و
 شوق کے ساتھ کلمہ شہادت زبان پر لا کر ایمان لایا اور یہ پشعار بے ساختہ عرض کئے
 اے اس آیت نے تمام انسانوں کو نوڈی اور غلام ہونے سے آزادی دی ہے اور لڑائی کے تمام قیدیوں کی
 جانوں کو بچا ہے کہ اس کے بعد لڑائی کا کوئی قیدی قتل نہیں ہو سکتا اور کوئی قیدی خون و مرد و لڑکا اور
 لڑکی نوڈی اور غلام نہیں بنائے جاسکتے اور لڑائی کے قیدیوں کے ساتھ پھر اس کے کہ ان پر احسان
 و کھل دیا فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اور کو نہیں کیا جاسکتا اسلام کے لئے یہ ایک ایسا فریب کہ کسی ابد مذہب کے
 لئے نہیں۔ تفسیر القرآن سرسید مرحوم جلد چہارم سورہ توبہ صفحہ ۹۹

مَا اَنْ سَرَايَتِ وَلَا سَمِعَتْ مِثْلَهُ فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ مِثْلَ مُحَمَّدٍ

اَوْ فِي وَاَعْلَى الْجَزَلِ اِذَا اجْتَدَى وَمَتَى تَشَاءُ يَخْبِرُكَ عَمَّا فِي عِلِّ

ترجمہ میں نے آپ کے مثل نہ دیکھا یہ سنا تمام آدمیوں میں محمد سے زیادہ عمدہ پورا کرنے والے اور بہت زیادہ داد دہش کھائے ہیں جبکہ تو نگرہوں اور آئینہ کی خبر دینے والے جب کہ کسی کو دریافت کرنا ہو

قیم غنائم کے بعد بعض انصار مدینہ گئے کہ آنحضرتؐ نے اپنی قوم اور قبائل عرب کو مالانہ کر دیا مگر ہم پر اس قدر نوازش نہ کی حالانکہ ہم نے وفا شکاری کا پورا حق ادا کیا ہے۔ یہ سنکر حضرت رسولؐ خدا نے تمام انصار کو بلا کر اپنے خیمہ میں جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ کیا بات ہے جس کا تم لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے۔ راستہ گو انصار نے جواب دیا ہمارے سرداروں نے ایسا نہیں کہا مگر ہمارے چند تیر طبیعت جو انوں نے ایسا کہا ہے۔ اپنے فرمایا۔ سنو میرے آنے سے پیشتر تم کیسی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے اور آپس میں لڑاؤ کرتا رہے تھے۔ خدا نے میرے ذریعے سے تم میں کیسا اتفاق پیدا کر دیا کہ تم ایک دوسرے کے بھائی ہو گئے۔ اپنے ہم چشموں پر غالب اگر غنی ہو گئے اور بُرائیوں سے بچکر خوبیوں سے آراستہ ہو گئے تم ہی بتاؤ یہ سب کچھ ہے یا نہیں؟ انصار نے ایک زبان ہو کر عرض کیا۔ بہت سچ ہے بیشک ہم پر خدا اور رسولؐ کا بڑا احسان ہے۔ یہ سنکر نبیؐ برحق نے فرمایا۔ خدا کی قسم تم دو سزا جواب دے سکتے ہو اور بیشک تمہارا جواب بہت درست ہو اگر تم اس طع پر کہو کہ ذرا آپؐ تو اپنا وقت یاد کیجئے جب کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کی تکذیب کی مگر ہم نے تصدیق کی۔ آپؐ کو کوئی پوچھتا نہ تھا ہم نے حمایت کی۔ آپؐ گھر سے بے گھر ہوئے ہم نے جگہ دی۔ آپؐ رمازہ دینا تھے ہم نے جلن و مال تیار کیا۔۔۔ انھیں کو اپنے قدر دان محبت والے رسولؐ کی زبان سے ان جملوں سے زیادہ سننے کی تاب نہ رہی نارا و قطار روتے ہوئے اٹھے اور دست و پا مبارک چوم چوم کر عرض کرنے لگے۔ ”یا رسول اللہؐ بس بس ہم نے بھرا پایا“ جس وقت قلب

انسانی کے اعلیٰ اور اشرف خالص اور سچے جذبات دونوں طرف سے اپنا جلوہ دکھانے کے حضرت رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ سنو میں نے محض تالیف قلوب کی غرض سے قریش اور قبائل عرب کے ساتھ اس قدر توازن کی انہوں نے بہت معیبتیں اٹھائی تھیں اور اپنے ہاتھوں آپ خراب ہو گئے تھے اب ان کے فولاد کے ایسے سخت دل نرم ہو کر دولت اسلام سے بہرہ اندوز ہو جائینگے۔ مگر تم لوگوں پر مجھے پورا بھروسہ ہے کہ تم دین حق کے سچے شیعہ بنائے ہو۔ تم نے گروہ انصاریہ کی قیادت نہیں ہونے کے وہ لوگ اونٹ اور بکریاں اپنے گھر بچانگے اور تم خدا اور رسول کو اپنے ساتھ لیجاؤ گے۔ اگر تمام آدمی ایک راہ پر چلیں اور انصار دوسری راہ پر ہیں اس راہ پر چلوں گا جس راہ پر انصار ہیں۔ میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔ الغرض یہ تمام مرحلے طے کر کے آنحضرت آخر ذیقعدہ ۳۱ھ کو دو مہینہ سولہ دن کے بعد صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے اور ۳۲ھ کو شرف میں الطینان سے انتظام شروع کیا۔ ہر مہینہ قبیلہ میں ارکان دین کا ایک معلم اور صدقات اور زکوٰۃ کا ایک عامل مقرر کیا۔ قبائل عرب اپنی شور و شر زندگی چھوڑ کر صلح و آشتی سے بسر کرنے لگے۔ پتھر کی مورتوں کے ساتھ جاہلانہ اور وحشیانہ رسموں کے بربت بھی ٹوٹنے لگے اور اسلام کی سیدھی سادھی اور سچی تعلیم اپنا جلوہ دکھانے لگی۔ یمن کے قبیلہ بنی ہاشم نے کچھ مخالفت کی مگر آنحضرت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔ سردار قبیلہ عدی بن حاتم کا حملہ گھیر لیا گیا اور خفیف مقابلہ کے بعد سردار مذکور تہمتا شام کی طرف بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے اس کے اعوا اور اتریا کو گرفتار کر لیا اور مال و اسباب ضبط کر کے مدینہ لائے۔

سریہ حضرت علیؑ بنی ہاشم

بنی ہاشم کی بہن حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ آنحضرت جس وقت قیدیوں کے پاس تشریف لے گئے حاتم طائی کی بیٹی نے عرض کیا کہ میں اپنے قوم کے سردار کی بیٹی ہوں

میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ جو کون کو کھانا کھلاتا تھا غریبوں پر رحم کرتا تھا اب اس کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا ہے بھائی شکست کھا کر بھاگ گیا ہے۔ میں آج بے یار و مددگار قیدیوں کے گرفتار ہوں مجھ پر رحم فرمائیے، حضرت رسول خدا نے یہ سن کر فرمایا اے لڑکی میرے باپ میں ایمان والوں کی صفیتیں تھیں۔ یہ مکہ آئے آپے اس کو رہا کر دیا۔ اس نے پھر عرض کیا میں بنت کریم ہوں میری آزادی کے ساتھ میرے قبیلے کے قیدیوں کو بھی رہائی کا حکم ملے۔ بنی کریم نے اس جو انہر دعورت کی درخواست فوراً قبول فرمائی۔ قیدیوں کو چھوڑ دیا اور اس کو زور راہ اور سفر خرچ دیکر اس کے بھائی کے پاس ملک شام میں بھجوا دیا جس وقت عدی بن حاتم نے اپنی بہن سے کریم انفس بنی کے اوصاف سنے ناویدہ مشتاق زیارت ہو کر مدینہ میں آیا اور دین حق قبول کر لیا۔

غزوہ تبوک رجب ۱ ہجری

اسی اثنا میں ایک قافلہ مال تجارت لیکر شام سے مدینہ آیا اور شہر میں مشہور کر دیا کہ رومیوں نے ایک بڑا لشکر جمع کیا ہے اور غسان اور یثرب وغیرہا عیسائی عرب کو اپنے ساتھ لیکر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں یہ سن کر خبر محض بے بنیاد نہ تھی قیصر روم جس نے حال میں ایران کی زبردست طاقت کو توڑ دیا تھا عرب کی غیر معمولی روز افزوں ترقی سے یخیز نہ تھا جنگ موتہ میں قبائل عرب اور اپنے ایک دستہ فوج کے پس پا ہونے سے اسلام اور اس کے بانی کی طرف اس کے دل میں اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اور اس تدبیر میں تھا کہ کسی طرح یہ فنی طاقت ٹوٹ جائے۔ اور اہل عرب کے دل میں دبدبہ قیصری کا سکھ بٹھا ہوا تھا اور حال میں بادشاہ ایران پر فتح پانے سے رومی ہیبت اور بھی چھا گئی تھی اس لئے جس وقت قیصر روم کے حملہ کی خبر مشہور ہوئی مدینہ میں ایک انتشار پیدا ہو گیا۔ مگر اولاہزم رسول نے فوراً اس فتنہ کے دفعہ کے واسطے مسلمانوں کو حکم دیا کہ سفر روم کو تیار ہو جائیں اور قبل اس کے کہ رومی فوجیں عرب پر ٹوٹ پڑیں خود ہی مقابلہ کو منظر آں کی روک تھام کی جائے۔ یہ ایک ایسا نازک اور

پر خطر موقع تھا کہ صرف وہی لوگ جو اسلام کے سچے شیعہ تھے اور اپنے رسول کے فدائی تھے آمادہ
 ہو سکتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مہاجرین اور انصار اور جو لوگ کہ بیکے مسلمان تھے طیار
 ہونے لگے مگر منافقین نے حیلہ والا نکلتے۔ کسی نے کہا ہم اپنے گھروں کو چھوڑ کر اتنی دوسرے
 کیسے جائیں۔ مبادا تہوہمارے مکان کو لوٹ لیں۔ کسی نے کہا ہم کو اتنی طاقت نہیں کہ ہم
 رومیوں سے لڑ سکیں۔ کسی نے کہا میں چلوں تو سہی مگر رومی عورتوں کا حسن بلا کا ہوتا ہے
 کہیں مبتلا ہو کر پھنس نہ جاؤں اور منت گنہگار ہوں۔ غرض کہ یہ وقت پر وفادارینے والے لوگ
 ایسے ایسے بہانہ کر کے بیٹھ رہے مگر ساتھ ہی ان کا اتفاق سب پر کھل گیا۔ اہل اسلام اب
 طیار کر کے لگے۔ خشک سالی کا زمانہ گرمی کا موسم فصلی میوہ پکنے کے دن یہ سب کچھ تھا
 مگر دین حق کی حمایت میں جو جس زن تھی اور زبان رسول سرانگھوں پر۔ بے سربازانہ
 لشکر کی درستی کے واسطے چند جمع ہونے لگا۔ حضرت عثمان نہایت غنی تھے کمال دریا دل سے
 بہت کچھ نقد و منس حاضر کیا اور "عجم جیش العسرة"، (منلوک لشکر کے لئے سامان کرنیوالے)
 کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ ہر ایک صحابی اور صحابی نے اپنی اپنی قدرت کے موافق اس
 کار خیر میں مدد دی۔ جو امیر تھے انھوں نے فراخ حوصلگی سے کام لیا مگر جو غریب تھے انھوں نے
 بلائی مالی ہمتی دکھائی۔ جس وقت اعیان مہاجرین و انصار اپنا اپنا مال و ہباب لاکر ڈھچ
 کر لئے لگے۔ غریب ابو عقیل نے دو سیر چھو حارے خدمت نبوی میں پیش کئے اور عرض کیا کہ
 یا رسول اللہ میں نے شنب بھر سقائی کی ہے جس کے معاوضہ میں مجھے چار سیر چھو ہارے ملے
 دو سیر اپنے اہل و عیال کے واسطے چھوڑ آیا ہوں اور دو سیر کار خیر میں صرف کرنے کو لایا ہوں
 حضرت رسول خدا نے اپنے غریب صحابی کی یہ شان فیاضی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ چھو ہا
 سب صدقات پر پھیلا دئے جاویں۔ سچ ہے اس بے نیاز درگاہ میں قلت و کثرت نہیں دیکھی
 جاتی بلکہ نیت پر دار مدار ہے۔ الغرض صحابہ ذوق شوق کے ساتھ اس کار خیر میں مدد دینے
 لگے۔ حضرت عمر نے نہایت عالی ظرفی سے اپنا نصف مال و ہباب خدمت اللہ میں

حاضر کیا اور نصف اہل و عیال کے واسطے چھوڑا اور یہ خیال کیا کہ آج اس کا خیر میں حضرت ابوبکرؓ پر سبت لے گیا اسی اثنا میں حضرت ابوبکرؓ اپنا مال و اسباب لے کر حاضر ہوئے حضرت رسولؐ خدا نے ان سے پوچھا تاؤ تم نے اپنے اہل و عیال کے واسطے کیا چھوڑا۔ متوکل صدیقؓ نے عرض کیا اذخربت اللہ ورسولہ بس خدا اور رسول میرا ذخیرہ ہے یہی ان کے واسطے چھوڑا ہے۔

الفضل لشکر لیا رہو گیا آنحضرتؐ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو اس مرتبہ شہر کی حفاظت اور اہل و عیال کی خبر گیری کے واسطے مدینہ میں چھوڑا حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ہر غزوہ میں ہمراہ رکاب رہا اب کیوں اس نواب کے محروم رہوں آپ نے ارشاد فرمایا اما ترضی ان تکنون بمنزلۃ ہاکرون من موسیٰ الا انہ لا بنی بعدی (ترجمہ) اے علیؓ کیا تو راضی نہیں ہے کہ تیری نسبت مجھ سے ویسی ہی ہو جیسی کہ ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی بس فرق یہ ہے کہ حضرت ہارونؑ بنی تھے اور میرے بعد کوئی بنی نہیں) اس انتظام کے بعد آنحضرتؐ نے تیس ہزار آدمیوں کے ساتھ جن میں مہاجرین اور انصار قریش و قبائل عرب سب شامل تھے رجب ۱۱ء کو مدینہ سے شام کی طرف کوچ کیا اور سفر کی صعوبت گرمی کی شدت کھانے پینے کی قلت برداشت کر کے قصبہ تبوک میں جو شام اور وادی القریٰ کے درمیان میں واقع ہے پہنچ گئے اور وہیں چشمہ کے پاس قیام فرمایا جس وقت یہ خبر شام میں مشہور ہوئی غزالین یہ دلیرانہ کارروائی دیکھ کر ہست ہو گئے اور انہوں نے اپنی جگہ سے جہش نہ کی۔ آنحضرتؐ نے ایک ماہ سے زائد وہیں قیام فرمایا۔ ایلہ مکہ کی سعی فرماں روا یوتھا اور چند عیسائی چرگے حاضر ہو کر مطلع ہو گئے اور مسلمانوں کی سرپرستی میں امن و امان اور آراؤی کے ساتھ رہنے اور اس پوری ذمہ داری کے معاوضہ میں صرف ایک خیفٹ ٹیکس کی کس قریب تین روپیہ سال (جس کو جزیہ کہتے ہیں) دینے پر راضی ہو گئے۔

لے جزیہ بس اسی قدر تھا جس کو غزالین نے ہتھ بٹا کر کھا ہے۔ جزیہ دیکر ذی (جزیہ نوٹ برخواستہ)

آپ نے فرمایا کہ اب تو ان کا حال سب سے خیر میں نے امان دی خدا کا کلام سن مجھ آپ نے یہ
 آیت تلاوت فرمائی قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيَّ أَنْفُسُهُمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ
 رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا (ترجمہ اے محمد کہے کہ اے میرے
 بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ
 سب گناہوں کو بخشنے والا بیشک وہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔ سورہ ہر
 پارہ ۱۲) حبشی نے جس وقت ارحم الراحمین کا سر پہ رحمت فرمان روک الرحیم نبی
 کی زبان فیضِ رحمان سے سنا فوفا حد دل سے مسلمان ہو گیا اور اسلام کی خدمات
 سرگرمی سے بجالانے لگا۔

اسی طرح کعب بن زہیر جو اس زمانہ کا ایک زبردست شاعر تھا اور اپنی آتش بیانی
 سے قبائل عرب کو اسلام کی مخالفت میں بھڑکایا کرتا تھا اپنی حرکات پر اب سخت نام
 ہوا مگر کسی طرح محبت نہ نہ پتی تھی کہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آخر ایک دن
 جب کہ آنحضرت مسجد نبوی میں دعا فرما رہے تھے یکایک جیس بل کر حاضر ہوا اور عرض
 کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں کعب کو حاضر کروں اور وہ مسلمان ہو جائے تو آپ اس کو قبول
 فرمائیں گے یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں میں معاف کر دوں گا۔ یہ سن کر اس نے عرض
 کیا ”میں ہی کعب بن زہیر ہوں“ مسلمانوں نے چاہا کہ اس کو قتل کر ڈالیں مگر آپ نے
 فوراً روکا اور فرمایا اب وہ میری امان میں ہے۔ بعد ازیں کعب نے حکم شہادت پڑھ کر
 اپنا مشہور قصیدہ ”بانت سعد“ جو سچی شاعری کی جتنی جاگتی تصویر ہے پڑھ کر سنایا۔
 جس کے صلہ میں آنحضرت نے اپنی چادر اتار دی۔

۱۱ حضرت صدیق کے مددِ خلافت میں اسی حبشی نے جنگ یمامہ میں میلہ بن کذاب کو جس نے منگلا چادیا تھا
 اپنے حربے سے قتل کیا۔ ۱۲ اولاد کعب یہ چادر جناب معاویہ نے چالیس ہزار درہم کے عوض میں خرید
 لی تھی اس کے بعد یہ چادر بنی عباس کے پاس رہی اور اب اکمل سلطان روم خد اللہ ملکہ کہ پاس پیچ کر نشانی باقی ہے

تو کہ آخری غزوہ تھا جس کے بعد حضرت امینان سے مدینہ میں رہ کر غلن اللہ کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔ اگر کوئی شخص ان تمام لڑائیوں کے حالات جو حضرت کے زمانہ میں ہوئیں انصاف کے رو سے پڑے گا اسکو متناہم معلوم ہو جائے گا کہ یہ لڑائیاں چار طبع پر ہوئیں۔

(۱) دشمنوں کے حملہ روکنے اور ان کے دفع کرنے کی غرض سے۔ قریش مکہ کے ساتھ جس قدر لڑائیاں ہوئیں مثلاً غزوات بدر و احد و احزاب اور ہواذن اور ثقیف کے مقابلہ میں جنگ خین و طاش اور طائف یہ سب لڑائیاں اسی سبب ہوئیں۔

(۲) دشمنوں کا ارادہ لٹانے اور حملہ کرنے اور لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کی خبر یا کہ اس خساد کو مٹانے اور ان کو منتشر کرنے کی غرض سے۔ ثمالی عرب مثلاً بنی غلفان بنی المصطلق وغیرہا کے ساتھ جس قدر لڑائیاں ہوئیں اور جنگ تبیر کے یہی اسباب تھے۔

(۳) جن لوگوں نے عہد شکنی یا دغا بازی یا بغاوت کی تھی ان کو سزا دینے کی غرض سے تاکہ امن و امان قائم رہے۔ یہودی بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ سے جس قدر لڑائیاں ہوئیں۔ رجب بیر معونہ اور زیادہ تر وہ سرایا جو دشمنی اعراب کے مقابلہ میں بھیجے گئے اور قریش کے مقابلہ میں فتح مکہ کی ہی وجہ تھی۔

(۴) دشمنوں کی خبر رسائی یا غیر ملک والوں کی ہدایت کرنے میں جو خلاف آمسہ قضیہ پیدا ہو گئے ان کی اصلاح کی غرض سے۔ جنگ بدر سے پیشتر جس قدر سرایا قریش کی خبر رسائی میں بھیجے گئے۔ جنگ توتہ اور پھر اسی کے ضمن میں عیسائیوں سے مخالفت قائم ہو گیا اور ان کی شورش کے خیال سے تو کہ کسی طرف سفر کرنا۔

پس یہ تمام لڑائیاں جن کے وجوہات اوپر بیان ہوئے ایسی تھیں جو معمولاً ملکی انتظام میں امن و امان قائم کرنے میں واقع ہوتی ہیں اور دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں کہ جس نے ملکی انتظام ہاتھ میں لیا ہو اور اسکو اس قسم کی لڑائیاں پیش نہ آئی ہوں۔ رہی یہ بات

کہ انبیاء کو اس قسم کی لڑائیاں لڑنا زیبا ہیں یا نہیں اس سے انکار کرنا اور اس کو نازیبا قرار دینا قانون قدر کے برخلاف ہے تمام انبیاء جب کہ قوم کی اصلاح اور ان کے مذہب کی دوسری کو کھڑے ہوتے ہیں تو ابتدا میں عموماً ان کے دشمن چاروں طرف ہوتے ہیں اگر وہ دین کی مخالفت اور مخالفوں سے محظوظ رہنے کی کوشش نہ کرتے تو دنیا میں نہ کج یہودی مذہب کا وجود ہوتا اور نہ کسی مذہب کا اور نہ عیسائی مذہب کا اگر بعد حضرت مسیح کے (جنہوں نے غلطی میں بسر کی) اس کے لئے ایسا زمانہ نہ آتا جس میں اس کے پیروں کی مخالفوں سے مخالفت کی گئی اور بڑے دشمن اس کو ترقی دی گئی۔

مگر اس میں شک نہیں کہ قتل و خون کا سین بہت پر درد اور ہولناک ہے لیکن جب تک پُر حق دنیا کی طینت اور پُر شور و شر بشر کی فطرت بدل نہ جائے تب تک یہ واقعات پیش آتے بغیر نہیں رہ سکتے پس صرف غور اس بات پر کیا جائیگا کہ آیا ان کے وجوہات جائز تھے یا ناجائز لوگ حضرت موسیٰ اور انبیاء نے بنی اسرائیل کی جنگ جہال بھول جاتے ہیں۔ حضرت مسیح کا یہ قول کہ دیہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں، نظر انداز کرتے ہیں۔ رام چندر۔ سری کوشن بزرگان آریہ کی خونریزیوں فراموش کرتے ہیں مگر اس کو یم انفس رسول پر منہ آتے ہیں جس نے انسان کی بھی آواز ملکی قوتوں کے ساتھ فطری قوت جتنی کم بھی اس خوبی سے اصلاح کر دی جس کی مثال کسی مذہب میں نہ ملے گی۔ غلطی کھا کر اپنا دوسرا گال پیش کر دینا نہایت اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے مگر فطرت انسانی کی اصلاح کا ایک جزو ہے اس لئے اس تعلیم میں جامعیت نہیں غلط ہے ایسی صورت میں جبکہ حضرت مسیح نے بے بسی کی حالت میں دی ہو اور رد گد اگر تو اضع کتہ خوںے دوست، کے مصداق ہوں۔ بخلاف اس کے ظہیر اللہ کے واسطے عدالت کی تڑاو ملے حضرت مسیح کا جس وقت کوئی بارہ گار نہ حاضر نہ چننا ہی گیر ساتھ جو گئے تھے اس وقت آپ کا یہ

تمام کر کے خود اپنے قول و فعل سے قدرت کے وقت و گذر کر گئے لوگوں کو رحم و کرم کی علی
تعلیم دینا پس اسی کا حصہ تھا جس کی مقدس زندگی ”مصحفہ للعالمین“ ثابت ہوئی۔
اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد۔

تکمیل دین

انسان کی محدود زندگی میں اُس گمراہی کی خوشی کا کیا پوچھا جب کہ کسی کام کا جس میں
وہ جہت منصرف رہا ہو سزاخام ہو جائے۔ دنیا میں بہت کم ایسے بائیان مذہب گذرے ہیں
جنہیں اپنی فی سبیل اللہ کوششوں کے خوشگوار نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایسی خوشی حاصل
ہوتی ہو۔ مگر یہ شرف بھی نبی اُمّی کے واسطے مخصوص تھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے مبارک ہاتھوں
سے دین کو کامل کر کے حتیٰ خوشی عطا فرمائی ذِالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِم مِّنْ لَّدُنْہِ
جس وقت آنحضرت بتوک سے واپس تشریف لائے تھام عرب میں اسلام کی شوکت
اور حقانیت نے اپنا گھر کر لیا۔ ہر ہر قبیلہ سے آپ کی خدمت بابرکت میں وکیل آنا شروع ہوئے
اور گردہ گردہ مسلمان ہونے لگے۔ وکیل اس کثرت سے حاضر ہوئے کہ اس مسئلہ کا نام ہی
”عام الوفود“ یعنی ایچیوں والا سال پڑ گیا۔ آنحضرت ان لوگوں کے ساتھ مناسبت خلق اور
مروت سے بڑا لوگوں سے تھے اور ان کو دین کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ ان لوگوں کے
دلوں کو گرویدہ کر لیتے تھے اور جس وقت اپنے اپنے قبیلوں کی طرف لوٹتے تھے آپ کے ذکر و بیعت
مشرق سامعین کے قلوب کو منور کر دیتے تھے۔ مدینہ میں اب صرف منافقین کا سرگرمہ جھنڈ
ابن ابی باتی رہ گیا جو اپنے رفقاء کے ساتھ ایک دوسرے پر بدعنوانی کرتا رہا تھا مگر اسی سال
سوال کے عین میں مرض الموت میں مبتلا ہوا حضرت رسول خدا اس کی عیادت کو تشریف
لے گئے۔ ابن ابی بنی نے عرض کیا یا رسول اللہ اب میرا آخری وقت ہے میری یہ تمنا ہے کہ
آپ اپنا پیرا من عطا فرمائیں کہ اس میں پہنچ کر کچھ خوف نہ کر دیں اور آپ میرے جنازہ کی

عبد اللہ ابن ابی کانزا
اور منافقین کا کچھ
دل سے ایمان لانا

ملفوظ چاکر دعا فرمائیں۔ اگرچہ یہ شخص اپنی زندگی بھر نفاق اور شرارت سے باز نہ آیا مگر نبی کریم نے اس کے آخری سوال کو رد نہ فرمایا۔ اپنا پیرا ہن عطا فرمایا اور اس کے جنازہ پر نہانا پڑھے چلے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص بڑا منافق تھا آپ اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں حق تعالیٰ نے منافقین کے واسطے فرمایا ہے اَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (ترجمہ۔ ان کے واسطے معافی مانگ یا نہ مانگ اگر ستر مرتبہ بھی معافی مانگے گا اللہ ان کو ہرگز نہ بخشتیگا۔ سورہ توبہ پارہ ۱۰) رحمتہ للعالمین رسول نے جواب دیا اے عمر خدا نے مجھے استغفار کرنے اور نہ کرنا میں اختیار دیا ہے مگر میں نے مغفرت کی دعا کرنا اختیار کیا ہے بخشنا نہ بخشنا خدا کے اختیار میں ہے منافقین نے جس وقت حضرت رسول خدا کا یہ سراپا رحم و کرم برتاؤ دیکھا قائل ہو گئے اور اُسی دن ایک ہزار منافق اپنے نفاق سے توبہ کر کے بچے دل سے کلمہ پڑھے لگے۔

مدینہ منورہ اب تمام بلاؤں سے پاک ہو گیا۔ اب نہ قریش کی عداوت تھی نہ یہود کا عداوت نہ منافقین کی شرارت تھی نہ قبائل عرب کا فساد۔ نو برس ہیں رسول پاک کے قدموں کی بکرت سے شہر کی حالت ہی بدل گئی اور کچھ اور ہی عالم نظر آنے لگا۔ وہ دیکھتے تو رہنمائی کی برتی روشنی کا آجال پھیلا ہے۔ بیج و قدس کا زمرہ دل کھینچے لیتا ہے۔ اخوت اور ہمدردی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ قنویٰ اور طہارت کا ہر طرف انتظام ہے جسے دیکھے حق اللہ اور حق العباد کے ادا کرنے میں مصروف ہو کر سچی خوشی سے مسرور نظر آتا ہے اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کے ممبر کمال پر پہنچ کر مرضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے مزے لے رہا ہے۔

کہ اگرچہ فتح ہو گیا تھا لیکن ابھی تک جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا حج کے ایام میں کعبہ کی زیارت کو آتے تھے اور اپنی قدیم جاہلانہ رسوم کو بجالاتے تھے یہ لوگ بالکل برہنہ ہو کر سات مرتبہ طواف کرتے تھے اور تالیاں بجا بجا کرتوں کے سامنے تلپے کو دتے

تھے اور عجیب غریب حرکتیں کرتے تھے اب جبکہ کب سے بتوں کا عمل آئندہ گیارہ بت پرستی کی
رسموں کو بھی رخصت ہونا چاہئے ۵

آں فتح بنکست آں حسانی نماند

سورہ ہرات

اس لئے آنحضرت ﷺ اسی سال حضرت ابوبکرؓ کو امیر المہاجر مقرر فرما کر مین سومحابیوں کے
ساتھ مکہ روانہ کیا کہ اپنے قول و فعل سے لوگوں کو مناسک صحیح تعلیم کریں۔ قافلہ کے جانے
کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت علیؓ کو روانہ فرمایا کہ سورہ ہرات کی ابتدائی آیات رسول اللہ کی
طرف سے مجمع عام میں مہاجروں کو سنادیں اور مشرکین کو سمجھادیں کہ کس اس سال سے
کوئی بت پرست مسجد الحرام مکہ میں داخل نہ ہو اور بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف نہ کرے۔
پہن لوگوں سے پہلے کوئی معاہدہ ہو چکا ہے اس کی مدت گزرنے تک عہد کی پابندی کی
جائیگی مگر جن سے کوئی معاہدہ نہیں انہیں چار ماہ کی حلت دی جاتی ہے کہ اپنے گھروں
تک پہنچ جائیں جس کے بعد خدا کا رسول بری الذمہ ہے وہ لوگ اپنی آپ فکر کریں اور
خوب سمجھ لیں کہ خدا اور رسول کے سامنے ان کی کچھ نہ چلے گی

الغرض اصحاب بنی مکہ پہنچے حضرت ابوبکرؓ نے زائرین کو مناسک صحیح تعلیم دے دی اور
حضرت علیؓ نے مشرکین کو احکام الہی سنادے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کفر و شرک کا فلسفہ
استیصال ہو گیا اور شریعتِ حق کی بنیاد مستحکم ہو گئی اور تمام عرب میں حق پرستی کا ڈونکا
بجایا گیا۔ سنہ ۶ کے شروع میں باقی اندھ قبیلوں کی طرف سے بھی وکیل آنا شروع ہوئے
اور مگر مگر اسلام کا علم دخلہ ہو گیا۔ اس وقت سورہ نصر نازل ہوئی جس میں نہایت پُر اثر
اور بہت آموز طریقے اس سچی خوشی کا اظہار کیا گیا ہے جو کسی اہم اور بہت بڑے معرکہ
رکنے والے کام کے پورے ہونے پر حاصل ہوتی ہے۔ جس وقت غارِ حرا کے پاک باز
عزالتِ نشیں کو خدا ہی کی مدد سے فتح و نصرت اور دلوں کی تسخیر حاصل ہو گئی اور لوگ

سورہ نصر کا
نازل ہونا

خدا کے دین میں فیج فیج داخل ہونے لگے۔ اس وقت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **فَتَقَبَّلْ**
يَعْقُدُكَ وَاسْتَفْعِرُكَ إِنَّكَ لَكَاكِلٌ قَوَّابِلٌ (ترجمہ پس تو بیچ کر اپنے رب کے حمکے
 اور بخشش مانگ اس سے بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سورہ نصر پارہ ۳۰)

بیشک شکر نعمت اسی کا نام ہے کہ پوری کامیابی اور عروج کے وقت بندہ اپنے خدا
 کی حمد و ثنائیں مشغول ہو اور عجز و انکسار کے ساتھ اسی کی طرٹ رجوع ہو۔ مخالفین اسلام
 خاص کر عیسائیوں نے آنحضرتؐ پر ایک عجیب الزام لگایا ہے کہ مدینہ میں اگر جب آپؐ
 غلبہ حاصل ہوا تب آپؐ میں عیش پرستی اور تکنت آگئی۔ ہاں آپؐ میں عیش پرستی اور
 تکنت آگئی مگر ذرا یہ حالت بھی ملاحظہ ہو۔ مدینہ کا بادشاہ اپنے پورے کے تحت پر بیٹھا
 کبل کی خلعت زیب تن ہے خود اختیاری فقر و فاقہ کا خوان نعمت چٹا ہوا ہے اور تکنت
 یہ ہے کہ اگر کوئی ذلیل غلام ہی کچھ کھانے کے واسطے ہاتھ پکڑ لیتا ہے تو بیشک وہ خود نہ چھوڑے
 ہاتھ نہیں کھینچتا۔ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ فرش خاک پر بیٹھا ہوا ہے تکلف بائیں کر رہا ہے
 جس سے ملتے پہلے آپؐ سلام کرتا ہے اور کسی کا سوال رد نہیں کرتا۔ مخالفین اسلام کو
 افسوس تعصب ایسا اندھا کر دیا ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ قدرت اور غلبہ کے وقت تو صبح
 اور انکساری کرنا اور فقر و فاقہ ذکر الہی میں مشغول ہونا بڑے ظرف والوں کا کام ہے۔ اگر کوئی
 شخص انصاف کی نظر سے مستند احادیث نبویؐ کا مطالعہ کرے تو اس کو ہر ماف معلوم ہوگا
 کہ مدینہ میں سرور انبیاؐ کیا حالت تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ
 آدمی رات کو اٹھ اٹھ کر نماز تہجد میں مشغول ہوتے تھے اور قیام اور رکوع میں اس قدر
 مصروف رہتے تھے اور سوز و گداز کی وہ حالت طاری ہوتی تھی کہ صبح ہو جاتی تھی۔ میں نے
 عرض کیا یا رسول اللہؐ خدا نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ بخشت دیے ہیں پھر آپؐ اس قدر کیوں

عیسائیوں کا
 اعتراض کہ آنحضرتؐ
 مدینہ میں عیش پرستی
 ہو گئے اس کا
 جواب

۱۔ وہیم سید۔ مکن۔ اور دیکھ۔ اور جدید مشرق مار کو ایسے جس نے غیب زہرا کا ہے۔ ۱۰

۲۔ بخاری و مسلم

تکلیف اٹھاتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ کیا میں شکر گزار بندہ ہوں؟
 ”عمران بن حصین سے منقول ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ ان کو ساتھ لیکر حضرت فاطمہؑ کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے اور دروازہ پر جا کر دستک دی اور ارشاد فرمایا السلام علیکم میں اندراؤں حضرت فاطمہؑ نے جواب دیا تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ میں اور میرا سامعی دونوں آئیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عمران بن حصین انہوں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچا بنی بھیجا ہے میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں آپ کے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ اس کو اس طرح لپیٹ لو انہوں نے عرض کیا کہ بدن تو میں نے چھپا لیا مگر سر کیسے چھپاؤں آپ نے اپنی پرانی پیادان کے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو۔ بعد ازاں جناب سیدہؑ نے اندرانے کی اجازت دی۔ آپ نے اندر جا کر فرمایا ”بھئی آج تم کیسے ہو“ جناب سیدہؑ نے عرض کیا کہ میرے درد ہے اور اس درد پر ایک اور درد یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کو نہیں بھوک نے نہ محال کر دیا ہے۔ آپ رو پڑے اور فرمایا اے تخت جگر تو مت گھبرا بھدائیں نے تین دن سے کھانا نہیں کھایا اور تیری بہ نسبت خدا کے پاس میرا زیادہ رشتہ ہے اگر میں خدا سے مانگتا تو مجھ کو کھلا دیتا مگر میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور اسی کو پسند کیا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ ان کے مونڈھے پر مار کر کہا کہ ”تجھ کو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے“

اللہ سرور انبیاء کی یہ شان تھی کہ شہر پر شرف ہو رہے تھے اور مال و اسباب سونا چاندی لوٹنی غلام سب ہی کچھ غنیمت میں ملتے تھے مگر جو کچھ نفس میں یا سب راہ خدا میں نہ آپ کے پاس دنیا و درم رات کو نہ رہتا تھا اور اگر بیچ رہتا اور ایسا شخص نہ ملتا جس کو عطا فرمائیں اور کیا ایک رات ہو جاتی تو اپنے مکان میں تشریف نہ لاتے جب تک کہ بچے سوئے

۱۱۰ احیاء العلوم باب ۱۱۰ شکر ابن مہاجر عن عطاء

۱۱۱ احیاء العلوم باب ۱۱۱ النواضح وطلابی

کو کسی محتاج کو نہ دے چکے۔ سائل کی حاجت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے اور اپنی آل و اولاد کو قناعت اور ایثار کی تعلیم فرما کر دعا فرماتے اللہم اجعل رزق آل محمد قناتاً (آلہی اہل بیت محمد کی روزی بقد زسیت عطا کر مسکین اور غلام کی دعوت قبول فرمانے سے کبھی تکبر نہ فرماتے۔ فقیروں کے پاس بیٹھتے اور مساکین کو ساتھ کھلاتے اور یہ دعا فرماتے اللہم اجعلنی مسکیناً و امتی مسکیناً) (آلہی مجھے مسکنت میں زندہ رکھ اور میں موت لے) حقیقت یہ ہے کہ وہ ذات پاک اخلاق حسنہ اور کمالات انسانی کی جامع تھی اور ہر وقت اور ہر جگہ اسی کی غویوں کا پر توڑ رہتا تھا۔ مکہ میں جب کہ بچ و مصیبت کا سامنا تھا صبر و ثبات تحمل اور استقامت، رضا اور تسلیم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ مدینہ میں جبکہ اطمینان اور راحت نصیب ہوئی شکر و عطا جو دو سخا، عفو و کرم کا نور چمکنے لگا۔ دشمنوں کو اگر اپنی کو رباطنی سے وہ نور نظر نہ آئے اور اُس مقدس نبی پر عیش پرستی اور تمکنت کا الزام لگائیں تو کیا ہرج ہے۔

گر نہ بنید بروز شبیرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گنہ

سورہ نصر کے نازل ہونے کے بعد آنحضرتؐ زیادہ تر ذکر اذکار اور تسبیح اور تہلیل میں مشغول رہنے لگے۔ اس سورت میں یہ رمز تھا کہ انبیاء کے نفوس قدسی خلق اللہ کی ہدایت کے واسطے مامور ہو کر کچھ عرصہ تک عالم رنگ و بو کی طرف مشغول کئے جاتے ہیں مگر جب

۱۵ بخاری و مسلم بروایت ابن عباس ۱۲

۱۶ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

۱۷ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

۱۸ ابو داؤد بروایت ابوسعید ۱۲

۱۹ ترمذی بروایت انس و حاکم ۱۲

فرض رسالت ادا ہو چکا پھر انقطاع کلی چال ہو کر مبداء فیاض کی طرف صعو کرتے ہیں
اسی واسطے جس وقت آپ نے اس سورت کی تلاوت فرمائی حضرت صدیقؓ یہ نکتہ سمجھ کر رونے
لگے۔ لوگوں نے سبب پوچھا آپ نے جواب دیا کہ اس کلام سے بونے ذائق آتی ہے۔

الغرض سلمہ کے شروع میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے باقی ماندہ قابل عرب کی
طرف سے بھی دیکل آنے لگے۔ حبران صوبہ یمن کے باشندوں کو جو عیسائی مذہب رکھتے تھے
آنحضرتؐ نے ہدایت نامہ ارسال فرمایا تھا چنانچہ انہوں نے بھی اپنی قوم سے چودہ بزرگ منتخب
کر کے دکالتا آپ کی خدمت میں بھیجے جس وقت یہ جماعت حاضر ہوئی آنحضرتؐ نے ان کو
ان کے عقائد باطلہ فاسکرا الوہیت مسیح پر متنبہ کر کے اسلام کی سچی توحید تلقین فرمائی۔ اگرچہ
ان لوگوں نے اس الزامی دلیل کو تسلیم کر لیا کہ واقعی اگر ہم حضرت مسیحؑ کو اس درجہ سے
ابن اللہ کہتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو حضرت آدمؑ بدرجہ اولیٰ ابن اللہ ہونے کیونکہ
ان کے ماں اور باپ کوئی نہ تھے لیکن عقل کے رد سے قائل ہو کہ پھر بھی ان لوگوں کے
دلوں میں یہ شبہ کھٹکتا رہا کہ ”ایک تین۔ تین ایک“ کا مسئلہ دین کے اسرار میں سے ہے
اور اگر عقل میں یہ بات نہ آئے لیکن مذہباً ہم کو ایسا ہی ماننا چاہیے۔ اس لئے آنحضرتؐ کی
خدمت میں سلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے یہ دیکھ کر کہ کس طرح تقلید نے ان کو اندھا

**حبران کے عیسائیوں سے
مباہلہ کرنے کا اعلان**

کر دیا ہے بحکم اعلیٰ مباہلہ کرنے پر آمادہ ہوئے اور
ارشاد فرمایا کہ اچھا اگر تم نہیں مانتے تو ہم دونوں
اپنے ہاں بچوں کو لیکر نکلیں اور دعا کریں کہ اسے خدا

جو جھوٹ کہتا ہو اس کا نام و نشان مٹا دے۔ دوسرے دن حسب وعدہ آنحضرتؐ اس
شان سے مباہلہ کرنے کو نکلے کہ حضرت امام حسینؑ کو گود میں لئے ہوئے اور حضرت امام حسنؑ
کی اٹھلی پکڑے ہوئے۔ پیچھے جناب سیدہ حضرت فاطمہؑ۔ ان کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰؑ۔
گروہ نصاریٰ میں ابو الحارث بن علقمہ جو اپنے مذہب کا عالم تھا یہ معاملہ دیکھ کر اپنی قوم سے

کئے لگا۔ اے بھائیو! میں اس وقت ایسی صورتوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ خدا سے
 پہاڑ ٹل جانے کی دعا مانگیں تو بیشک ایسا ہی ہو۔ خبردار مباہلہ پر آمادہ نہ ہونا ورنہ ہلاک
 ہو جاؤ گے۔ نصارے یسئیس نکمر عوب ہو گئے اور دل کے اسی کھٹکنے والے شبہ نے دلوں کو
 فیصلہ کرنے پر آمادہ نہ ہونے دیا۔ آخر سوچ سمجھ کر عرض کیا کہ اب ہم مباہلہ نہ کریں گے اور نہ اسلام
 ہی قبول کریں گے لیکن امن و امان کے ساتھ ذمیوں کی طرح رہنا قبول کرتے ہیں۔ آخر یہ
 امر قرار پایا اور آنحضرت نے عہد نامہ تحریر کر دیا اور ان کی ہستہ عاکے موافق حضرت ابو عبیدہ
 بن الجراح کو ان کے اختلافات دفع کرنے کے واسطے ساتھ کر دیا۔ جس کے بعد تھوڑے
 ہی عرصہ میں ان کے چند علما آنحضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دین حق
 قبول کر لیا۔

اسی سال یمن کے ایرانی حاکم باذان کا جس نے خسرو پر دیز کے مرنے کے بعد اسلام
 قبول کر لیا تھا اور آنحضرت نے بستور انہیں کو حاکم یمن مقرر کیا تھا انتقال ہوا۔ ان کی
 وفات کے بعد آنحضرت نے یمن کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک پر باذان کے بیٹے شہر کو
 عامل مقرر کیا۔ دوسرے پر ابو موسیٰ اشعری کو اور تیسرے پر معاویہ بن جبل کو۔ اور ہر ایک کو

۱۔ سر ولیم مورجیا متعصب اس عہد نامہ کے متعلق لکھتا ہے کہ رسول خدا نے بنی حارث اور بنی ان کے
 پادریوں کو پوری مذہبی آزادی دینے کا اقرار کیا تاکہ اپنے طریقے پر اپنے گرجاؤں میں جس طرح چاہیں عبادت
 کریں۔ شہنشاہ اور اسباب اپنی اپنی جگہ پر بحال رہیں جب تک یہ لوگ امن و امان کے ساتھ رہیں ان کے ساتھ کچھ
 تعرض نہ ہوگا۔ (لائف آف محمد جلد دوم صفحہ ۲۹۹) کیا کسی مذہب میں اس قسم کی عملی آزادی غیر مذہب کو دینی ہے
 مخالفین کو شرمناک ہے۔ ۱۲۔ شہزاد باذان اسود غسانی کے ہاتھ جس نے حجۃ الوداع کے بعد دعویٰ
 نبوت کر کے یمن میں فساد مچا دیا شہید ہوئے۔ اسود حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں مارا گیا۔ اس طرح دواؤ
 مدعی نبوت ایک سیلہ کو اب دوسرا طلحہ بن خویلد نے شورش کی۔ حضرت ابوبکر نے لشکر اسلام ان کی طرف بھیجا
 سیلہ ایک غوغا برنگ کے بعد یہاں تیرا قتل ہوا اور طلحہ شکست کھا کر بھاگا آخر حاضر ہو کر تائب ہوا۔ ۱۳۔

یہ وصیت کی کہ ”خبردار نرمی سے کام کرنا لوگوں پر سختی نہ کرنا اور ایسا ہرگز نہ کرنا کہ وہ تم سے متنفر ہو جائیں“ پھر آپ نے معاذ سے فرمایا کہ ”تم کو اہل کتاب سے سابقہ پڑے گا تم انہیں خدا کی طرف بلانا اگر وہ تمہارا کتنا میناں تو ان کو ہدایت کرنا کہ خدا نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ ان کے امیروں سے لیکر ان کے محتاجوں پر صرف کریں۔ خبردار تم تحفہ تحائف ہرگز قبول نہ کرنا اور غلاموں کی آہ سے بہت ڈرنا کیونکہ ان کی دعا اور خدا کے درمیان کوئی پردہ عامل نہیں ہے“ بعد ازاں اسی سال رمضان کے مہینہ میں آنحضرت نے جناب مرتضوی کو نبویہ پیام کی طرف روانہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ ”اے علی اگر ایک شخص بھی میرے ہاتھ پر ایمان لائے تو یہ اس تمام چیز سے بہتر ہے جس پر سورج نکلتا اور ڈوبتا ہے (یعنی تمام دنیا سے) غرض کہ حضرت علی مرتضیٰ روانہ ہوئے اور نہایت سرگرمی سے خلق اللہ کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔ قبیلہ عبد المذان جو بڑان میں رہتا تھا آپ کے دغلا و نصیحت سے ایسا متاثر ہوا کہ سب کے سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے۔

حجۃ الوداع ۱۱
 ۲۵ ذیقعدہ ۱۱ کو مدینہ منورہ سے حج کرنے کو پہلے اور
 تمام مسلمانوں کو اطلاع دی کہ جو لوگ حج کرنا چاہیں وہ ہمراہ چلیں۔ فوراً شعیب بن دین
 ہر طرف سے دوڑے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار کے عظیم الشان مجمع کے ساتھ خدا کا رسول حرم
 کعبہ میں داخل ہوا مجمع کے دن نوین ذابحہ کو عرفات کا سارا میدان مبط انوار بن گیا اور کچھ
 اور ہی عالم نظر آنے لگا۔ اللہ اکبر مبرہر آنکھ اٹھا کر دیکھتے سر ہی سر نظر آتے ہیں کچھ عجیب حالت
 جاری ہے امیر غریب کالے گورے سب کے سب سر کھولے ہوئے ایک چادر اوڑھے ہوئے
 ذوق شوق کے ساتھ لیک لیک پکار رہے ہیں۔ یہ عاشقانہ ہیبت و عہد یہ بخود ہی کچھ

۱۱ ردۃ الایجاب

۱۲ مدارج النبوت صفحہ ۵۰۰ جلد دوم

عجب قسم کی ہے عشاق کی چاک گریبانِ مشور ہے یہاں یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ میرے گریبان کا نشان ہی نہیں چاک کیا کریں گے۔ مذبذب کی بڑا مشور ہے میاں محبت کی یہ حالت ہو کہ لبیک لبیک (ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں) کی رٹ لگ گئی ہے اور کچھ زبان سے نکلتا ہی نہیں۔ آخر انہیں کون بکارتا ہے بس انہیں کے دل سے پوچھنا چاہئے مگر دل کی بات دل ہی میں رہتی ہے زبان تک نہیں آتی اچھا تو پھر دل کے صاف آئینے مقابل میں رکھ دیئے جائیں آنکھوں آنکھوں میں بائیں ہو جائیں گی اور کانوں کان خبر ہو گی کیوں نہیں اُس کیفیت اور جذب کا اگر کچھ ذکر ہو سکتا ہے تو اس قدر کہ ۵

ذوق آں بادہ ندانی بخدا تا پختی

دو پہر ڈھلے منتظرین کے اس غظیم لہانِ مجمع میں قادرِ لکلام بنی اُمی نے دیر تک ایک فصیح و بلیغ خلبہ پڑھا جس کا حاصل یہ تھا: اے لوگو میری بات غور سے سنو خدا جانے آئندہ سال مجھے تم سے ملنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ جس طرح آج کے دن اور اس مہینہ کی تم حرمت کر گئے ہو اسی طرح ایک دوسرے کا ناحق خون کرنا اور مال لینا تم پر حرام ہے۔ خوب یاد رکھو کہ تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تمہارے سب کاموں کا پورا احساب لے گا۔ اے لوگو جس طرح عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اسی طرح تم پر تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں ان کے ساتھ ملاحظت سے پیش آنا یاد رکھو خدا کی ذمہ داری پر عورتیں تم کو حلال ہوئی ہیں اور اُسی کے حکم سے تم نے اُن پر تصرف کیا ہے پس ان کے حقوق کی رعایت میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ اور ہاں غلاموں کے معاملہ میں دیکھو جیسا تم کھانا دیا اُن کو کھلانا جیسے تم کپڑے پہننا دیے انہیں پہنانا اور اگر ان سے کوئی خطا ہو اور تم اُس کو معاف نہ کر سکتے ہو تو ان کو جفا کرو کیونکہ وہ بھی تو خدا کے بندے ہیں اُن کے ساتھ سخت برتاؤ کرنا کیا معنی۔ اے لوگو میری بات غور سے سنو اور خوب سمجھو آگاہ ہو جاؤ کہ جتنے کلمہ گو ہیں سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ سب مسلمان اخوت کے سلسلہ میں

بڑی اور پراسی جامعیت کے ساتھ کہ علم اور جاہل فلسفی اور عامی سب کے ذہن میں اُتر جائے
 کلمہ شہادت جو اس کا اصل اصول ہے توحید کامل (یعنی توحید فی الذات توحید فی الصفات
 توحید فی العبادت) اور حقیقت نبوت یعنی عبدیت اور رسالت کو اس خوبی کے ساتھ
 ذہن نشین کر دیتا ہے کہ کسی مذہب میں اس کی مثال نہیں مل سکتی نہ یہاں تثلیث کا معنی ہے
 نہ الوہیت مسیح کا راز نہ دیوتاؤں کی خوش فطریاں ہیں اور نہ اوتاروں کے دخل درمقولہ
 عقاید کی طرح اسلام کے اعمال بھی صاف اور سیدھے عقل پر مبنی اور سب پر شامل -
 (۱) اخلاق میں کانٹے کی تول فطرت انسانی کا پورا لحاظ۔ انسان کی خلقی متضاد صفوں
 کی سچی اصلاح اور روک تھام۔ نہ یہاں افراط ہے نہ تفريط بس صراط مستقیم پر چلنے کی تعلیم
 ہے محض تعلیم ہی نہیں بلکہ خود چل کر راستہ بتا دیا اور اپنے ساتھ مومنین اولین کو پار آتا کر
 نظیر قائم کر دی (۲) عبادات میں صرف توحہ الی اللہ پر مدار۔ خود عباد کی ذات کو نفع یا ہی
 اتفاق کی تعلیم۔ نہ رہبانیت ہے نہ جوگ نہ رنؤان کی دردناک افسردگی ہے نہ یہود کی سی
 ظاہری پابندی اور گھڑا پن بس صن معاشرت جزو عبادت ہے نیت پر مدار و مدار ہے۔ ہاں
 مگر بے ہمسج ہے

چیت دینا از خدا غافل بہن
 نے قماش و فقرہ و فرزند و زن

(۳) معاشرت اور تمدن میں ہر قوم کے خصائص کے لحاظ سے ایسے جامع اور مانع اصول
 کی تعلیم کہ ہر زمانہ میں ہر قوم کے واسطے دستور العمل بن سکیں مثلاً مسئلہ تعدد ازدان جو
 جس قدر جس اصول میں جامعیت ہوگی اسی قدر وہ کامل ہوگا۔

غرض کہ انسان کی دینی اور دنیاوی فلاح کے واسطے حق تعالیٰ نے اس دین صحیح
 سے جو ادیان سابقہ کا مصلح ہے کوئی بات اٹھانہ رکھی۔ اسی سبب نبی امی کا لقب
 خاتم الانبیاء ہوا اور ہونا بھی چاہئے۔ ارادہ الہی نے یہ طے کر دیا تھا کہ آپ کے بعد حیرت انگیز

نبی
 نہیں

مہیاد اور اختراع کا ایسا زمانہ آئیگا کہ بجلی اور ٹھاپ کے عجیب و غریب کوششے مشرق اور مغرب کو ایک کر دیں گے اس لئے ہر قوم کے واسطے ہر ملک میں (جیسا کہ سابق میں ہوتا رہا) ایک ایک بنی کے بھیجنے کی ضرورت نہ رہے گی دین اسلام کی منادی ملکوں ملکوں پہنچ جاوے گی پھر خواہ لوگ ماین یا نہ ماین حجت تمام ہو جانے کی والحمد للہ علیٰ احسانہ۔

ارکان حج ادا کرنے کے بعد آنحضرت اسی ذابحہ کے مہینہ میں صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے۔ اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں کیونکہ اس کے بعد تیسرے ہی مہینہ وہ نہ ٹپنے والی گھڑی آچھوٹی جس سے بخیر حرم الیقوم کے کوئی بھی نہیں بچ سکتا بیشک کل بن علیہا فان ویقف وجہہ ربک ذی الجلال والاکرام رسالت کے فرائض ادا ہو چکے دین کی تکمیل ہو گئی اب اس مقدس ذات کو دنیا میں رہنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایک شعل نے سیکڑوں فانوسیں روشن کر دیں نہیں نہیں ایک نورانی جوہر نے ہزاروں جہانی پیکروں کو ”زینم“ بنا دیا اب اس منہ ذوات الہی کو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف رجوع لازمی تھی۔ مدینہ میں پھر نیک آنحضرت نے سلسلہ کے شروع میں سفر آخرت کی عیاری شروع کی اور بقیع اور آحد کے شہر غوثان میں جہاں مجاہدین دین خدا کی خوشنودی حاصل کر کے قیامت

لے راہ میں جب آپ منزل غدیر خم میں ہوئے اور مدینہ کے درمیان نواحی جہد میں واقع ہے پونچے آپ کو معلوم ہوا کہ بعض آدمی حضرت علیؑ سے بدگمان ہیں اور صوبہ یمامہ کے انتظامی امور میں جو حضرت علیؑ سے متعلق کئے گئے تھے بجا نکتہ چینیوں کر رہے ہیں۔ یہ امر آنحضرتؐ کو نہایت ناگوار ہوا آپ وہیں ٹھہر گئے اور لوگوں کی بدگمانیاں دفع فرما کر حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان فرمائے۔ پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا اللہم من کنت مولاه فعلی مولاه لے اللہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولایے۔ اللہم وال من والہ و عدا من عادہ خداوند تو اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھے اور دشمن رکھے (امام بروایت برابرین عازب و زید بن ارقم) صلوات اللہ علیہ۔

اسپہ بدری لوگوں نے جو کچھ اُس پر عاصیہ پڑھائے وہ قابلِ وثوق نہیں ہیں۔

تک چین سے سو رہے ہیں تشریف لیا اگر دعا اور استغفار میں معروف رہے گئے۔ ماہ صفر کے آخر میں تپ شدید لاتی ہوئی اور مرض بڑھنے لگا صحابہ مفارقت رسول کے خیال سے تپا مہونے لگے مگر جب تک باہر آنے کی طاقت رہی نبی شفق ان کی تسلی و تسنی کر کے کلمات خیر فرماتے رہے اور یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو! تم میری موت سے کیوں ڈرتے ہو۔ کوئی نبی ہمیشہ اپنی امت کے ساتھ نہیں رہا ہم سب کو خدا کی طرف جانا ہے دیکھو میری قبر کو بت نہ بانا اور گمراہ قوموں کی طرح گوہر پرست نہ ہو جانا۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنا و فاشکار انصار کے ساتھ رعایت اور اہلیت نبوت کی حرمت کا خیال رکھنا اور تقویٰ اختیار کرنا۔ مرض سے جب آپ بالکل زار و زار ہو گئے آخر مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فضل بن عباس کے کاہنوں پر بھارا دیتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ مدینہ کے تمام چھوٹے بڑے یہاں تک کہ عورتیں اور لڑکیاں اپنے اپنے گھروں سے نکل نکل کر اپنے پیارے رسول کی آخری وصیت سننے کو آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ خدا کی حمد و ثناء کے بعد رسول اللہ نے مجمع کی طرف خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ مسلمانو! میرا وقت اب قریب آیا ہے اگر میں نے کسی کو کچھ تکلیف دی ہو اس وقت مجھ سے اس کا بدلہ لے لے اگر کسی کا بھڑیہ حق ہو صاف ابھی کہد میں جان مال سے حاضر ہوں۔ ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میرے تین درہم آپ کے ذمہ باقی ہیں جو آپ نے اپنے نام سے ایک سہل کو مجھ سے دلوائے تھے یہ سنکر آپ نے حضرت فضل بن عباس کی طرف اشارہ کیا کہ فوراً یہ تین درہم ادا کر دیں اور ارشاد فرمایا۔

علامت موتیں
اور سفر آخرت

علامت سے دو دن پیشتر آنحضرت نے ایک لشکر ترتیب دیا اور اسلحہ بن زید کو امیر مقرر کیا تاکہ رومیوں سے مسلمان ایچی کے خون کا بدلہ لیا جائے اگرچہ سر یہ موتے مشتم ہیں اسی غرض سے بھیجا گیا تھا مگر جنگ نہ تمام رہی اور کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا اس لئے آنحضرت نے اب یہ لشکر ترتیب دیا مگر سچا آپ کی علالت کی وجہ سے رک گئے حضرت ابو بکر جس وقت خلیفہ رسول مقرر ہوئے سب سے پہلے عیض اسامہ کو روانہ کیا اور حق تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی ۱۱

دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے کہیں بہتر ہے پھر آپ نے حاضرین کے واسطے دعا فرمائی اور احکام دین کی بجا آوری کی تاکید فرما کر یہ آیت پڑھی **تِلْكَ آيَاتُ الْخُرُوجِ يُجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ** بعد ازاں آپ حجرہ میں تشریف لے گئے اور پھر باہر آنے کی طاقت نہ رہی رفیق قدیم حضرت ابو بکر صدیق نماز پڑھانے کے واسطے مقرر ہوئے۔ تیسرے روز دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی ابتداء میں سالہ کو حالت نزع طاری ہوئی آخری وصیت یہ تھی **الصلوة وما ملکت ایمانکھ** نماز کے پابند رہنا اور مملوک کے حال پر غایت کی نظر رکھنا۔ آخر قریب شام وہ ساعت ۱۱ بجی جلد سوم صفحہ ۲۰۷ (ترجمہ یہ آخرت کا گھر ہے جس کو ہم نے ان لوگوں کے واسطے خاص کر رکھا جو دنیا میں کسی طرح کی شیخی (بابائی) نہیں کرنی چاہتے اور نہ فساد کے خواہاں ہیں و عاقبت پر بہرہ گاروں کے واسطے یہ سورہ قصص پارہ ۲۰) ۱۲

۱۱ عام طور سے ۱۲ ربیع الاول مشہور ہے مگر اس میں اختلاف ہے کیونکہ نوین ذالحجہ سالہ کو جمعہ کا دن تھا جب آنحضرت نے حجۃ الوداع کیا اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اس صورت میں دوشنبہ کا دن ۱۲ ربیع الاول کو نہیں پڑتا۔ مگر اس طور پر کہ ذیقعدہ ذالحجہ موم اور صفر سب میں تیس دن بکے مہینہ شمار کریں اور نوں ذالحجہ کو مدینہ کی رویت کے محاذ سے ہفتہ قرار دیں اسی اشکال کی وجہ سے بعض نے ۱۱ ربیع الاول بعضوں نے ۱۳ ربیع الاول تاریخ وفات قرار دی مجموعہ الفتاویٰ مولانا عبدالحی عابدی جلد اول ۳۳ یہ آخری وصیت آپ نے اس وقت کی جب حالت نزع شروع ہونے لگی تنہا خدا کا سچا رسول کامل ہوا اور دین کی تکمیل کے واسطے مبعوث ہوا تھا نہ اپنے ہی غاذا ان میں دنیاوی سلطنت قائم کرنے کے واسطے مبعوث ہو چلا ہے کہ توحید و رسالت کو جو کل طبیعت کی شرح ہے اہل اصول سمجھیں باقی زروعات کے جھگڑے ہیں ان کو بالاکائنہ رکھ کر اخوت کے سلسلہ کو قائم کریں اے دنیا کے تھکے تام اہل اسلام خواہ تم جس طریقے پر چلو مگر اتنا سن لو حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا** (ترجمہ) اور سب ملکر اللہ کے دین کی رستی کو مضبوط پکڑ لو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو۔ سورہ آل عمران پارہ ۳) ۱۴

آپہونچی جس میں وہ نفس قدسی با شہد برس گیا رہ مینے چند روز دنیا میں رہ کر اللہ صم
 الرفیع الاحلیٰ کتا ہوا علیٰ یلین کو سدھارا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ
 کیا بیان ہو کہ وہ ذات پاک کیا ممتی کیا کمالات انسانی کا روشن چرخ تھا جس نے
 غفلت جہانی کو دور کر دیا کیا حقیقت کا آفتاب تھا جس نے عالم رنگ و بو کو روشن کر دیا
 کیا شعلہ طور تھا جس نے فضا سے ہستی کو دادی امین بنا دیا کیا جلال کا ایک جلوہ تھا
 جس نے مشاقتن کے قلوب کو ابد تک نور سے معمور کر دیا۔ بس کچھ کہ نہیں سکتا کہ کیا مت
 بہت کچھ کہ گیا پھر بھی کچھ نہ کہا آہ

دامان نکتہ تنگ محل حسن تو بیا گلپین ہزار تو زدا ماں گلہ دار

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

ریختہ خامہ مجھ رقم ذوالجبر والکرم حاجی حافظ مولانا ابوالعلم محمد اسلم صاف زبانی محلی منظر لکھا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَلِيُّ رَبُّنَا الْحَكِيمُ
الحمد لله وكفى والصلاة والسلام على رسوله سيدنا محمد بن المصطفى و
على آله واصحابه وازواجه وحبابه ذوى الصدق والصفا ومن تبعهم
باحسان الى يوم الدين كلهم اجمعين اکتعين اتبعين اصبعين اما بعد فقیر نے
رسالہ تذکرۃ المصطفیٰ مصنفہ الخ الطریقہ منبع النوازل مجمع الحاشیہ شیخ مولوی سید نواب علی صاحب
ایم اے پروفیسر فارسی کالج بڑودہ دیکھا فضائل احمدیہ و مناقب محمدیہ سے مملو پایا آج تک کوئی
ایسی کتاب عام فہم آرد و فقیر کی نظر سے نہیں گزری جس میں تاریخی حالات جناب رسالت
شیخ المذنبین رحمۃ للعالمین سید الانبیاء والمرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اس طرح بروایات صحیحہ مندرج ہوں کہ دیکھنے والے شوق و ذوق سے ملاحظہ فرما کر مسرور و
مبتہج ہوں یہ مصنف صاحب کلمہ ربہ الوہاب کی کمال لیاقت کا باعث ہے کہ روایات ضعیفہ
کو قلم انداز کر کے طبیعت کو خوشحال کیا اور مضامین مندرجہ میں صحت روایات و درایت کا غائب
درجہ خیال کیا پھر مجلہ مضامین کا خلاصہ اس عنوان سے کر دیا گویا دریائے ناپید اکنا رک کو زبے میں
بھر دیا ورنہ محامد و اوصاف نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و التحیۃ کا اعطاء قدرت بشریہ سے بالکل محال ہے
اور اس وجہ سے راویان صدق مقال کا عنوان تشریح بیان میں نہایت عاجزی کے ساتھ یہ خیال ہے کہ
لَا یُمْکِنُ الشَّعَائِرُ کَمَا کَانَ حَقُّهُ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

زیادہ تر لائق تہنیتیں و قابل قدر یہ بات ہے کہ مصنف نے بغیر خلوص و وفایت حدیث کوئی حرف
نساب بلا و منو تحریر نہیں کیا اور وقت بیان کسی مضمون کو با استہمہ تفسیر نہیں کیا اسی سے ان کی

قابلیت و مساوت ظاہر ہے زائد برح سے فقیر باطل قاصر ہے ۵

لا یمکن الواصف المظری خصائصه وان یک سابقاً فی کل ما وصفاً
بالآخرا میں موقع پر یاد گوئی بیکار ہے وقت ملاحظہ خود ناظرین کے انصاف پر اس رسالہ کے
حسن و قبح کا دار مدار ہے مجھے اُمید ہے کہ ناظرین و الا نشان بجمال غلوض اس کو دیکھنے کے اور
معصفت کو شکریہ میں دعا ہے خیر سے فراموش نہ کریں گے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماوے اور اس کے
وسیلے سے تصدیق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد ناظرین کو فائدہ ابدیہ پہنچاوے
امین فامین ثم امین برحمتک یا ارحم الراحمین قالہ بغمہ و رقمہ الفقیر
المحقیر الممتلی بالجزع و التقصیر المکفی بابی السلم المدعو محمد الم الکهنوی القرخی
علی مولدا و الحفی الماتریدی مذهباً و التظامی القادری مشرباً تجاوز اللہ علمنا
بجاءہ نلیہ سیدنا و مولانا محمد ن الا کو مصلعم حنید مقدم الفضلا مقدم
جلیش العلماء شمس فلک الحقیق بدر سماء التدقیق آیت من آیات اللہ العلی
الرب الحکیم مولانا الحاج الحافظ الشیخ ابی الاحیاء محمد نعیم ادخلہ اللہ العزیز
الغفار رحمت تجوی من غمها الاتملہ

ایضاً

مولوی حکیم شہ محمد فائز عرف شاہ محمد راشد صاحب بنو محمد فیاضی اجلی الہ آبادی

فَلْكَ آيَاتُ بَيِّنَاتٍ

۱۳۲۵ م

(ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب)

شیفگان جمال یار کی بتا بیوں کو تسلی دینے والا اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ صرف ذکر
اور با ندادگان حسن و دلدار کے اضطراب میں تسکین بخش کوئی چیز ہو سکتی ہے تو محض یاد جانان

پھر حبیب معشوق دیا ہی اس کا عشق۔ حبیب عاشق دیا ہی اس کا اثر۔ ویسا ہی اضطراب
 نیلی کی محبت نے قیس کو مجنون کھلایا شیریں کے عشق نے فہرہ کو دیوانہ بنایا۔ یہاں نہ یہ
 عشق ہے نہ اس کا اضطراب۔ نہ یہ محبت ہے نہ اس کا التاب۔ پھر ہے کیا؟ اس کا جواب
 میری زبان سے تو چھوٹا منہ بڑی بات ہے لیکن کہنے والا کہ گیا اور خوب کہ گیا ہے

دل از عشق محمد ریش دارم رقابت با خدایے خویش دارم
 اے جوش دل اے شوقی قلم ادب کا مقام ہے۔ کہاں وہ سرکار بنے نیاز کہاں تو۔ وہ باقی
 توفانی۔ وہ مالک تو مولک مگر کیسے کیا۔ تَخَلَّقُوا بِأَنفُسِكُمْ إِلَى اللَّهِ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ
 إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ کی کشش آ لہ جلیل وَّحُبِّ الْجَمَالِ کا جذبہ

مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
 اس لئے نہ صرف یہ مضغہ گوشت (دل) کیڑے مکوڑے کی خوراک بلکہ وہ لطیفہ نورانی جو عشق
 ہونے کی قابلیت رکھتا ہے اگر اس غرت افزا سے عشق رونق لغز و فرش پر نہ ریجے اس کے
 زائے حب سے اور انوکھے جمال کے شوق میں بیخود نہ ہو تو عبدیت میں فرق آتا ہے
 تجھے کیونکر نہ چاہوں تو میرے پیارے کا پیارا ہے

اللہ کے ساتھ بندگی کا تعلق خواہ مخواہ جوہر کرتا ہے کہ اس کے محبوب پر جی نثار کیا جائے مگر یہ بڑا
 دعویٰ ہے۔ اس کا کتنا امتحانوں میں پھنسا تا ہے اس واسطے یہ کہنے کی گنجائش تلاش سے
 کمالی ہے کہ ایک محبوب کے لئے جتنے کمالات انسانی تصور میں آسکتے ہیں اس سے کہیں زیادہ
 خدا نے اپنے پاک بندے اور پیارے محبوب روح بدینہ۔ جان مکہ غرت اسلام۔ قبلہ بیت الحرام
 روحی فداہ کی ذات میں جمع فرمادئے تھے۔ اگر کسی کو ان کمالات کا مشرعی بیان دیکھنا ہے
 تو ہمارے کرم فرما جاں نثار سید الانبیاء مولوی سید نواب علی صاحب ایم لے نیو توحی کی یہ کتاب
 تذکرۃ المصلطفہ دیکھیے کتاب یکا ہے اپنے مہر و کی طرح اسی کی بدولت بے مثال ہی خدا پاک
 پوہا اور سامعی کو خزانے فی غنیمت فرمائے۔ معرظ اور ناظرین کو اپنے محبوب کے لائق بنائے۔ آمین

قطعہ تاریخ فارسی

در بیان حبیب حق در سفت بَلَّكَ آیَاتِ بَلَّتَانِ بگفت ۳۲۵ ۱۳ م	آں نواب علی پاک سرشت بیخود از ہر سال ترتیبش
--	--

اردو

سرکار کی ہر صفت عیاں ہے تفسیر کتاب آسمان ہے ۲۵ ۱۳ م	یہ تذکرہ صحیح جس سے بیخود نہ لگا کہ اس کی تاریخ
---	--

قطعہ تاریخ از جناب منشی قاضی محمد زاہد حسین صاحب اسٹنٹ دفتر عالیہ لفظنی
ممالک متحدہ رئیس قصبہ نیوتنی ضلع اوناؤ

یہ ہے تاریخ ختم الانبیاء کی سات میں بھی ہے شوخی ہلا کی نئی تصویر کھینچی اس ادا کی صدائی فلک سے مرجا کی رسائی دیکھے فنکار کی لکھی کیا لغت محبوب خدا کی ۲۵ ۱۳ م	فضائل اس میں ہیں مولد کے میرے فصاحت کیوں نہ ہو قربان اس پر مکرم حضرت نواب علی نے زمین پر شور ہے اجنت جنت ہوئی جب مصرعہ تاریخ کی نکر پڑھا قراہنے یہ مصرعہ بہ آواز
---	---

نوٹ - آواز کا نتیجہ ہے۔

اخلاق محمدی کامل۔ اس کتاب میں اسلامی اخلاق، طرز معاشرت، اور علم الجماس وغیرہ کے متعلق وہ آیات اور روایات جمع کی گئی ہیں جو متفق علیہ ہیں اور جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دین اول کے مسلمان جنہوں نے ایک قلیل عرصہ میں یہ عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا تھا جو تاریخ علم میں بے نظیر اور حیرت انگیز ہے، وہ کیا اوصاف رکھتے تھے۔ اور آپس میں کس طرح معاشرت کرتے تھے۔ یہ کتاب حقیقت میں اسلامی تہذیب اور اخلاق کا پورا نمونہ ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: "میں اس لئے آیا ہوں کہ حکام اخلاق کی پوری تکمیل کر دوں کی پوری تصدیق کرتی ہے۔ اگر مسلمان وہ اوصاف پھر حاصل کر لیں تو وہ دنیا کی ہند ترین اقوام میں داخل ہو سکتے ہیں ایک کالم میں اہلی آیتیں اور احادیث ہیں، دوسرے سلیس اردو میں ترجمہ ہے اور توضیح کی غرض سے کہیں کہیں نوٹ بھی اضافہ کئے گئے ہیں۔

مولفہ مولوی سید احمد صاحب فاروقی قیمت ہر چار حصہ مکمل۔۔۔

حصہ اول دوم و سوم علیحدہ بھی ملتا ہے۔ قیمت فی حصہ۔۔۔

تاریخ علم کلام جس کا اس کتاب میں اکثر مکملہ جوالہ درج ہے، مصنف جید علم کلام کی ابتدا اور اس کے عہد بعد کی وسعت، ترقی اور تغیرات کی نہایت تفصیلی تاریخ۔ اور علم کلام کے تمام شعبوں پر محققانہ بحث، اور اس کی مختلف شاخوں پر ریویو ہے۔

حصہ دوم، یعنی علم کلام جدید جس میں اسلام کے عقائد کو فلسفہ حال کے مطابق نہایت خوبصورت و آفتاب سالت جس میں پیغمبر آخر الزماں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے حالات نہایت صحیح صحیح اور سادہ طور پر بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب اس قابل ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی طبوس اور مولود شریفین کی محلوں میں پڑھی جائے جس سے عوام الناس کو برکت اور خیریت حاصل ہو۔ مولود مولوی جلال الدین صاحب

بفضل خدا

نیشنلٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قائم کیا ہوا اور محمد ن کلج کی ملک
ہونیکل وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) اوسے اور پھر دونوں قسم کے
چھاپوں میں اردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور
وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہل ذوق و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نرخ
زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

مطبع کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اعلیٰ انجمن بخش شاد حاصل
ہوئی ہیں ان کی نقل عند طلب روانہ کی جاسکتی ہے۔

علی گڑھ نیشنلٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کلج
کا سرکاری اخبار ہے اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کلج کی بنائے بھی قبل جاری تھا
شروع کیا تھا اور جس میں کلج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین
شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ لکھو ششماہی چار نمونہ مفت اشتہارات کا
نرخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ: منیجر صاحب نیشنلٹیوٹ پریس علی گڑھ

